مِنۡهُمۡ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِى الدِّيۡنِ

ان میں سے کوئی گروہ ایسا ہو جو دانش دین و قرآن سے آراستہ ہو (توبہ ۱۲۲)

دنیا کی پہلی اور منفرد کتاب

دانشورانِ قرآن

جس میں ہزاروں قد آور دانشوروں میں سے 390 ایسے دانشوروں کے سوانحی خاکے دیئے گئے ہیں جنہوں نے خدمتِ قرآن میں عمریں کھپا دیں اور حریفانِ وحی کے ہاتھوں اذیتیں جھیل کر نام کمایا

—— اب کوئی یہ نہ کہہ پائے گا کہ تاریخِ اسلام میں سرسید سے پہلے نہ کسی نے قرآن کی حاکمانہ برتری کا اعلان کر کے فقہ اور حدیث کی دینی حیثیت مجروح کر دی اور نہ ہی ....

حَسۡبُنَا كِتَابُ الله کی صدا بلند کر کے حدیثی مسلمات کو آغوشِ لحد میں سُلا دیا

یہ کتاب پڑھ کر آپ سید کی زبانی کہنے پر مجبور ہوں گے کہ

نہ من تنہا دریں میخانہ مستم
جنید و شبلی و عطار شد مست

بلکہ بادہ قرآن چشید کرنے سے روکنے والوں کو برجستہ جواب دیں گے کہ :

یہیں نہ زندیہ واعظ کے بس کی بات نہیں
تمام شہر ہے دو چار دس کی بات نہیں
اسد ملتانی

تحریر

رحمت اللہ طارق

ادارہ دراساتِ اسلامیہ ملتان

1339/3 گلشن آباد بیرون پاک گیٹ ملتان ۔ پاکستان

Seyal Computer Multan.

نام کتاب :- دانش ورانِ قرآن

مصنف :- رحمت اللہ طارق

ناشر :- عبداللہ احمد نگسی

قیمت :-

پتہ :- ادارۂ ادبیاتِ اسلامیہ
1339/3۔ گلشن آباد بیرون پاک گیٹ، ملتان

E-mail: ahmadkamran800@hotmail.com
rehmatullahtariq@hotmail.com
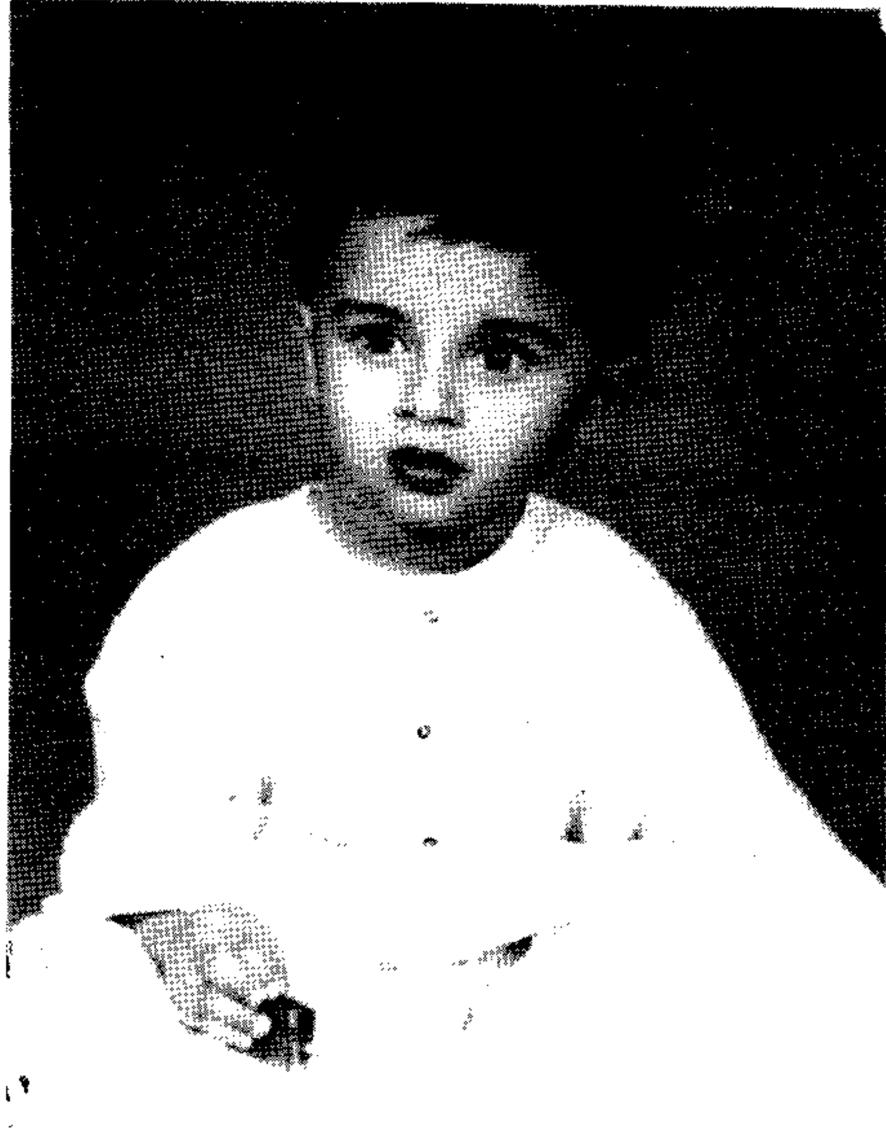
ناشر۔ عبداللہ احمد ولادت ۲۸۔ جون ۲۰۰۱ء
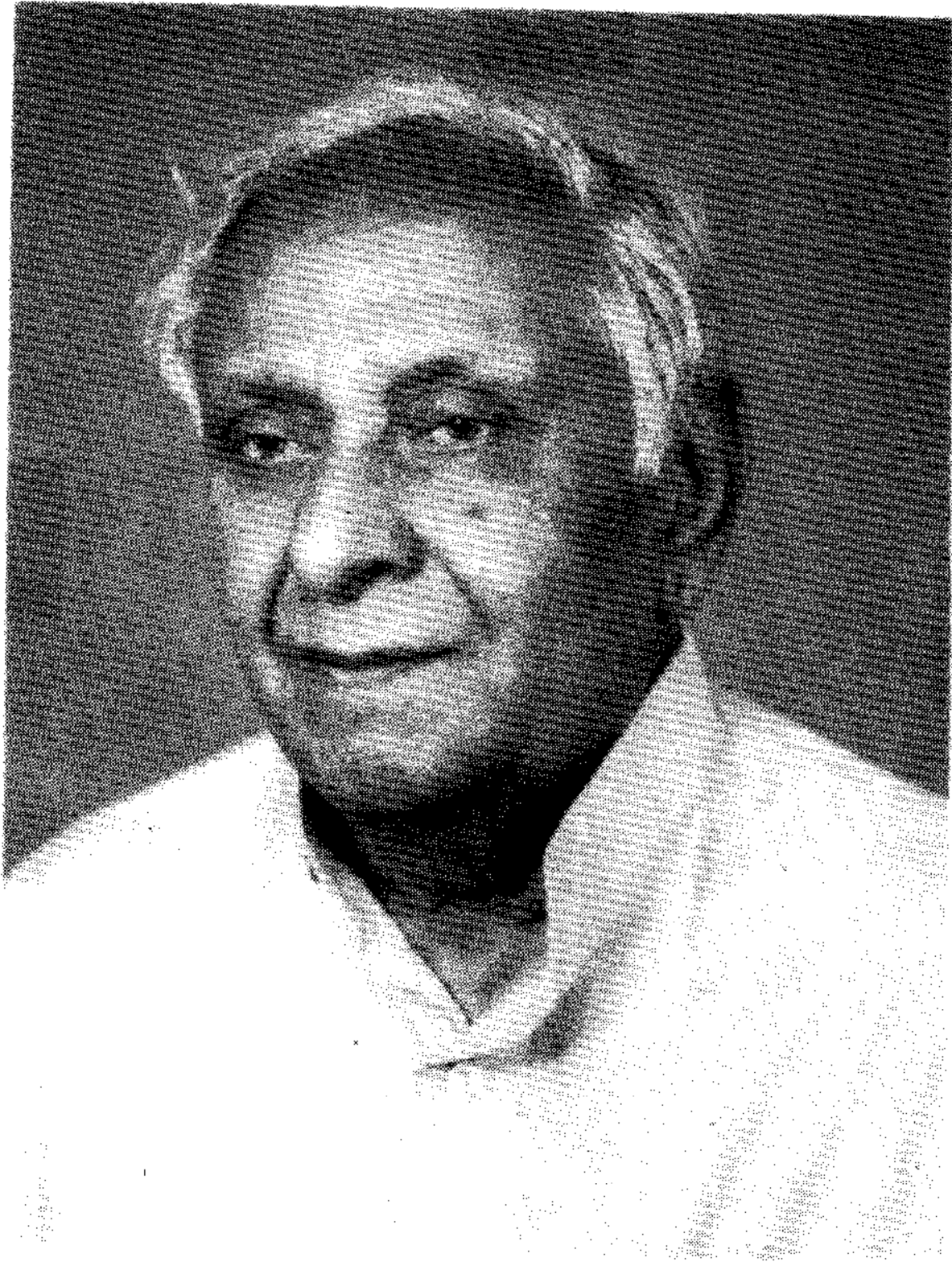
مصنف : رحمت اللہ طارق
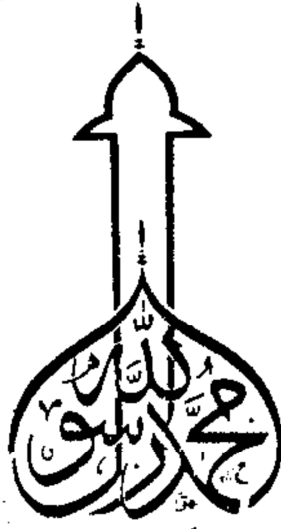
کے نام

جو **رحیم** تھے، **کریم** تھے، ایمان لانے والوں پر مہربان تھے **رؤف** تھے۔ شفقتِ بیکراں کے مالک تھے
جو آخری نبی تھے۔ سلسلۂ نبوت نا معلوم کب سے شروع ہو کر نوحؑ اور ابراہیمؑ تک پہنچا اور وہاں سے چل کر محمد رسول ﷺ پر منتہی ہوا۔ اسے اپنی غرض وغایت پر پہنچا کر ہمیشہ کے لئے ختم کرنے والے تھے

جنھوں ــــــــ نے اس آخری اُمت کی ذہنی تربیت کے لئے وہی اُصول وضع کئے جو عالمی تھے آفاقی تھے جن کی بنیاد حکمت و فرزانگی اور موعظہ حسنہ پر رکھی گئی تھی جو فطرتِ انسانی کے ہم آہنگ تھے

جنھوں ــــــــ نے عقل کو بات فہمی کا معیار ٹھیرا کر ماورائے عقلیات کو مسترد کر دینے کا درس دیا کہ وحی کے مخاطب صرف اولوالالباب اور ذی عقل تھے

جنھوں ــــــــ نے قرآن کے داعیوں اور مبلغوں کو بڑا قیمتی سرمایہ ٹھیرا کر **فاسئلو اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون** اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آتی ہو تو اہلِ ذکر سے دریافت کرو

قرآن کا ایک نام۔ **ذکر** ۔ بھی ہے یعنے قرآن والوں سے رُجوع کرو
کیونکہ ہم کسی بھی مرحلے پر تنہا عقل کے سہارے منزل سے دور جا سکتے ہیں۔ کیونکہ عقل آزادہ روی چاہتی ہے لہٰذا وحی کو اس کا پاسباں بنایا گیا اس طرح ہر بات کی پاسبان عقل اور عقل کی پاسبان وحی ہے یعنے وحی سپریم پاسبان ہے اور پاسبان کسی چیز کی نفی نہیں کرتا صرف کنٹرول کرتا اور کج روی سے روکتا ہے اور

جن کی اُمت کو۔ **امة وسطا** ۔ کا لقب دے کر اعتدال پسندوں کا گروہ ٹھیرا گیا ہے جو اصل میں اعتزال پسندوں کا وصف ہے اور ان کے شیوہ کا عکاس ہے کیونکہ یہی لوگ اچھائیوں کو وطیرہ بناتے اور کج ادائیوں سے اجتناب کرتے ہیں اور اسی قافلے کے سالار صرف آپ ہی ہیں

شکریہ

میں نے قرآنی دانشوروں کے جب سوانحی خاکے تیار کرنے شروع کئے تھے تو سن وار ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا تھا کہ مختلف اوقات میں مختلف شخصیات کی سن وار تلاش و ترتیب میرے لئے ناممکن تھی لہٰذا تلاش و تفتیش کے دوران جو بھی شخصیت دریافت ہوئی اس کا اُسی جگہ خاکہ تیار کیا۔ حروفِ تہجی کی مراعات رہی نہ سن وار ترتیب کا لحاظ!!

اس طرح شخصیات کا غیر مربوط مرقع تیار تو ہوگیا مگر ہوا یہ کہ پہلی صفوں کے زعماء پچھلی صفوں میں اور پچھلی صفوں کے پہلی صفوں میں چلے گئے۔ اور اس طرح ایک خلش رہ گئی جو بعد میں خار بن کر چبھ رہی تھی کہ عزیزی آصف علی انصاری ایم اے نے سن وار ترتیب میں ہاتھ بٹا کر میری مشکل کسی حد تک حل کردی۔ کسی حد تک اس لئے کہ بعض شخصیات کے سنین وفات معلوم نہ ہوسکے اور انہیں اندازے سے زمانی ترتیب کے خانے میں رکھنا پڑا۔ جو کچھ بھی ہو، اُن کے مخلصانہ تعاون پر مؤلف کی جانب سے حرفِ تشکر پیشِ خدمت ہے۔

اور صائم خواجہ اگر اجازت دیں تو اُن کا نیز شکریہ۔

طارق

دو یارِ غار سرسیدؔ اور چراغ علی

حرفِ آغاز

علمی ارتقاء سے پہلے کائنات کے بہت سے راز اخفاء میں تھے پوشیدہ تھے سربستہ راز تھے انبیا آئے اور لوگوں کے فکری مدارج کے مطابق ان باتوں کو بیان کرتے رہے جو اخلاقی اور دینی زاویوں سے گہرا تعلق رکھتی تھیں مافوق الفطرت باتوں کو چھیڑنے، کریدنے اور افشار کرنے کی ابھی ضرورت نہیں تھی۔ اسی طرح کھربہا سال سے ''اخفاء'' اور ''افشاء'' کا یہ سلسلہ چلتا رہا اور جب انسان اتنے طویل سفر کے بعد عقلیات اور شعور کی پگڈنڈیوں پر چلنے لگا تو اخلاقیات کا لب و لہجہ بھی بدلنے لگا۔ پہلے جہاں اسکی نفسیاتی تسکین کیلئے کچھ کرشمات کا اظہار ہوتا رہا ہوگا عقل کی شاہراہ پر قدم رکھنے کی وجہ سے دلائل اور براہین کو اولیت دی جانے لگی۔ ابراہیمؑ نے اپنے مخالفوں کو ''عقلیات'' کے ذریعہ ہی ساکت و صامت، خاموش اور مبہوت ٹھیرایا۔ موسیٰؑ نے تمام زندگی فرعونی باطل سے ''عقلیات'' کی توانائی ہی سے آویزش جاری رکھی غرضیکہ تمام انبیاء نے زبانی یا۔صحائف کے ذریعہ لوگوں کی رہنمائی کا اہتمام کیا۔ چند ہزار سال پہلے حمورابی (1750-1792ق م) نے بھی دنیا کو اپنے مجموعۂ قوانین سے متعارف کرایا اور دنیا محوِ حیرت ہے کہ انسانی کاوش سے اس مجموعے میں حال کی طرح مستقبل کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر ''لہجہ'' تک مستقبل کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس طرح حضرت انسان شعور اور عرفانِ ذات کے حقائق کو اپنے اندر جذب کرتے کرتے ''ارادے'' اور ''اختیار'' کا مالک بن چکا تھا۔ نہ دین میں اکراہ تھا نہ معاملات زیست کو طے کرنے میں جبر اور دشواری۔ ہر سو عقل کی فرماں روائی کے آثار نمودار ہوتے چلے گئے جس سے عقل کی اہمیت دوچند ہوتی رہی بلکہ عقل ہی نے انسان میں جرأت اور بیباک توانائی پیدا کی کہ وہ اندھی تقلید اور فکری ارتکاز کی دلدل سے نکل کر سوچ کے وسیع میدان میں قدم رکھنے لگا۔ عقلی شجاعت نے اسے فکرِ صحیح اور اصابتِ رائے کا ''جوہر'' عطا کیا اب وہ معاملات کو پرکھنے کیلئے حقیقت کی ترازو نصب کرنے میں کوئی رُکاوٹ محسوس نہ کرنے لگا۔ جاحظ (869م) نے عقل کے راہنما بنانے کو ''ضلالت'' سے بچنے کا پُر تیقن ذریعہ ٹھیرایا ہے فرماتے ہیں: فلاتذهب الیٰ ماتریک العین و اذهب الی مایریک العقل و للا مور حکمان حکم ظاهر للحواس و حکم باطن للعقل و العقل هو الحجة

تم جو کچھ آنکھ سے دیکھتے ہواس پر نہ جاؤ جو کچھ عقل رہنمائی کرے اسی پر
نظر رکھو کہ تمام امور کے سلسلہ میں دو طرح کا فیصلہ چلتا ہے۔ حواس کے ذریعہ جو
فیصلہ ہوتا ہے وہ ظاہر سے تعلق رکھتا ہے اور جو فیصلہ عقل کے ناطے سے ہوتا ہے وہ
باطن سے تعلق رکھتا ہے اور عقل ہی توانا حجت ہے۔

(کتاب الحیوان۔ بحوالہ مقام العقل عند العرب قدری طوقان ص 7/98 تا 11)

اور یہی وہ طریقہ ہے جسے زمانۂ مابعد کے فلسفی ڈیکارٹ (1650م) نے اپنایا اور پھر "مسلّمات" کو بھی اسی معیار پر جانچنے اور پرکھنے پر زور دیا۔ بلکہ جاحظ ہی سے اس نے کشید کرلیا ہے کہ ____ جو واضح نہ ہو اسکی تصدیق نہ کرو اور جسکی تصدیق کرو وہ واضح ہونا چاہئے **(مقام العقل طبع دار المعارف قاہرہ ص 17/98)**

____ اس طرح جاحظ ہو یا ڈیکارٹ ان کا فلسفہ اول میں وضاحت کا طالب اور آخر میں وضوح کا خواہاں ہے۔

اس طرح جاحظ اپنے پس منظر میں عقل و اجتہاد کو بنیادی حیثیت دیتے اور طالبانِ قرآن کو دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ عقل سے بھی کام لیں اور اجتہاد سے بھی اور پوری جرأت سے کام لیں کہ اس راہ میں بزدلی اور ہزیمت ضلالت کا عنوان ہے جبکہ ضلالت سے ڈرنا عین ضلالت ہے یہی وجہ ہے کہ مشہور عرب سکالر عبدالمتعال الصعیدی کہتے ہیں کہ **اذا تعارض دلیل النقل ودلیل العقل وجب تاویل النقل بما یوافق دلیل العقل والعمل بدلیل العقل**

جب روایت اور درایت میں تعارض محسوس ہو تو روایت کی ایسی توجیہ
سامنے لائی جائے گی جو عقلی تقاضوں کے ہم آہنگ ہو یا عملی حد تک ہم آہنگ ہو۔

(فی میدان الاجتہاد بحوالہ مقام العقل عند العرب ص ۷۳)

جاحظ سے پہلے۔ نظام (845م) وغیرہ بھی سلطانی عقل کی دہائی دیتے رہے وہ کہتے تھے کہ **ان الانسان العاقل یتوصل بالتفکیر والتأمل الی معرفة الخالق قبل ورود الشرع**

باشعور انسان اپنی عقل کے زور پر حقیقتِ الوہیت کا اس وقت ادراک
کر پاتا ہے کہ شرع کی زبان ابھی خاموش ہوتی ہے۔ **(مقام العقل ص 81)**

یعنے انبیاء اگر نہ بھی آتے اور وحی کی زبان نہ بھی بتلاتی تب بھی اصحاب شعور اور عقلاء پر "توحید" واجب تھی۔

یقین سے پہلے شک نظام کہتے تھے کہ۔ **الشاک اقرب الیک من الجاحد و لم یکن**

یقین قط حتی صادفه شک ولم ینتقل احد من اعتقاد الیٰ اعتقاد حتی یکون بینھما حال شک

صاف انکار کرنے والے سے شک کرنے والا بہتر ہے۔ دنیا میں کوئی بھی یقین نمود نہیں پاتا جب تک اس سے پہلے شک نے دباؤ نہ ڈالا ہو۔ تجربہ یہ ہے کہ ایک انسان اس وقت ہی اپنا عقیدہ چھوڑ کر دوسرے کا عقیدہ اپناتا ہے جب سابقہ عقیدہ شک میں بدل جاتا ہے____۔ (مقام العقل ص 89)

حسن و قبح کی پہچان

معتزلہ نے سلطانی شعور کو اتنا پھیلایا کہ۔ خیر و شر۔ یا۔ حسن و قبح کی پہچان کا معیار بھی عقل ہی کو ٹھیرایا انہوں نے حسن کو قبول کرنے اور قبح کو مسترد ٹھیرانے کا فیصلہ اس وقت کر دیا تھا جبکہ شرع کی زبان ابھی بولنے نہ پائی تھی یہی وجہ ہے کہ معتزلہ نے ہمیشہ عقلیات کو فوقیت دی۔ فالھمھا فجورھا وتقواھا. سے کشید کرلیا کہ عقل کے ذریعہ ہی اشیاء کے حسن و قبح کا راز معلوم کیا جاسکتا ہے۔ شہرستانی (1153م) نے الملل والنحل میں تمام ادیان کے حاملوں کا متفقہ موقف بیان کیا ہے کہ ____وان اعتناق الحسن واجتناب القبح واجب کذالک

حسن کو سینہ لگانا اور قبح سے پرے ہٹ جانا ہر فرزانے پر واجب ہے۔ (مقام العقل ص 80)

عقل کی حکمرانی

شریعت کچھ بتلائے یا خاموش رہے حسن و قبح کی معرفت بذریعہ عقل حاصل کرنا ہر صاحبِ دانش کا فرض ہے کیونکہ تمام انبیاء نے عقل ہی کو آلۂ ابلاغ بنایا اور عقل ہی کو مخاطب گیا اور یہ بھی دراصل اسلئے کہ رسولوں کو صرف اتمامِ حجت کیلئے ارسال گیا گیا ورنہ تو عقل ہی معاملات کو سلجھانے اور برے بھلے کی تمیز عطا کرنے کے لئے ان رسولوں سے پہلے بھی موجود اور قائم تھی۔ اس زاویہ سے معتزلہ نے جب عقل ہی کو دینی حقیقتیں معلوم کرنے کا معیار ٹھیرایا تو یہ کوئی معمولی کام نہیں تھا خدمات جلیلہ کا وہ معیار تھا جو وحیِ الٰہی نے تسلیم کر رکھا تھا انہوں نے خرافات اور مذہبی بے راہ روی کے خلاف اپنی جدوجہد کو اس لئے بارآور بنایا اور طبیعت اشیاء کے مخالف تصورات کو حرفِ غلط ثابت کیا کہ عقل ان کی یاور تھی اور دانش مددگار۔ اس طرح قرآن ان کے نزدیک نہ صرف اعلیٰ قدر تھی اپنے اسلوب اور نظم کے لحاظ سے اعلیٰ ''مثال'' بھی تھا۔ جس میں حسن و جمال کی رعنائیاں اور کلماتِ بدیعہ کی بوقلمونیاں۔ اصنافِ سخن کی رنگارنگی مجازات و استعارات کی بہتات اور تصریف آیات کے تنوع کے ذریعہ عطالبِ عالیہ کو ذہن نشین کرانے کے لئے فطری اسالیب تھے جن کے تعاون سے وہ قرآنی تشبیہات اور تمثیلی صیغوں کو نہایت سادگی اور پختگی سے تاویل صحیح

کے سانچے میں ڈھال سکتے تھے۔اس جرم کی پاداش میں سُنّی علما نے جتنا کچھ اُنہیں زچ، ذلیل اور پریشان کیا وہ عظمت کے پہاڑ تھے کہ جنبش کھائے بغیر کھڑے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ معتزلہ نے استقلال، ثابت قدمی اور استدلال سے ایسی تصنیفات کو وجود دیا جو ایک علمی اساس کے طور پر اُبھر کر نت نئے علوم اور ارتقائی پیش قدمیوں کا موجب بن گئیں۔انہوں نے پوری قوت سے اس نظریئے کو پیچھے کی طرف دھکیل دیا جس کی وجہ سے انسانِ عاقل ایک بہرا گونگا آلہ سمجھا جاتا تھا جس کی نہ رائے تھی نہ رہنمائی۔نہ حریتِ فکر ہو نہ اختیار کارکردگی۔ پردے پیچھے دستِ قدرت کا تصور جواُسے چلا رہا ہو۔

معتزلہ کی حریتِ فکر کو دنیا کے قدیم خواہ جدید دانشوروں اور محققوں نے سراہا اور اعتراف کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں کہ ان کی اصابت رائے سے انسان مقلدانہ سوچ کے جبر سے آزاد ہوا اور فرد کی رائے کا احترام ہونے لگا اور ایسا لٹریچر وجود میں آیا جو رہتی دنیا تک غلط راہوں پر چلنے سے روکتا رہے گا شبلی نعمانی (1914م) لکھتے ہیں،

> ''معتزلہ اگرچہ دنیا سے ناپید ہوگئے لیکن ایک مدت تک ان کو بہت عروج رہا بڑے بڑے نامور مصنفین اس میں پیدا ہوئے مشہور خلفا اور سلاطین نے فخریّاً اس لقب کو اختیار کیا۔متعدد علوم اس فرقے کی بدولت عالمِ وجود میں آئے۔ غرض وہ خود اگرچہ دنیا میں نہیں رہے لیکن مذہب میں علم میں تصنیف میں، لٹریچر میں انکی بہت سی یادگاریں اب بھی موجود ہیں اور زمانہ ان کو آئندہ بھی مٹا نہیں سکتا''۔

(مقالاتِ شبلی طبع ایم ثناءاللہ لاہور ص 67)

معتزلہ فکر کی پذیرائی اور وُسعت

معتزلہ افکار کی ابتدا بنوامیہ کے عہدِ حکومت میں ہوئی سب سے پہلے خلیفہ یزید بن ولید بن عبدالملک نے اعلانیہ یہ فکر قبول کر لی۔معتزلہ کا سب سے پہلا مسئلہ یہ تھا کہ ________

انسان جو برائیاں کرتا ہے خدا نہیں کراتا کیونکہ خدا کا عادل ماننا اس بات پر موقوف ہے کہ انسان کو اپنے افعال کا مختار مانا جائے۔اور اسی ہی مناسبت سے انہیں عدلیہ بھی کہا جاتا ہے اور قــدریــہ بھی اسکے ایک زعیم معبد الجہنی چونکہ حکومتِ بنی امیہ کو علانیہ برا بھلا کہتا تھا لہٰذا عبدالملک بن مروان نے اُسے قتل کرادیا۔ کہتے کہ ایک دفعہ یہ معبد جہنی حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس مسئلہ کے متعلق ان کی رائے دریافت کی کہ بنی امیہ اپنے مظالم کو دستِ قضا کا عمل قرار دیتے ہیں اس پر حسن بصری نے کہا۔ کذب اعداء اللہ ۔ دشمنانِ

خدا بنی امیہ جھوٹے ہیں۔ (ابن قتیبہ ص 225 بحوالہ شبلی ص 72)

معبد کے بعد اموی حکومت میں غیلان دمشقی کا نام آتا ہے جس نے امر بالمعروف ۔اور۔ نھی عن المنکر ۔ کو مذہبِ اعتزال میں پانچویں اصول کے طور پر شامل کیا چونکہ یہ مسئلہ حکومتِ وقت کے لئے پر خطر مسئلہ تھا اور غیلان پوری بیبا کی سے اسے پیش کرتا رہا تھا لہٰذا ہشام بن عبدالملک نے اسے پھانسی دیدی (تفصیل غیلان کے حالات میں ملے گی)______ ادھر معبد اور غیلان نے اگر چہ بہت کم وقت پایا تھا لیکن ان کی قربانیوں سے اعتزال کی جڑیں مضبوط ہوگئیں اور بہت ترقی ہوگئی بقول شبلی ۔سیکڑوں ہزاروں آدمیوں نے نظریۂ اعتزال کو دل و جان سے قبول کیا۔ ان ہی دنوں عراق میں شعور و آگہی کے افق پر تین نئے ستاروں کا ایک ہی سال میں طلوع ہوا یعنے ۸۰ ہجری میں امام اعظم ابوحنیفہ، امام الفکر عمرو بن عبید اور بانی مسلک واصل بن عطاء پیدا ہوئے تینوں کی سمتِ سفر دفاعِ قرآن تھا اور تینوں ہی رائے رکھتے تھے کہ روایات کے ذریعے مفرداتِ قرآن کے مفاہیم کا تعین جائز نہیں ہے یزید بن ولید ۔جس کا ابھی ابھی ذکر ہوا ہے پر جوش معتزلی تھے اس کا والد ۔ولید جب ۱۲۵ ہجری میں تخت نشین ہوا تو اس نے عیش کوشی کو دطیرہ بنایا اور منکرات سے زیادہ دلچسپی لینا شروع کی ۔جس کے لئے بیت المال ہی حاجت روائی کرسکتا تھا چنانچہ اپنے اوباش ساتھیوں کے ذریعے اس پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔ اِدھر یزید ۔حضرت معاویہ کے پوتے خالد بن یزید کی طرح حکومت کو لوگوں کی امانت سمجھتا تھا جس طرح خالد نے بیعت مسترد کر کے معاملہ مسلمانوں کے سپرد کر دیا تھا اسی طرح ولید کے بیٹے یزید نے بھی بیت المال اور خزانے کے معاملات کو مسلمانوں پر اٹھا رکھا تھا۔ ان کا تعلق بنوامیہ کی بنومروان فیملی سے تھا جو ناپسندیدہ لوگوں میں جاگیریں اور بڑے بڑے عطیات تقسیم کرتے تھے۔ ادھر غیلان کی طرح یزید بن ولید نے بھی امر بالمعروف اور نھی عن المنکر ۔ کو شیوہ بنا کر اپنے خاندان کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ ہزاروں معتزلہ نے ساتھ دیا اور وہ کامیاب ہوگیا اس طرح شام سب سے پہلے معتزلہ کے تسلط میں چلا گیا۔ اب دُکھ تو اس بات کا ہے کہ شام کو جب اچھے حاکم میسر آئے تو علویوں اور عباسیوں کی مشترکہ سازشوں سے دولتِ امویہ کا 132 ہجری میں ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔

بنو عباس اعتزال کی آغوش میں

بنوامیہ کے خاتمے کے ساتھ ہی بنوعباس نے اعتزال کی قربت شروع کر دی۔ عمرو بن عبید اور واصل بن عطاء کو مملکت میں نظریاتی تبلیغ کا اذنِ عام عطا ہوا امام واصل ۔ایک مالدار شخص تھے انہیں جب پتہ چلا کہ ایران وسطِ ایشیا اور دیگر دور دراز علاقوں میں قرآنی مبادیات پر کھلے منہ باتیں ہو رہی ہیں تو آپ نے اپنی جیب سے

نقیبوں اور مبلغین کا انتخاب کر کے اطراف واکناف عالم میں بھجوا دیئے ۔عبداللہ بن حارث کو مراکش بھیجا جہاں بہت سے لوگوں نے اعتزال قبول کیا۔حفص بن سالم کو خراسان روانہ کیا جہاں جہم بن صفوان سے مڈبھیڑ ہوئی جہم ہزیمت کھا گیا لوگ جوق در جوق حلقۂ اعتزال میں شامل ہوتے گئے اسی طرح حسن بن ذکوان اور ایوب کو الجزائر۔عثمان طویل کو آرمینیہ اور کعبی کو یمن بھجوایا۔ یہ لوگ جہاں جہاں گئے ان کی تبلیغ سے لوگ حدوحساب سے زیادہ اعتزال کیگرویدہ ہوتے چلے گئے۔

اعتزال کا شہرہ اور پذیرائی

ادھر حسنِ اتفاق ملاحظہ ہو کہ بنوامیہ کے بعد بنوعباس نے بھی دامنِ اعتزال کو تھام کر مملکت کے اہم عہدے ان ہی کے سپرد کر دیئے اور عمرو بن عبیداور واصل کے مشن کو پذیرائی دی واصل نے تبلیغی مشنوں کے ذریعہ جو کام کرنا تھا کر ڈالا ادھر عمرو بن عبید کے علمی کمالات کے علاوہ شبلی لکھتے ہیں کہ

> ''وہ نہایت زاہد و عابداور دنیا سے بے نیاز تھا حسن بصری سے ایک شخص نے اسکی نسبت سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ تم ایسے شخص کی نسبت پوچھتے جس کو گویا فرشتوں نے ادب سکھایا ہے اور انبیا نے اس کی تربیت کی ہے میں نے اس سے زیادہ کسی کے ظاہر کو باطن کے ساتھ موافق نہیں پایا (ابنِ خلکان) خلیفۂ منصور عباسی کے دربار میں اس کا آنا اور نہایت بے نیازی اور آزادی سے گفتگو کرنا نہایت دلچسپ واقعہ ہے جس کا تذکرہ تمام مؤرخوں نے کیا ہے اس کے مرنے پر خلیفہ نے مرثیہ لکھا۔ اہلِ تاریخ کا بیان ہے کہ یہ شرف یعنے خلیفۂ وقت کا مرثیہ لکھنا عمرو بن عبید کے سوا دنیا میں کسی کو حاصل نہیں ہوا''۔ (شبلی ص 74،ص 75)

ادھر ان ہی دنوں خلیفہ منصور نے لوگوں کی پذیرائی سے متأثر ہو کر مملکت میں علوم وفنون کی اشاعت پر زور دیا، سریانی ،عبرانی ، یونانی ، ایرانی اور فلسفہ ہند سے متعلق کتابوں کے تراجم کرائے جس سے افکار کے انتقال کا سلسلہ چل پڑا۔ فلسفیانہ اور کلامی مسائل کی گرم بازاری سے مسلمانوں کی اغلاقیات متأثر ہونے لگیں کیونکہ ان کے مذہب کی بنیاد روایات اور نقلیات پر تھی جبکہ عقلیات کی یورش کے سامنے مذہب اور نقلیات نے ہمیشہ زک اُٹھائی ایسے میں خلیفہ منصور نے دفاعِ اسلام کی دہائی دی مگر کوئی نہ تھا جو دفاع کے جدید اُسالیب سے واقف ہوتا جہاں تک ''عقیدہ'' محض کا تعلق ہے تو وہ صرف راسخ العقیدہ لوگوں کا شیوہ ہے اہلِ دانش اسے دلیل نہیں سمجھتے ان کے نزدیک مذہب کاٹھ کی ہنڈیا ہے جو چولھے پر رکھتے ہی جل کر فنا ہو جاتی ہے۔غرض فقہا اور۔۔۔

محدثین خلیفہ کی دہائی پر میدان چھوڑ کر گوشہ نشین ہوتے چلے گئے جس سے شہ پاکر زنادقہ، ملاحدہ، قرامطہ اور مجوسی افتاد کے منکرین زور میں آ گئے جس سے گھبرا کر منصور نے ان لوگوں کو جن کو وقت کے چیلنج کو قبول کرنے کی صلاحیت اور توانائی حاصل تھی میدان میں اُترنے کی دعوت دی چنانچہ معتزلہ نے خلیفہ کی ڈھارس بندھائی اور مذہب کو عقلی دلائل کا سہارا دے کر قابلِ اعتماد بنایا جسے دیکھ کر لوگوں کو بھی حوصلہ ملا۔ خلیفہ نے اعتزالی دانشوروں کی اتنی خود اعتمادی دیکھ کر ہر مذہب وملت کے آدمیوں کو بحث ومناظرہ کی عام اجازت دیدی۔ اب اعتزالی تحریک سے لاکھوں آدمیوں نے اپنے قدیمی عقائد سے دست بردار ہو کر اسلام کی بقاء کو قبول کرلیا گویا کہ اب اعتزال ہی لوگوں کا حاجت روا، مشکل کشا اور غوثِ اعظم بن گیا۔ کہتے ہیں کہ اسلام کی طرف لوگوں کے کشاں کشاں چلے آنے پر منصور کا دل باغ باغ ہونے لگا اور اس نے مملکت کے اطراف واکناف میں مجالس مناظرہ قائم کیں جن میں ہر جگہ معتزلہ ہی ممتاز نظر آنے لگے۔ شبلی کہتے ہیں کہ ____ درحقیقت اس وقت ان کی وجہ سے اسلام بڑے صدمہ سے محفوظ رہ گیا (ص 7/78 تا 8) ایک مناظرے میں ابوالھذیل علاف کی خوبی تقریر اور زورِ کلام سے تین ہزار سے زائد غیر مسلم اسلام لائے (شبلی)

ملاحدہ کے سامنے فقہا کی درماندگی

جب چہار دانگ عالم میں اعتزال کا شہرہ ہوا تو مختلف حکومتوں کی جانب سے عباسی راجدھانی بغداد سے ایسے دانشوروں اور علمائے کلام کی طلب آنے لگی جو ان ملکوں میں بسنے والے فلسفیوں سے مناظرہ کرنے کی صلاحیت رکھنے والے ہوں۔ چنانچہ احمد بن یحییٰ المرتضیٰ (1437ء) **طبقات المعتزلہ** میں لکھتے ہیں:

> ''ہارون رشید نے جن دنوں مذہبی مناقشات پر پابندی لگادی تھی تو سندھ کے کسی رجواڑے کے راجہ نے ہارون کو لکھا کہ سنا ہے تم ایسی قوم کے سردار ہو جو انصاف نہیں کرسکتے ارتکاز فکری (تقلید) کے پرستار اور تلوار کے زور پر غلبہ پانے والے ہیں تاہم اگر جناب اپنے دین ومسلک میں پختہ ہیں تو میرے پاس کسی مناظر کو بھیجو وہ جیت گیا تو ہم تمہاری مانیں گے ہار گیا تو تم ہم سے مل جانا چنانچہ ہارون نے فقہا میں سے ایک قاضی کو روانہ کردیا جب وہ اتنا طویل سفر طے کرکے راجہ کی دربار میں پہنچا تو اس کا بے حد احترام اور استقبال کیا گیا اور مجلسِ مباحثہ منعقد ہوگئی سُمنی (یعنے پنڈت) نے سوال کیا کہ قاضی صاحب تم اپنے معبود کے

بارے میں بتا سکتے ہو کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے؟ جواب ارشاد ہوا کہ ہاں قادر ہے! اعتراض اُٹھا کہ۔ کیا اپنی مثل پیدا کرنے پر بھی قادر ہے؟ قاضی جی نے فرمایا کہ یہ علمِ کلام کا مسئلہ ہے جس پر گفتگو کرنا بدعت ہے اور ہمارے بزرگوں نے اِس پر کچھ بولنے سے روک دیا ہے۔ اس پر پنڈت جی نے دریافت کیا کہ تمہارے وہ بزرگ کون ہیں؟ قاضی جی نے کہا فلاں، فلاں اور فلاں۔ اس پر پنڈت جی نے مایوس ہوکر راجہ سے کہا کہ میں نے تمہیں پہلے ہی بتلا دیا تھا کہ یہ لوگ مقلد محض ہیں ہمیشہ تلوار کا سہارا لے کر کام چلا لیتے ہیں چنانچہ راجہ نے قاضی جی کو خط دے کر واپس بھجوادیا خط میں تھا کہ میں نے مسلمانوں کے بارے میں سنا تھا کہ معقولیت اور سلیقے سے بات کرنا جانتے ہی نہیں اب یقین سے کہتا ہوں کہ نہیں جانتے فلما ورد الکتاب علی الرشید قامت قیامتہ وضاق صدرہ۔ جب راجہ کا یہ خط رشید نے پڑھا تو اس پر قیامت چل گئی اور شدتِ غم سے اس کا سینہ پھٹنے لگا اور۔ پکار کر کہا کہ۔ الیس لھذا الدین من یناضل عنہ۔ کیا ایسا کوئی شخص نہیں ہے جو اس دین کا دفاع کرے؟ حاضرین نے جواب دیا کہ امیرالمؤمنین تم نے خود ہی تو مذہبی مناقشات پر پابندی لگا دی تھی اب تو پروان چڑھنے والا وہ دفاعی کلچر ہی ختم ہو رہا ہے۔ خلیفہ نے حکم دیا جلدی ہندو عالم کے اس سوال کا جواب دینے والا تلاش کرو۔ چنانچہ دربار میں ایک بچہ بیٹھا تھا اس نے کہا کہ یہ بھی کوئی مشکل سوال ہے؟ ہرکوئی جانتا ہے کہ پیدا ہونے والا ہرلحاظ سے محدث (نیا جنم لینے والا) ہوگا جبکہ محدث قدیم جیسا نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا پنڈت جی کا مثلِ خدا پیدا کرنے کا سوال ہی غلط ہے کیا حادث اور قدیم یکساں ہوسکتے ہیں؟ جو کہتا ہے ہوسکتے ہیں وہ دماغی خلل کا مریض ہے بچے کے اس جواب پر دُنیا عش عش کراُٹھی اور ہرطرف سے واہ واہ کی صدائیں گونجنے لگیں۔ خوشی سے خلیفہ کا چہرہ تمتما اُٹھا حکم دیا کہ اس بچے کو بحفاظت سندھ روانہ کیا جائے لیکن حاضرین نے مشورہ دیا کہ یہ بچہ ہے پنڈت پینترے بدل بدل کر سوالات کی بوچھاڑ کردیں گے جس سے یہ گھبرا کر رُک جائے گا اس کے لئے معمر بن عباد السلمی (830م) کو روانہ کیا جائے۔ ادھر سندھی پنڈتوں ـــ

نے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ اُنہیں پل پل کی خبر مل جاتی تھی اور وہ پیش بندی کے طور پر اپنے مخالف کو دورانِ سفر ہی زہر دے کر یا کسی دوسرے ذریعہ سے وادیٔ مرگ میں پہنچا دیتے تھے اور ہمارے معمر کو اسی طرح کی موت سے ختم کر دیا گیا''۔

(طبقات المعتزلہ طبع بیروت ص 54 تا ص 56)

حدیث والوں کی بیچارگی

اس واقعہ سے اندازہ کریں کہ ہمارے فقہاء کس طرح اسلام اور مسلمین کی رسوائی کا سامان کرتے تھے کیونکہ وہ علومِ عقلیہ کا حصول بے دینی اور خباثت سمجھتے تھے۔ ان کا مقولہ ہے کہ

علم دیں فقہ است و تفسیر و حدیث
ہر کہ خواند غیر ازیں گردد خبیث

اب آیئے اسی قسم کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمایئے جو اہل الحدیث سے تعلق رکھتا ہے۔ امام احمد بن یحییٰ ہارون رشید ہی کے ناطے سے ایک اور واقعہ سناتے ہیں کہ ابو الحسین خیاط بتلاتے ہیں:

''ہند کے کسی بڑے راجہ نے ہارون رشید سے استدعا کی کہ ہمارے پاس کوئی ایسا عالم بھیج دو جو اسلام سے متعارف کرا سکتا ہو۔ خلیفہ نے اپنے ذرائع سے معلوم کر لیا کہ راجہ مذکور کے پاس ایک فلسفی پنڈت ہے چنانچہ آپ نے اہل الحدیث میں سے کسی محدث کو روانہ کر دیا جس پر پنڈت جی پریشان ہوئے، چنانچہ پنڈت جی نے نہایت رازداری سے ایک آدمی تیار کیا تاکہ راستے ہی میں ملکر محدث کے علم کی گہرائی معلوم کر لے، قصہ مختصر جب محدث پہنچا اور دربار منعقد ہوا۔ پنڈت اور محدث کا آمنا سامنا ہوا تو پنڈت جی نے سوال داغا کہ۔ کیا دلیل ہے کہ تمہارا ہی دین دینِ حق ہے؟ محدث نے کہا۔ حدثنا سفیان الثوری بکذا و حدثنا شعبہ بکذا و حدثنا ابن عون بکذا... حدیث بیان کی ہم سے سفیان ثوری نے ۔۔۔ حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے ۔۔۔ حدیث بیان کی ہم سے ابن عون نے ۔۔۔ یہ سن کر پہلے تو پنڈت جی حدثنا۔ حدثنا کی گردان سن کر چکرا گیا۔ آخر بول پڑا کہ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ تمہارے نبی نے جو دعویٰ کیا ہے روایات بیان کرنے والے سچے بھی ہیں؟ اس پر اہلحدیث نے ایک آیت پڑھی (فتح 48)۔

جو کہ برخود موقع و محل کی مناسبت سے تعلق نہ رکھتی تھی، تاہم پنڈت جی نے کہا کہ اسکا ثبوت کیا ہے کہ۔ یہ اللہ کا کلام ہے تمہارے پیغمبر نے اپنی حمایت میں وضع نہیں کیا؟ اسپر محدث بدحواس ہو کر خاموش ہو گئے اور ایک لفظ نہ بولے۔ اسپر راجہ نے خلیفہ کو لکھا کہ یہ شخص علم سے نابلد ہے کوئی اور صاحب بھجوایئے۔ ہارون رشید تب سمجھ گئے کہ یہ فقیہ یا محدث کا کام نہیں ہے کوئی متکلم تلاش کرو، چنانچہ معتزلہ کے شیخ ابوخلدہ کو قربانی کیلئے روانہ کیا، لیکن جب یہاں کے پنڈت نے بھی اپنے خفیہ ذرائع سے معلوم کرلیا کہ یہ تو بہت بڑے مناظرِ اسلام ہیں تو راستہ میں ابوخلدہ کا کام تمام کرادیا۔ (طبقات المعتزلہ طبع بیروت ص58، ص59)

یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ اعتزال ہی وقت کی آواز اور ضرورت تھی، غیر مسلموں سے آنکھ ملا کر بات کرنا صرف اور صرف دانشورانِ قرآن ہی کا کام تھا۔ جو لوگ علومِ عقلیہ اور کلامیہ کو فسادِ عقیدے کا لازمی سبب سمجھتے تھے وہ غیروں سے بات کرنے میں اسلام کو ہزار بار رسوا کرنے کے باوصف یہ سمجھیں کہ وہ اسلامی اخلاقیات کو حفاظتی حصار میں لئے ہوئے ہیں، نہ معلوم کس منہ سے یہ بات کہہ رہے ہیں؟ ہاں یہ تسلیم ہے کہ ان کی نادان دوستی اور علم دشمنی سے عقلیات کے چراغ یقیناً گل ہوتے چلے گئے۔ اور انکی رسمِ بیداد سے کتنے دانشورانِ قرآن فنا کے گھاٹ اتار لئے گئے ہوں گے۔ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ

> ''اشعری مذہب کے رواج کے ساتھ ہی اعتزال کے جبراً مٹانے کی کوشش کی گئی۔ معتزلیوں پر ہر طرح کا ظلم کیا جاتا تھا اور ان کو اپنے خیالات کے اظہار کی جرأت نہو سکتی تھی۔ محمد احمد جو بہت بڑے معتزلی عالم گزرے ہیں اور ۴۷۸ ھجری میں انتقال کیا، پچاس برس تک گھر سے نہ نکل سکے۔ علامہ زمخشری جن کی تفسیر کشاف گھر گھر میں پھیلی ہوئی ہے چونکہ معتزلی تھے اپنے ملک میں چین سے رہنے نہیں پائے تھے، مجبوراً مکہ چلے گئے''۔ (شبلی ص 81)

اشاعرہ اپنے فکری تناظر میں

معتزلہ کے ساتھ اشعریوں اور سنیوں نے جو کچھ کیا اس کی تفصیل سے پہلے ان گروہوں کے عقائد کے بارے میں کچھ وضاحت ہو جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ امام ابومحمد علی بن حزم اندلسی (1066ء) اپنی عقائدی انسائکلوپیڈیا۔ الملل والنحل میں واضح کرتے ہیں کہ وہ۔ طبائع اور فطرتِ اشیاء کو بالکل نہیں مانتے تھے۔ ذھبت الاشعریة

الیٰ انکار الطبائع جملہ و قالوا لیس فی النار حر. ولا فی الثلج برد. ولا فی العالم طبیعتہ اصلا. وقالوا انما حدث حر النار. وبرد الثلج عند الملا مسة وقالوا فلا فی الخمر طبیعة اسکار. ولا فی المنی قوہ یحدث بھا ما یحدث منہ ولکن اللہ تعالیٰ یخلق مایشاء وقد کان ممکنا یحدث من منی الرجل جملا. ومن منی الحمیر انسانا ومن رزمة الکزبر نخلا

اشاعرہ اپنے عقیدے کے تناظر میں اشیاء کے نیچر اور مزاج کا کلی طور پر انکار کرتے اور کہتے ہیں کہ آگ میں جو حرارت ہے۔ برف میں جو برودت ہے اور کائنات میں جو طبعیت، نیچر، مزاج اور فطرت ہے وہ کوئی شے نہیں ہے۔ آگ کے چھونے سے اور برف کے ٹچ کرنے سے حرارت اور برودت کا احساس ہوتا ہے۔ اسی طرح شراب میں نشہ بھی طبعاً نہیں ہوتا بلکہ منی (نطفہ) بذاتِ خود آفرینش کی ذاتی خوبی سے عاری ہے اور عین ممکن ہے کہ منی کے ذریعہ جو انسان پیدا ہوتا ہے اللہ اس میں ایسی تبدیلی پیدا کردیں کہ انسان کے نطفے سے اونٹ۔ اور گدھے کی منی سے انسان اور سبز دھنیاں کے پودے سے کھجور کا درخت پیدا کرڈالیں۔

(الملل والنحل بحوالہ فطرت اور قانونِ فطرت از محسن الملک طبع وکیل کمپنی امرتسر ص 49)

ابنِ حزم کا تعاقب

اشاعرۃ کی سوچ کی پستی کا بخوبی احساس کیا جاسکتا ہے خود ابنِ حزم نے اپنے تعاقب میں ان کو آڑے ہاتھوں لے کر واضح کیا ہے کہ یہ لوگ معقولیت کے بحران میں مبتلا ہیں لکھتے ہیں کہ۔ وما نعلم لھم حجة شغبوا بھا فی ھذا الھوس اصلا وقد ناظرت بعضھم فی ذالک فقلت لہ ان اللغة التی انزل القرآن بھا یبطل قولھم لا ن من لغة العرب القدیمة. ذکر الطبیعة والخلیقة والسلیقة والنحیرة والغریزة والسجیة والشیمة والحیلة والخیمة ولا ینکر ذوعلم فی ان ھذہ الا لفاظ استعملت فی الجاھلیة وسمعھا رسول اللہ ﷺ فلم ینکرھا قط ولا انکرھا احد من الصحابة ولا احد من بعدھم

میں اشاعرہ کے بوچ اور بوالہوسی کے عقیدے کے لئے کسی دلیل پر اطلاع نہیں پاسکا۔ ان سے مناظرہ بھی کیا اور ان پر واضح کردیا کہ قرآن پاک جس

لغت میں نازل ہوا ہے اس کا قدیم استعمالات میں نیچرا اور فطرتِ اشیاء کے بارے میں۔ جو الفاظ آئے ہیں وہ ان کے عقیدے کی تکذیب کرتے ہیں عرب میں نیچر اور اشیاء کے مزاج کے بارے میں ذیل کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ طبعیت اشیاء۔ قانونِ تخلیق۔ رائج وطیرہ۔ غرازت فطری مزاج۔ روش۔ جبلّت۔ وخیمة وغیرہ۔ اور کوئی بھی ذی علم انکار نہیں کرسکتا کہ مذکورہ الفاظ جاہلیت کے دور میں بھی استعمال ہوتے رہے ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے اسلام سے پہلے بھی سُنا اور اسلام کے بعد بھی مگر کہیں بھی نہیں لکھا کہ آپؐ نے ان الفاظ کے معانی اور فطرت کی مناسبت سے مفاہیم کا انکار کیا۔ یا۔ کسی صحابی نے کسی لفظ سے انکار کرکے مسترد کیا ہو اور نہ ہی صحابہ کے بعد لغتِ عرب کے دیگر دانشوروں نے استرداد اور نفی کا اظہار کیا۔ (الملل و النحل بحوالۂ فطرت و قانون فطرت ص 49، ص 50)

اس کے بعد ابنِ حزم نے شعراءِ جاہلیت امرأ القیس (545ء) حمید بن ثور الھلالی (650ء) اور نابغہ ذبیانی (604ء) کے اشعار پیش کرکے اپنے مفہوم کو پختہ بنایا اور اشعریوں کے فطرت شکن عقیدے کا ابطال کیا ہے دکھلانا یہ تھا کہ گدھے سے انسان اور انسان سے اونٹ پیدا کرنے والے اشعریوں نے اپنے عقائد میں قرآن محکم کی صریح تکذیب کی ہے ارشاد ہے فطرة الله التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق الله ذالک الدین القیم

اللہ کا قانونِ پیدائش وہی ہے جس کے مطابق اس نے تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے یہ ایسا محکم قانونِ تخلیق ہے جس میں نہ تغیر ممکن ہے اور نہ تبدیلی اور وہی قانونِ خدا ہے جو ہمیشہ سے قائم دموجود ہے۔ (روم، 30)

اس آیت میں اللہ نے اپنے قانونِ تخلیق کے پختہ و ناقابلِ تغیر ہونے کی ایسے الفاظ میں خبر دی ہے جو گدھے سے بندہ۔ اور بندے سے اونٹ پیدا ہونے کی غیر فطری اور مفروضہ تبدیلی کی نفی کرتے ہیں اور قانون یہ ہے کہ انسان سے انسان ہی پیدا ہوتا ہے وہ کسی بھی غیر فطری طریقے سے نہیں بلکہ نر و مادہ کے جفتی کے نتیجہ میں ہوتا ہے فرمایا ماتری فی خلق الرحمان من تفاوت

اللہ کے قانونِ تخلیق میں کہیں بھی فرق نہ پاؤ گے۔ (الملک، 3)

اس طرح وہ ذہن نشین کراتا ہے کہ فطرتِ اشیاء۔ اشیاء کے اندر ہوتی ہے۔ مرغی کا بچہ انڈے سے

نکلتے ہی دانے کی تلاش کرتا اور بطخ کا بچہ انڈے سے باہر آتے ہی پانی کا رُخ کرتا ہے یہ نہیں کہ دانے اور پانی کی تلاش انڈے سے نکلتے وقت اس میں شامل کر دی جاتی ہے؟

اشعریوں کے بھائی بند سلفی

اشعریوں کے فطرت شکن عقائد کے بعد ان کے پیروکار سلفیوں کے بارے میں بھی گفتگو ہونی چاہئے کہ کلامیات میں صفاتِ باری کا مسئلہ اہم اور بڑا حساس مسئلہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے بعض انسانی صفات کو اپنی طرف منسوب کیا ہے جو مجازات ،ضرب الامثال ،محاورات اور ادبی زاویہ سے تو درست ہیں مگر فکری زاویے سے قابلِ تأمل۔ مثلاً ''یـد'' کا لفظ ہے جو انسانی اعضاء میں سے ایک عضو ہے۔ وجـہ کا لفظ ہے جو پیشانی کے لئے خاص ہے۔ کـرسـی کا لفظ ہے جو انسانوں کے بیٹھنے کی جگہ کا نام ہے لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ یہی الفاظ اللہ۔کی صفات کے بطور بھی استعمال ہوئے ہیں لیکن معتزلہ کے مطابق الفاظ نسبتوں کے تابع بھی چلتے ہیں۔ مثلاً سماعت و بصارت انسان کی صفات ہیں لیکن اللہ نے بھی اپنے کو سمیع و بصیر کی صفات سے متعارف کرایا ہے۔ یہاں معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ کی نسبت سے سمیع کے معنے سماعت کا جو نتیجہ ہے وہی مراد ہے۔ بصارت کا جو ماحصل ہے وہی مراد ہے اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ ''یـــــد'' کی جب اللہ سے نسبت ہوگی تو اس کے معنے طاقت اور پاور کے ہونگے بلکہ عرب محاورات میں جب کسی محسن کو کہا جائے کہ ''لـکـم عـلـی ایاد'' تو یہاں ''ید'' کے معنے احسان کے ہوں گے یعنے تمہارے مجھ پر احسانات ہیں اسی طرح کـرسـی ۔ کے معنے اقتدار ،غلبہ اور حکمرانی کے ہیں جو بغیر تشبیہ کے اللہ کو حاصل ہیں۔ اب باوجود کہ ان صفات کو شانِ تقدیس کے مطابق استعمال کیا گیا ہے اشعری ،سلفی اور حنابلہ۔ اِن معانی کو تسلیم نہیں کرتے اور تشبیہ ہی کو بلا تاویل صحیح مانتے ہیں اور مخالفین پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ صفات کی نفی اور انکار کرتے ہیں جبکہ ان کا کہنا ہے کہ ہم صفات کی نفی نہیں کرتے انکار ان مفاہیم سے ہے جو یہ لوگ بلا تشبیہ مقرر کرتے ہیں۔ اس ضمن میں امام ابن تیمیہ (1328م) کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو فرماتے ہیں ،

> ''عرشِ عظیم۔اللہ کے بیٹھنے سے چرچراتا ہے عرش کے چاروں طرف سے اللہ میاں کا جسم چار چار انگلیوں جتنا باہر رہ جاتا ہے''۔

(منهاج السنة طبع مصر / 260)

موقع و محل کی مناسبت سے ایک اور نامور سلفی کا اقتباس ملاحظہ ہو علامہ عبدالکریم شہرستانی (1153م) اپنی عقائدی انسائیکلو پیڈیا میں لکھتے ہیں۔ عـن دائود الظاهری انه قال عفونی عن الفرج و اللحية وسلونی عماوراء ذالک فقال ان معبودی لهُ جسم ولحم ودم وله جوارح واعضا

و کبد ورجل وعینان وآذان

مقتدائے اہل روایت امام داؤد ظاہری (884م) کہتے ہیں مجھ سے خدا کی
داڑھی اور فرج کے بارے میں دریافت نہ کریں کہ ان کا حدیث میں ذکر نہیں ہے
ویسے خدا کے اعضاء ہیں جوارح ہیں جسم ہے گوشت ہے خون ہے رگیں اور پٹھے
ہیں جگر ہے پھیپھڑے ہیں، پاؤں ہیں، زبان ہے، دو آنکھیں اور دو کان ہیں۔

(الملل والنحل بحوالۂ منھاج السنة ابن تیمیه طبع مصر 338/1)

یہاں امام داؤد ظاہری سے بھول ہوگئی ہے سلفیوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اللہ سبحانہ کے ریش مبارک بھی ہیں جس کے ہر بال میں موتی پروئے ہوئے ہیں۔

یہ اقتباسات سلفیوں کے عقائد پر بخوبی روشنی ڈالتے اور معتزلہ اور ان کے مابین جو فرق ہے اچھی طرح واضح کرتے ہیں کہ وہ ہرگونہ تقدیس اور تنزیہ۔ کے قائل اور محاورات عرب کی روشنی میں ایسے معانی کو سامنے لائے ہیں جو قرینِ عقل بھی ہیں اور قابلِ تسلیم بھی اس کے برعکس سلفیوں نے جو پہلوانی کی ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے اور انصاف کا ترازو آپ کے ہاتھ میں ہے آپ بہتر فیصلہ کرسکتے ہیں۔تاہم سلفیوں میں وہ بھی تھے جو سرسید کے شدید نقادہو کر بھی صفات کی تاویل کرتے اور معتزلہ کے اندازِ تعبیر کو پسند فرماتے تھے۔امام المناظر یحضرت الشیخ ثناء اللہ امرتسری (1948م) اور علامہ عنایت اللہ گجراتی امام مسجد اہلحدیث گجرات کی تصانیف اس پر زندہ گواہ ہیں۔

معتزله. کا مأخذ

معتزلہ کا ماٰخذ معلوم کرنے میں دو رائیں نہیں ہوسکتیں کہ اول وآخر قرآن پاک ہے۔ وہ بلند پایہ محقق تھے۔ سکالر تھے درجۂ اجتہاد پر فائز تھے قرآنی الفاظ کے مزاج سے بحث کرتے اور عقائد واحکام میں قرآن کی عمومی پالیسی کو نظر میں رکھتے تھے بلکہ گہرائی میں جاکر دیکھئے تو صحابہ کرامؓ کے ہاں بھی ان کا موقف اساس رکھتا ہے علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ

''اور مذاہب کی طرح اعتزال کے ابتدائی آثار بھی خود آنحضرت ﷺ
اور صحابہؓ کے زمانے میں موجود تھے''۔

پھر لکھتے ہیں کہ

''صحابہ میں ایسے بھی تھے جو ہر بات کو عقل کے معیار سے جانچتے یا کم از
کم یہ کہ عقل کو معاملاتِ شریعہ میں بے کار نہیں خیال کرتے تھے یہی اعتزال کی اصلی
بنیاد تھی جس پر آگے چل کر بڑی بڑی عمارتیں قائم ہوئیں''۔(شبلی ص 1/72 تا 6)

صحابہؓ کی فکر سے اعتزال کا اِستدلال

امام احمد بن یحییٰ المرتضے (1437م) نے طبقات المعتزلہ میں ذیل کے صحابہؓ رسولؐ کو، طبقۂ اولےٰ میں شمار کیا ہے۔ خلفائے اربعہ۔ عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، ابوالدرداء، ابوذرغفاری اور عبادہ بن صامت (ص 1/9 تا 3) مثلاً ابوبکر اور عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں نے کلالہ. اور اس عورت کے بارے میں جس میں اس کے مہر کا معاملہ خود اسی کے سپرد کیا گیا ہو ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے حوالہ سے کہا تھا کہ اقول فیھا برائ فان کان صواباً فمن الله و ان کان خطاء فمنی ومن الشیطان

یہ ہماری رائے ہے اگر درست ہے تو اللہ کی جانب سے ہے، اگر غلط ہے تو ہماری جانب سے۔

اسپر احمد بن یحییٰ لکھتے ہیں کہ. فھذا القول یقتضی بذالک ای بالتصریح بالعدل وانکار المجبر

ان کا یہ کہنا واضح کرتا ہے کہ وہ ''عدل'' پر ایمان رکھتے اور ''جبر'' کو تسلیم نہ کرتے تھے۔ (ص 11/ سطر 4 تا 7)

اسی طرح عمر فاروق کا واقعہ ہے کہ

ایک چور نے جب کہا کہ مجھ سے چوری کا عمل ۔اللہ نے کرایا ہے تو فاروقِ اعظم نے ''جبـر'' کی نفی کرتے ہوئے اسے چوری کی سزا دی ۔ اور چوری کرانے کی اللہ پر ذمہ داری ڈالنے کے جرم میں درے بھی لگوائے۔ (ص 8/11 تا 11)

جب لوگوں نے حضرت عثمان کو محاصرے میں لے کر پتھر برسائے اور کہا کہ ۔ اللہ یہ تم پر پتھر برسا رہا ہے تو آپ نے فرمایا یہ اللہ پر جھوٹ ہے وہ نہ جُرم کراتا ہے نہ اپنے کام پر سزا دیتا ہے ۔ اس پر احمد بن یحییٰ لکھتے ہیں وھذا ایضا یقتضی انکارہ الجبر

حضرت عثمان کا یہ جواب نیز عقیدۂ جبر کی نفی اور عدل کی تثبیت کرنا ہے۔ (ص 12/11 تا 13)

عبداللہ بن عمر کے واقعات میں ہے کہ انہیں جب بتلایا گیا کہ کچھ لوگ زنا، شراب، سرقہ اور خون ریزی کا ارتکاب کر کے پھر کہتے ہیں کہ کان فی علم الله فلم نجد بُدًّا منه

یہ برائیاں اللہ کے علم میں تھیں ہم کرنے پر مجبور تھے۔ اس پر آپ نے شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ اللہ کے علم میں ان کا فعل تھا ان کے کرنے پر ان کو اُبھارنا نہیں تھا۔ (ص 1/12 تا 4)

حضرت عبداللہ بن عمر فرمایا کرتے تھے لعبد یعمل المعصیة ثم یقربذ نوبه علیے نفسه احب الی من عبد یصوم النهار ویقوم اللیل ویقول ان الله تعالی یفعل الخطیئة فیه

ایک انسان جو گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے مجھ سے سرزد ہوا ہے۔ تو ایسا انسان مجھے اس انسان کی بہ نسبت اچھا لگتا ہے جو دنوں کے روزے رکھتا اور راتوں کو نمازیں پڑھتا اور کہتا ہے کہ برائیاں اور خطائیں اللہ نے کرائی ہیں۔ (ص 12)

ابنِ عمر کا یہ قول نیز عقیدہ ''جبر'' کی نفی کرتا ہے۔ (ص 10/12 تا 11)

حضرت عبداللہ بن عباس کے بیٹے علی ابن عبداللہ بتاتے ہیں کہ ایک بار میں اپنے والد کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص اندر آیا اور کہا اے عبداللہ بن عباس یہاں ایسے بھی لوگ ہیں جو۔ یزعم انهم اتوا من قبل الله وان الله اجبر هم علیے العاصی خیال کرتے ہیں کہ انہیں اللہ ہی نے گناہوں کے کاموں پر مجبور کر رکھا ہے۔

اس پر ابنِ عباس نے فرمایا۔ لو اعلم ان منهم ههنا احد القبضت علیے حلقه فحسرته حتیے تذهب روحه عنه. لا تقولوا اجبر الله علیے المعاصی

اگر مجھے پتہ چلے کہ حاضرین میں سے کوئی اس طرح کا آدمی موجود ہے تو میں اس کا گلہ پکڑ کر اس وقت تک دبائے رکھوں جب تک اسکی جان میں جان ہے۔ لوگو یہ نہ کہو کہ اللہ سبحانہ برائیوں کے ارتکاب پر مجبور کرتے ہیں۔

(ص 6/13 تا 11)

مقصد یہ کہ اللہ برائیاں نہیں کراتا انسان اپنے کرتوتوں کا آپ ہی فاعل ہے۔

حضرت انس فرمایا کرتے تھے۔ ماهلکت امته قط حتی یکون الجبر قوم۔

جو قوم جبر یہ عقیدہ رکھتی اور عدل کے تقاضے کچل دیتی ہے اسکی تباہی میں دورائیں نہیں ہوسکتیں۔ (ص 11/13)

حضرت ابی بن کعب فرماتے تھے السعید من سعد بعمله والشقی من شقی بعمله

سعادت وشقاوت اپنے ہی اعمال کے مظاہر ہیں یہ نہ کہو کہ شقاوت میں

اللہ کا ہاتھ ہے۔ (ص 12/13)

امام حسن سے روایت ہے ایک ایرانی دربارِ رسالت میں حاضر ہوکر کہنے لگا۔ (آیتھم ینکحون امھاتھم واخواتھم وبناتھم فاداقیل لھم لم تفعلون ذالک؟. ہمارے ہاں ایسے بھی لوگ ہیں جو ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں سے بیاہ رچاتے ہیں پھر جب انہیں کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ فحش کیوں کرتے ہو؟ تو کہتے ہیں قضاء اللہ و قدرہ. اللہ نے ہمارے مقدر میں یہی لکھ رکھا تھا اور اسکے تقدیری فیصلوں کو ہم نہیں مٹا سکتے۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا اما انہ سیکون فی امتی قوم یقولون مثل ذالک قال اولئک مجوس امتی.

تم دیکھو گے کہ میری امت میں بھی ایسے ہی لوگ پیدا ہوں گے جو اپنے برے کرتوتوں کو تقدیر کا فیصلہ کہیں گے۔ لوگوسن لوکہ ایسے ہی لوگ میری امت کے مجوسی ہوں گے۔ (ص 14/13)

امام حسن کی یہ روایت قرآنی نقطہ نظر سے تو بالکل درست ہے لیکن۔ اگر روایتی معیار کے مطابق بھی محفوظ اور بے عیب ہے تو معتزلہ کے مأخذ میں قابلِ فخر اضافہ ہے کہ خود نبی اکرمﷺ بھی ''جبر'' کے خلاف تھے ''عدل'' کی حمایت کرتے تھے۔

ایک بار نبی اکرمﷺ سے ۔سبحان اللہ ۔کی تشریح دریافت کی گئی تو فرمایا۔ اللہ۔ ہر برائی سے پاک ومنزہ ہے۔ (ص 14) ان حوالہ جات سے آپ معتزلہ کے افکار وعقائد کا بخوبی احساس کرسکتے ہیں کہ پاکیزگی اور اللہ کے لئے پاک جہتی کا کتنا خیال رکھتے تھے۔

راھوارانِ جادۂ قرآن کے القاب

دیگر اقوام کی طرح مسلمان بھی ضعفِ عقیدہ کے مریض رہے ہیں۔ یہ بھی اچھنبہ پرستی میں کسی سے پیچھے نہیں،۔ انگشتری میں فیروزہ جڑا ہو تو خوش بختی کے پَٹ کھل جاتے ہیں۔ یاقوت اور زمرد ہوں تو بہت سی آفات سے پناہ ملتی ہے۔ روبی ہو تو قسمت کے وارے نیارے ہیں۔ اسی طرح ان کا عقیدہ ہے کہ معجزات وکرامات، سحر اور منتروں سے کایا پلٹ جاتی اور قلبِ ماہیت یقینی بن جاتی ہے جبکہ معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ معجزات وکرامات ہوں یا تبدیلی کے مفروضہ دیگر اسباب وعوامل ان سے عقیدۂ توحید مجروح ہو جاتا ہے لہٰذا اہلِ توحید پر واجب ہے کہ احترام وعزتِ باری کے پیشِ نظر معجزات اور مفروضہ کرامات کے عقیدے اور تاثیر کی نفی کریں اور خدائے لایزال کے اختیارات میں شراکت سے باز رہیں نیز انسان سے جو برائیاں سرزد ہوتی ہیں ان کی نسبت اللہ کی

جانب نہ کریں۔اس زاویہ سے معتزلہ کا ایک لقب ''توحیدی'' بھی ہے۔ لایرضہ لعبادہ الکفر اللہ۔
کفر، شرک قتل ناحق، زنا اور نافرمانی کی تمام اقسام کو ناپسند فرماتے ہیں کہ یہ تمام افعال انسان کے اپنے ہی
ارادے اور اختیار کا مظہر ہیں۔ اللہ نے اسے بے اختیار پیدا نہیں کیا۔ اسے اختیار اور یہ قدرت حاصل ہے کہ جو
عمل چاہے کرلے اس لحاظ سے ان کا ایک نام ''قدری'' بھی یعنے قدرت رکھنے والا بھی ہے۔ اسکے برعکس جن کا
عقیدہ ہے کہ انسان اپنے ہر عمل میں بے بس اور مجبور ہے وہ جو عمل کرتا ہے وہ خود نہیں خدا کراتا ہے ان کو
''جبری'' یا سلفی یا اشعری کہتے ہیں حالانکہ اللہ کے قانون میں نہ جبر ہے نہ اکراہ۔
معتزلہ۔کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ برائیاں ظلم ہیں ان کا مرتکب ظالم ہے۔ جبکہ اللہ ''عادل'' ہے جو
برائیوں کا حکم نہیں دیتا اس لحاظ سے انہیں ''عدلی'' بھی کہا جاتا ہے۔اس طرح قدری، توحیدی، اور
عدلی سب اعتزال ہی کے پیکر ہیں اور اعتزال اس فکر کا اظہار ہے یا وہ جادہ ہے جس پر چل کر وحی قرآن تک
رسائی حاصل ہو سکتی ہے لہٰذا ان القاب میں فرقہ بندی کی ٹوہ لگانا بگڑے کردار لوگوں کا کام ہے۔

زوالِ عقل و دانش کا صدمۂ جانکاہ

یہ بات کہ شعور و آگہی کا جو کارواں نوحؑ سے چل کر ابراہیمؑ پھر موسیٰؑ و عیسیٰؑ سے ہوتا ہوا محمدؐ بن
عبداللہ کے پاس آ کر رُک گیا اپنی غرض وغایت پوری کر چکا تھا صحیح نہیں ہے ابھی شعور کے ارتقائی سفر اور ارتقاء
کی آخری حد کا فیصلہ نہیں ہوا جبکہ انسان ازل سے تا ابد شعور کا محتاج رہا ہے۔ انبیاء بھی باشعور لوگوں سے خطاب
کرتے تھے اور قرآن نے بھی شعوریوں ہی سے ہمکلامی کی لہٰذا یہ سوچ کہ اب شعور و آگہی کا کارواں رُک گیا
ہے۔اسکی رفتار تھم گئی ہے غلط ہے بلکہ اب عقل کی اہمیت یوں بھی دوچند ہوگئی ہے کہ عقل کے ساتھ نیا تجرباتی اور
مشاہداتی عمل یعنے سائنسی فہم بھی شامل ہوگیا ہے جبکہ مذہب پہلے ہی کسی فلسفے کے مقابل ٹھیر نہ سکتا تھا اب تو
سائنس کے سامنے آنے سے کیا ٹھیرے گا پہلے عقل نے اگر لباسِ اعتزال میں اپنا فعال کردار ادا کیا تھا تو اب
پہلے سے زیادہ حریتِ فکری کے ساتھ اور بغیر کسی قدیم خواہ جدید نسبتِ اختیار کیے۔کام ہو رہا ہے گذشتہ کئی
صدیوں سے اعتزالِ جدید نے نسبتی قباء کو اُتار کر ایسے ایسے محیّر العقول راستے تلاش کیے اور نظریات کو سائنٹیفک
جہتوں سے روشناس کرایا ہے کہ دنیا محوِ حیرت واستعجاب میں انگشت بدنداں ہے بلکہ اب تو ابوالحسن الاشعری کی
اُمت بھی عقلیات کا سہارا لے کر ہی اپنی فکری کمزوری پر پردہ ڈال رہی ہے۔ یہ درست ہے کہ حالات کی ستم
ظریفی نے معتزلہ کے عروج کو زوال میں بدل دیا ہے لیکن دنیا جانتی ہے کہ زوال کو کسی معقول طریقے سے لایا
نہیں گیا۔ جبر واستبداد اور مذہب کے سیاہ ہتھکنڈوں سے قرآن والوں کو زوال آشنا کیا گیا لیکن یہ کیوں

نظر انداز کیا جاتا ہے کہ ''جدیدیت'' خود ان کے عقائد و افکار کو ایک ہی ریلے میں خس و خاشاک کی طرح بہا لے گئی ہے کیا یہ کم مکافاتِ عمل ہے کہ آج مذہب کا نام لیتے ہی گھن آتی اور اشعری فکر سے بیزاری کی لہر اُبھرتی ہے ۔ مانا کہ اشعریوں نے معتزلہ کا وجود رہنے نہیں دیا لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ان کا کام پہلے سے زیادہ لازوال بن گیا ہے ۔ اب کوئی سی تقلیدی نسبت استعمال کرنے کو یوں بھی معیوب سمجھا جاتا ہے کہ اب کوئی بھی ریسرچ سکالر کام کو نظر میں رکھتا ہے نام کو نہیں ابوالحسن اشعری بیچارہ اگر اعتزال چھوڑ کر سنی بنے اور طبقۂ فقہا اور محدثین نے جو منطق اور فلسفہ سے بالکل نا آشنا تھے ان کو فتوے کا سہارا دیدیا تحقیق و ریسرچ کا اسلوب چھوڑ کر فتوے کلچر کو فروغ دیکر نام کمایا ۔ سنی جو عقلیات سے عاری تھے اُن کو اپنے پیچھے لگایا ۔ اس کے باوصف جب کبھی غیروں سے سامنا ہوا تو دفاع کیلئے وہی اسلوب اپنایا جسے کفر خالص کہہ کر چھوڑ چکے تھے بلکہ جدید نویسوں نے پوری تحدی سے کہا ہے کہ آخر عمر میں ''مـقـالات الاسلامیین'' لکھ کر ایک بار اپنے کئے کی تلافی کر ڈالی تھی ۔ لیکن اب کیا ہوسکتا تھا اب پیروکاران کی کج ادائی کو راہ صواب سمجھ کر ذریعۂ نجات ٹھیرا چکے تھے ۔ اب ان کی نظر اول و آخر پر نہیں تھی وہ درمیانی عرصے کی اخلاقیات ہی کو ضلالت سے بچنے کا وسیلہ بنا چکے تھے ۔ اور یہ درست ہے کہ پانچویں صدی ہجری میں بڑے بڑے نامور علما نے آپؐ کے اسوۂ تکفیر کو اپنا کر بڑے معرکے سر کئے قاضی ابوبکر باقلانی (1013م) ابن فورک (1015م) ابواسحاق اسفرائنی (1016م) اور ابواسحاق شیرانی (---) نیز امام غزالی سب اسی دور کی پیداوار ہیں جب احادیث اور فتوے کا چلن تھا لیکن دنیا نے دیکھ لیا کہ عقل و شعور کا گلا دبانے والے تہی دست تھے تفہیم کا اسلحہ ان کے پاس نہیں تھا نتیجہ یہ کہ سائنسی دور شروع ہوتے ہی وہ سب کے سب موجِ دریا میں بہہ گئے بلکہ ان میں سے محمد بن الحسن بن فورک تو کھلے عام رہِ ضلالت پر چل کر اپنی مسلم زندگی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا تھا اسکا عقیدہ تھا کہ کـان رسـول الـلـه ﷺ رسولا فی حیاتہ فقط و ان روحہ قد بطل و تلاشی

رسول اللہ اپنی زندگی میں رسول تھے وفات کے بعد رسول نہ رہے اور
مرنے کے بعد جنابؐ کی روح باطل ہو چکی اور بھٹکتی رہی ۔ (نعوذ باللہ) چنانچہ باطل
عقیدے کی وجہ سے سلطان محمود غزنوی نے اسے زہر دے کر مروادیا تھا۔

(طبقات السبکی طبع مصر 52/3-56 ۔ النجوم الزاھرہ۔ 240/4 ۔ وفیات الاعیان 482/1 ۔ تبیین کذب المفتری ص 232 وغیرہ)

تلوار کی پیاس خون سے بُجھتی ھے

اشعریوں کی بیگانہ خود حرکتوں سے خون آشام

تلواریں فضا میں لہرائیں اور بے گناہوں کے خون سے نہلائیں اشاعرہ کی تعلیمات کے مطابق سلجوقیوں نے انسانی آبادی سے حریت رائے کا پورا استیصال کر دیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے بچپن میں قطب الدین مسعود نیشا پوری سے تعلیم پائی تھی اور وہ اشعری المذہب تھے اسی طرح سلطان صلاح الدین کو جب حکومت حاصل ہوئی تو اس نے تمام حکومت میں بجبر اشعری عقائد جاری کر دیئے (مقریزی ص 250 بحوالۂ شبلی ص 82) بہ جبر کے معنے یہ ہیں کہ موصل، شام، عراق، لبنان اور فلسطین وغیرہ مقامات پر معتزلہ ہی سرفراز اور سربلند تھے لیکن صلاح الدین کی شافعی تلوار نے جس طرح صلیبیوں پر فتح پالی اسی طرح کلمہ گو مسلمانوں کے گرم خون سے بھی اپنے حلق کو طراوت بخشی۔ نیز مصر کی ازہر یعنے فاطمی یونیورسٹی کو شافعی یونیورسٹی میں تبدیل کر کے ثابت کر دیا کہ معتزلہ اگر انکی شاہی میں نہ پنپ سکتے تھے تو حنفی و شیعہ مسلمان بھی عزت کی نگاہ سے نہ دیکھے جاتے تھے۔

اسی طرح مراکش اور سپین میں بھی معتزلہ کو جبر کی نیند سلا دیا گیا۔ امام غزالی جن دنوں بغداد کے مدرسہ نظامیہ کے مدرس تھے مراکش کے محمد بن تومرت نے ان سے تعلیم حاصل کی یہ اور ان کا والد عبدالمؤمن علی نے مراکش اور سپین پر حکومت اور بہ جبر اشعری عقائد کو فروغ دیا بلکہ حکم دیا کہ اشعری عقائد کے منکر کو قتل کر دیا جائے چنانچہ سخت خون ریزی کے بعد تمام اسپین اور مغرب میں اشعری کے سوا کسی فرقے کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا۔ (مقریزی ص 358 بحوالۂ شبلی ص 82) ان حالات میں اگر اجسام کو خاک وخون میں تڑپا دیا گیا تو وجہ بھی تھی مگر اس سے اعتزال کی روح، پالیسی اور ارتقائی سفر کو پھر بھی گزند نہ پہنچ پایا اور نہ ہی ابدالآباد تک پہنچ سکے گا۔

رواداری یا ۔ ابلھی؟

میں عالمِ اسلام کے بگڑے مزاج اور عقائدی بحران پر نوحہ کناں ہوں۔ مجھے کسی فرد کی نہ تنقیص مطلوب ہے اور نہ ضرورت سے زیادہ احترام۔ باایں ہمہ مجھ پر اعتراض ہے کہ میں نے راسخ العقیدہ "قرآنی" ہوکر بھی ابوالحسن اشعری اور ان کے ہمنواؤں کی فکری استبداد اور دانشورانِ قرآن پر مشقِ تکفیر کرنے کے باوصف انہیں قرآنی دانشوروں میں شمار گیا ہے۔ اس بارے میں میں اپنی صفائی میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اشعری کے بارے میں جدید نویسوں نے یہ تاثر دیا ہے کہ وہ جب کبھی دفاعی لہجہ میں بات کرتے تو ماضیٔ بعید کی طرح عقلیات ہی کا سہارا لیتے تھے اور عقلیات کے اعتراف کے معنے ہیں کہ انہوں نے اعتزال کا یہ کہہ کر دوبارہ اعتراف گیا ہے کہ عقل اور اعتزال جدا نہیں ہو سکتے یہ ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں بلکہ دو جڑواں بھائی کی حیثیت رکھتے ہیں ایسے میں مَیں نے ان سے زیادتی

نہیں کی جادۂ انصاف پر چلا ہوں کہ میرا شیوۂ ہی یہی رہا ہے کہ نسبت کوئی سی ہو یا نسبت سے ہٹ کر کسی نے 5% بھی قرآن کے بارے میں خیر سگالی کا اظہار کیا ہے تو وہ نہ صرف تحسین و مرحبا کا سزاوار ہے بلکہ اس کا حق بنتا ہے کہ اسے قرآنی دانشور کہا جائے۔ کیونکہ میرے نزدیک قرآن کسی فرقے کی کتاب نہیں ہے کائناتی مرقعِ ہدایت ہے اس سے ہدایت و رہنمائی حاصل کرنا ہر فردِ بشر کا مشترکہ حق ہے خاص کر اشعریوں یا سنیوں میں سب کے سب فتویٰ فروش اور مشق تکفیر کرنے والے نہیں تھے امام رازی جیسے یگانۂ روزگار بھی اشعری تھے جو نقل سے ہٹ کر عقل سے بھی کام لیتے تھے بلکہ اشعری ہونے کے ناطے سے ان کا یہ کارنامہ ابدالآباد تک زندہ رہے گا کہ انہوں نے بطورِ خاص امام المتکلمین محمد بن بحر الاصفہانی کے ''مفاتیح الغیب'' میں جابجا حوالے دیکر اعتزال کو لازوال بنا دیا ہے اب یہ اخلاقی سفلہ پن یا اندھے تعصب کا اظہار ہوگا کہ ان کو دانشورانِ قرآن میں جگہ نہ دی جائے۔ یہ اگر میری خام کاری ہے یا ابلہ فریبی تو مجھے ایسی ابلہ فریبی پر پچھتاوا نہیں سرسید اہلحدیث معتزلی تھے، شبلی حنفی معتزلی تھے محسن الملک، حالی اور مجتہد العصر چراغ علی شیعہ معتزلی تھے جو بعد میں سب ہی لبرل بن گئے تھے اور یہ سب ملتِ مسلمہ کے مایۂ ناز فرزند تھے۔ لیکن اس کے باوصف وہ قرآن کے قدآور دانشور تھے بلکہ ظاہری نسبت تک استعمال نہ کرتے تھے صرف شبلی تھے جو نسبتِ نعمان سے اعزاز رکھتے تھے جبکہ نعمان بھی دراصل ''عقلیت'' ہی کا استعارہ ہے۔

غیر فانی رِسالت

یہ بات کہ اشعری صفات کی تاویل نہیں کرتے جس سے تجسیم کا عقیدہ جنم لیتا ہے۔ یا عصمتِ رسولؐ کا پاس نہیں کرتے یا۔ رسولؐ کو اس معنے میں خاتم نہیں مانتے کہ آپ بقیدِ حیات نہیں ہیں۔ تو ہم ان پر بھرپور تنقید کرتے اور اپنا مفہوم کھل کر بیان کرتے ہیں ہماری ذمہ داری صرف اتنی ہے اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ میرا ایمان ہے کہ رسولؐ اللہ اور قرآن کی رسالت نے باہم۔ ''مندمج'' ہوکر رسالتِ رسول کو دائمی اور ابدی بنا دیا ہے۔ اب اگر رسول انسانی پیکر میں ذائقۂ فنا چکھ بھی چکے ہیں تو قرآن نے آپؐ کی خاک وگل والی رسالت کو اپنی رسالت کا جز بنا کر ابدی حیثیت دیدی ہے۔ رسول نہ ہو تو قرآن بہرحال ہمیشہ ہمیشہ رہے گا یعنے رسولؐ کی رسالت برنگِ دگر لازوال اور غیر فانی رہے گی اور دنیا فیضانِ رسالت سے سیراب ہوتی رہے گی۔

فحش کے رسیا۔ رجالِ حدیث

میں نے انسانوں کی فکری کج ادائیوں اور عملی کوتاہیوں پر نظر نہیں رکھی کہ وہ جانیں اور ان کا عمل۔ میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ معتزلہ اگر شاہوں کے ندیم بن کر درباریوں میں آزادانہ گھوم پھر کر کسی فحش کا ارتکاب کر بھی لیتے

ہیں تو انہیں جان سے مارڈالو تب بھی یہ نہیں کہیں گے ہم سے یہ برائیاں اللہ کراتا ہے خاص کر طنز اور نقد کا یہ پہلو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ گروہ فقہا اور محدثین درباروں میں پہنچ کر نبیذ (عراقی شراب) بھی پیتے تھے اور درباری آداب کے مطابق شاہد باز بھی تھے اور باوجود کہ وہ فاسق کی روایت قبول نہ کرتے تھے پھر بھی ان سے روایت کرنے کا عام رواج تھا مثلاً سلیمان بن ارقم اور اس کے پوتے کے بارے میں سب ہی نے لکھا ہے کہ فحش کے رسیا تھے درسِ حدیث بھی دیتے تھے اور خوبرو تلامذہ کی دبرزنی بھی کرتے تھے (تہذیب التہذیب ابن حجر جلد 1/165/4)۔اور سلیمان الشاذکونی (847م) نے تو اس شغل سے بڑا نام کمایا۔

(لسان المیزان طبع دکن 84/3 تا 88)

کہنے کا مقصد ہے کہ خوردہ گیروں نے بہت سے معتزلہ کو دانستہ ہدفِ منکرات و فحش بنا کر اعتراض کیا ہے اس طرح کے طبقہ فجار کو دانشورانِ قرآن میں شمار نہ کیا جائے۔ مانا کہ مشورہ درست ہے مگر کتنے لوگ۔۔۔ ذہنی پاکیزگی کے حامل ہیں اور فحش کو مجبوری تسلیم نہیں کرتے۔

صحتِ حدیث کا معیار

بہت سی باتیں ہو چکیں مناسب ہوگا کہ احادیث کے رد و قبول کا وہ معیار بھی سامنے لایا جائے جو دانشورانِ اخلاقیات نے ملکر پیش کیا ہے تا کہ معتزلہ کی انصاف پسندی کا احساس کیا جا سکے۔ حدیث کے رد و قبول کا ایک معیار تو وہ ہے جو سرسید کے عہد سے زیادہ متعارف چلا آرہا ہے یعنے ایسی روایت جو اللہ کے قول و فعل میں تضاد کو اُبھارے وہ بھی مسترد ہے اور یہی معیار تفسیر کے بارے میں بھی ملحوظ رکھا جائے گا اس طرح ذیل کے معیارات اساسی حیثیت رکھتے ہیں جو (1) حدیث عقل کے خلاف ہو ___ (2) جو حدیث قرآن کے خلاف ہو ___ (3) جو حدیث فطرت کے خلاف ہو ___ (4) جو حدیث تاریخ کے خلاف ہو ___ (5) جو حدیث موقع یا قرینہ کے خلاف ہو ___ (6) جو حدیث مشاہدے کے خلاف ہو ___ مثلاً کعبۃ اللہ کے مشاہدے میں چار کونے ہیں مگر روایت میں پانچ بتلائے جائیں ___ (7) رافضی صحابہ کے اور خارجی آل فاطمہ کے مطاعن روایت بیان کرے ___ (8) چھوٹے چھوٹے عمل پر بڑے اجر اور صلہ کا وعدہ اور چھوٹے گناہ پر بڑے عذاب اور سزا کی وعید ہو ___ (9) واقعہ ایسا ہو جسکے بیان کرنے والے بہت سے لوگ ہو سکتے ہوں مگر صرف ایک ہی شخص روایت کرتا ہو۔

یہ تمام شرائط عادلانہ اور منصفانہ ہو سکتی ہیں بلکہ کچھ اور اصول بھی ہونگے جو مناسب پالیسی کے حامل ہونگے لیکن حدیث گری کے صنعت کار اتنے بھی بھولے نہیں تھے کہ ان شرائط اور اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے بھی مارکیٹ میں جعلی مال نہ لا سکیں؟ وہ ایسی احادیث ہی کیوں وضع کر لیں گے جو ان اصولوں کی زد میں

آنے والی ہوں تاہم یہ اصول علے وجہ التقریب درج کئے گئے ہیں جو تنقید کی صرف بنیاد فراہم کرتے ہیں آپ ذہین اور فطین ہیں نمبر 1، نمبر 2 اور نمبر 3 پر اگر سختی سے کاربند ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ کامیابی آپ کے قدم نہ چومے۔ خاص کر محدثین یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جس حدیث کے راوی مجروح ہوں۔ یا ان پر جرح بھی ہو اور تعدیل بھی تو احتیاط اسی میں ہے کہ جرح کو مقدم رکھا جائے امید ہے میرا اشارہ کافی ہوگا۔

دانشورانِ قرآن کی دوسری قسم

یہاں تک معتزلہ کے پاکیزہ اصولوں اور شرائط اور صحتِ فکر کے معیار کی تفصیل تھی اب دانشورانِ قرآن کے ان راہواروں کا تعارف ہوگا جو لغت، ادب اور استعمالاتِ عرب کی دوسری اصناف سے قرآن کے دفاع میں خصوصی مذاق رکھتے ہیں اسمیں بھی ہر مدرسۂ فکر کے دانشوروں نے حصہ لیا اور فکری نسبتوں کے باوصف سچے حقائق کا ساتھ دیکر فکر کے زاویئے درست کئے۔ بات یوں بنی کہ ہمارے اسلاف نے مفرداتِ قرآنی سے تعرض نہیں کیا چند تفاسیر بلکہ تراجم کو سامنے رکھ کر ان ہی تراجم کو کسی دوسرے قالب میں ڈھال کر ترجمہ در ترجمہ پر عمل کیا جاتا رہا جس سے نہ تو کلمات اللہ کا اعجاز شگفتہ ہوا اور نہ ہی مفاہیم واضح ہوئے۔ کسی بھی شہ پارے کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنے کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ ترجمہ پڑھ کر مصنف کی محنت، دماغی کاوشوں، علمی اور نادر خیالات سے پوری طرح آشنا ہوں اور استفادہ کریں۔ یہاں تو پھر کلمات اللہ کی بات ہے جو تمام شہ پاروں کا منبع ہے اسے تحت اللفظ اور طے کردہ نظریاتی ترجموں کے ذریعہ متعارف کرانا ستم ظریفی ہے۔ شاید خطرہ یہ لاحق ہو کہ مفرداتِ قرآن کو اگر نزولِ قرآن کے محاورات، ضرب الامثال اور استعمالات کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی تو اس سے اسلامی اصطلاحات مثلاً صوم وصلوٰۃ، حج وزکواۃ وغیرہ متاثر ہوجائیں گی تو یہ خام خیالی اور وہم ہے اور حقیقت سے اس کا دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اصطلاحات اگر شارعؑ کی موجودگی میں دوسرا مفہوم اختیار کرچکی ہیں اور پیغمبر اہلِ زبان ہونے کے ناطے سے اصطلاح سازی کا پورا حق رکھتا ہے اور قوم نے انہیں قبولِ عام بھی بخشا ہے تو ان کی لغوی اور ادبی تحلیل ضروری نہیں ہے پیغمبر لغت اور اصطلاح کے تقاضوں کا بخوبی ادراک رکھتا ہے اور اسی ''ادراک'' کی ضوء میں اصطلاح کو روشناس کراتا ہے۔ لیکن یہ اصطلاحات درجن بھر سے زیادہ نہیں ہیں انکی آڑ میں اُن سینکڑوں ہزاروں مفردات کے ذہناً طے کردہ مفاہیم پر اصطلاح کا اطلاق نہیں کرسکتے۔ یہ قرآن پر صریح ظلم ہوگا۔ اور اسی ظلم کا سدِّ باب کرنے کے لئے ہی عربی ادبیات کے ہزاروں دانشوروں نے صدائے احتجاج بلند کی اور دیکھتے ہی دیکھتے پچاس سال کے مختصر عرصے میں قرآنی ادب کا اتنا ذخیرہ جمع ہوگیا کہ دنیا محوِ حیرت رہ گئی حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے حساس طبقہ کی

طرح انہیں بھی احساس تھا کہ ___ قرآن پاک ایسے دور میں نازل ہوا جب چہار دانگِ عالم میں مشیخیت، پاپائیت اور ملوکیت کا سکہ رواں دواں تھا ___ انسانیت فرقوں اور قبائل میں بٹی ہوئی باہم دست وگریباں تھی ___ سخن سنجی وسخن فہمی عرب کا طرۂ امتیاز بنی ہوئی تھی ___ فصاحت و بلاغت۔ضرب الامثال اور شاعری ان کا سرمایۂ افتخار تھی ___ انہیں زبان کی سبک روی، ایجاز، اختصار اور ساتھ ہی جامعیت پر بڑا ناز تھا۔لہٰذا ہر بات میں تحدّی اور ہر قول میں دعوتِ مبارزت ان کا دلپسند مشغلہ تھا۔ایسے ماحول میں قرآن کا اپنی دعاوی کے ساتھ میدان میں نکل آنا کسی حادثہ سے کم نہیں تھا لیکن قرآن تو حادثہ نہیں ایک حقیقت تھا جو پوری توانائیوں سے مقابل میں آچکا تھا۔اس نے سب سے پہلے ان کی فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ اپنے پیش کردہ دستور ہدایت کا بدل یا مثل پیش کرنے کا چیلنج دیا اور اس طرح اپنے گرد لاتعداد حاسدوں کو جمع کر ڈالا جو اسی ایک ہی دھن میں لگ گئے کہ اس کے ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ میں، گرامر، ادب اور استعمالات قبائل کی رو سے غلطیاں نکال نکال کر دنیا کو باور کرالیں کہ جس کتاب کی زبان ہی درست نہیں جو بات کرنے کا سلیقہ ہی نہیں جانتی اسکی ہدایات کیا درست ہوں گی؟ تاہم یہ حاسد مقابلہ بازی میں ناکام ہوکر بالآخر دب ہی گئے کہ خود قرآن بھی ان ہی کی زبان کا ایک شاہکار تھا اور وہ اس حقیقت کو بخوبی سمجھتے تھے۔لیکن تین چار عشروں کے بعد جب مسلم فتوحات نے کرۂ ارضی کے بیشتر حصے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو غیر عرب مفتوحین کے ایک گونہ باشعور طبقے نے مقابلے کی تکنیک کو بدلتے ہوئے شکوک وشبہات کے زیرِ زمین حملوں کو منظم کرنا شروع کر دیا۔یعنے عرب حاسدین جہاں الفاظ وتراکیب میں فنی غلطیاں تلاش کرتے کرتے تھک گئے وہاں غیر عرب مفتوحین نے اسکے مفاہیم ومطالب میں تبدیلی لانے کا بیڑا اٹھایا کہ اس طرح قرآن کی لازوال تعلیمات ازخود ہی توانائی کے اس جوہر سے عاری ہو جائیں گی جن کی طفیل جہانِ نو میں فاتحانہ پیش قدمی اس کا مقدر بن گئی تھی۔چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ زیرِ زمین حملے کامیاب ہو گئے اور دست وگریبان وہ انسان جن کو کتاب ہُدےٰ نے توانائی اور ناقابلِ تفریق وحدت بخشی تھی ہر پہلو سے پارہ پارہ ہو گئے اب نہ ان کے پاس فکرِ صحیح تھی نہ عقلِ سلیم۔یعنے اس حملے کی تکنیک یوں بنا دی گئی کہ کتاب ہُدےٰ کی مفردات کے مفاہیم میں تبدیلی لانے کے لئے بڑی دقت، باریکی، ہشیاری اور چابکدستی سے یہ کیا گیا کہ ان کا شعروادب، محاورات، ضرب الامثال و دیگر اصنافِ سخن سے رابطہ منقطع کر کے اسی دوران طے کردہ مفاہیم سے جوڑ دیا گیا یعنے ہر مفرد کی ذیل میں ایک روایت گھڑ لی گئی کہ اس طرح قرآن گویا ___ کی زبان بند کر کے ترجمانی کا حق اُن روایات کو دیدیا گیا جو اس مقصد کے لئے نہ صرف خام مال مہیا کرسکتی تھیں مقاصد کے تعین اور پھر توثیق کا معیار بھی انہیں ٹھیرایا گیا تھا۔

عرب جو تفہیمِ قرآن کے لئے زبان، ادب، محاورات اور شعر کو کافی سمجھتے اور نزولِ قرآن کے استعمالات کو بہتر ذریعہ ٹھیراتے تھے وہ ان طے کردہ نظریاتی مفاہیم کے لئے نہ شعری کلام پاتے تھے نہ ادبی محاورے بلکہ اصنافِ سخن میں سے کسی بھی صنف کو اِن کا پشت پناہ نہیں سمجھتے تھے وہ ایک ایسی نئی الجھن میں الجھا دیئے گئے جس سے بآسانی جان بر ہونا ممکن نہ تھا۔ لیکن وہ اس پر قانع بھی نہ ہو سکتے تھے کہ انکی زبان اتنی جامع اور ہمہ گیر ہو کر بھی اپنی مفردات کے لئے نہ شعر و ادب کی سند رکھتی ہو نہ ضرب الامثال و محاورات کی تائید؟ جب قرآن اُتر رہا تھا جو کلام یا اصنافِ سخن موجود تھے ان میں طے کردہ نظریات و روایت کی صنف کا وجود ہی نہ تھا پھر یہ جال بُنا گیا تو کس طرح بُنا گیا؟ چنانچہ عرب دانشوروں کے حساس طبقے نے کروٹ بدلی اور طے کردہ مفاہیم کے لئے ادب اور لغت کی سند مانگنا شروع کر دی۔ لیکن سند کہاں؟ چنانچہ ذیل کے مفکرین عرب و اسلام نے برملا اعلان کر دیا کہ قرآن کے مفردات کی وہی تشریح قابلِ تسلیم ہوگی جو اساسی طور پر زبان و ادب و استعمالات قوم کے مطابق ہوگی۔ اور باہر کی وہی تشریح سُنی جائے گی جو اِن قواعد و ضوابط کے گرد گھومتی ہوگی۔

یہ ماہرینِ لسان و ادب اور جہابذۂ فن کون تھے؟

اس سوال کے جواب میں راہوارانِ علم و ادب کا اِجمالی تعارف پیش کر رہا ہوں تاکہ کاروانِ شوق کے راہواروں کا پتہ چل سکے۔

امام ابوحنیفہ (767م)، ابن الاعرابی (848م)، ابن جنی (1002م)، ابن خالویہ (981م)، ابن درید (934م)، ابن السکیت (859م)، ابن شمیل (820م)، ابن فارس (1000م)، ابن قتیبہ (848م)، ابن الکلبی (820م)، ابوتراب (806م)، ابوزید (831م)، ابوعبید (840م)، ابوعبیدہ (826م)، ابوعمرو بن العلا (774م)، ابوعمرو الشیبانی (822م)، ابوالہیثم (838م)، الازہری (981م)، اصمعی (832م)، الاموی، ثعلب (904م)، الجوہری (1003م)، خلف الاحمر (801م)، خلیل (791م)، خوارزمی (992م)، زجاج (429م)، سلمہ (855م)، سیبویہ (779م)، السیرافی (979م)، الصاحب (۳۸۵ھ 995م)، عمارہ بن عقیل (854م)، فراء (823م)، کسائی (806م)، لحیانی (831م)، فقعسی (Faqaasiyy 780م)، لیث (782م)، مبرد (898م)، مفضل الضبی (836م)، مؤرج (Muarrij 810م)، جاحظ (871م)، الفارابی (962م)، رؤبہ (763م)، الکمیت (847م)

ان سب دانشوروں نے اپنی کتابوں میں وضاحت کی ہے کہ روایات کتنا ہی درجۂ صحت کو پہنچی ہوں الفاظ کا مزاج ان کے مفاہیم سے اِبا کرتا ہے اور جہاں روایت و معانی میں مطابقت پائی جاتی ہے وہاں روایت کی خوبی نہیں بلکہ محض اتفاق ہے کہ ادبیاتِ عرب سے اسکی توثیق مل گئی۔

ان دانشوروں کے علاوہ ابن ندیم نے ذیل کے یگانۂ روزگار علمائے قرآن کے نام بھی دیئے ہیں جنہوں نے معانی القرآن (یعنے لغات القرآن) کے نام سے کتابیں لکھیں مثلاً۔

ابن کیسان۔ ابن الانباری۔ ابو معاذ النحوی۔ ابوالمہال عیینہ۔ ابوعبدالرحمان الیزیدی۔ محمد بن عزیر السجستانی۔ ابوبکر بن الوراق۔ ابوالحسن العروضی۔ محمد بن دینار الاحول۔ ابو زید البلخی۔ ہیثم بن عدی۔ محمد بن یحیٰ القطعی۔ امام واصل بن عطاء وغیرہ۔ (ملاحظہ ہو ابن الندیم طبع دارالمعرفہ بیروت ص 51، ص 52، ص 53)

تفسیر بالروایت کی ضرر رِسانی

اس کے ضمن میں جو کچھ بھی مروی ہے اسکا ماٗخذ نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے صرف 2 فیصد روایات پر تو اس مفروضہ کا اطلاق صحیح ہوسکتا ہے لیکن 98 فی صد وہ وضعی تفسیر ہے جو بعض صحابہ اور تابعین کے نام سے وجود میں آئی ہے۔ پھر بحث اس سے نہیں کہ تفسیر بالروایت لامحالہ ہی وضعی اور غلط ہے؟ اعتراض اس پر ہے کہ یہ تفسیر مقاصد قرآن کے منافی بھی ہے یعنے یہاں قرآن کی عصمت کو راوی کی عصمت پر بھینٹ چڑھایا گیا ہے مثال کے طور پر

رسول اللہ ﷺ کی عصمت طے کردہ نہیں طے شدہ عقیدہ ہے واللہ یعصمک من الناس (مائدہ۔ 70) لیکن روایات کی رو سے نبی کی ردائے عصمت کو لبید بن اعصم یہودی کی ساحری نے تار تار کر دیا ہے۔ اب قرآن لاکھ کہے کہ لا یفلح الساحر حیث اتے

ساحر جہاں سے بھی حملہ آور ہو کامیاب نہیں ہوسکتا۔ (طہ۔ 69)

لیکن وہ ان آیات کے واضح مفاہیم کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ روایات میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ لبید کے جادو سے چھ ماہ تک دماغ رفتگی کے عالم میں رہے کہ بسا اوقات بیویوں سے مباشرت کر لینے کے باوصف نہ جان سکتے تھے کہ ایسا کر چکے ہیں یا نہیں؟ اس روایت کے راوی سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ھذا اشد ما یکون من السحر اذا کان کذا

اگر آپؐ مباشرت کر چکنے کے بعد اسے بھول جاتے تو سمجھ لو کہ آپؐ پر سحر کا شدید حملہ ہو چکا تھا کہ قوتِ ممیزہ ناکارہ ہو چلی تھی۔

(تفسیر ابن کثیر طبع مصر جلد 575,574/4 تا 6)

گویا کہ غسلِ جنابت بھی نہیں فرماتے تھے کہ عملِ مباشرت آپ کو یاد ہی نہیں رہا تھا اور یونہی ناپاکی اور عالمِ وارفتگی میں نمازیں اور عبادات بجا لاتے رہے۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح اس روایت میں نبی اکرم ﷺ کی عصمتِ نبوت کو تار تار کر دِکھلانے کے علاوہ ''سُحر النبی'' کے خطاب سے بھی آپ کو نوازا گیا یعنے ''سحر زدہ پیغمبر''۔

(روح المعانی طبع مصر جلد 30/282/22 تا 24)

یعنے مسلمان خود ہی ''سحر زدہ نبی'' کہتے سنے گئے حالانکہ قرآن فرماتا ہے اذ یقول الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا o انظر کیف ضربوا لک الامثال فضلوا

ان ظالموں کی سنو کہ یہ کہتے ہیں اے مسلمانو تم تو ایک سحر زدہ پیغمبر کی مانتے چلے جاتے ہو؟

غور کیجئے اِن لوگوں نے آپؐ کی (شان سے فروتر) کیسی (بھدی) مثالیں تراش لیں اور گمراہ ہو گئے۔ (اسراء 48,47۔ نیز فرقان 9,8)

ان آیات میں جہاں رسول اکرم ﷺ کے سحر زدہ ہونے کی قطعی نفی کی گئی ہے وہاں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ ظالم اور کفار ہی ایسا کہتے تھے مسلمان نہیں کہہ سکتے۔ یہاں روایت اور قرآن میں صریح تضاد ہے اسکے باوصف نبی کی عصمت کو راوی کی عصمت پر بھینٹ چڑھایا گیا کہ روایات میں یہی کچھ طے کر لیا گیا تھا۔ پھر نہ صرف یہ کہ یہ جو قرآن مسلمانوں کی صفائی بیان کرتے ہوئے نبی کی سحر زدگی کو کفار اور ظالموں کی ہذیاں سرائی قرار دیتا ہے روایت اس صفائی کے برعکس یہ واضح کرتی ہے کہ سحر النبی۔ مسلمانوں کے نزدیک بھی آپ مسحور تھے اور ایک دو دن نہیں چھ ماہ تک۔

یہ تھے وہ اسباب وعلل جن کی وجہ سے شناورانِ ادب عربی نہ چاہتے تھے کہ مفرداتِ قرآن کے لئے روایت سے رجوع کیا جائے کیونکہ ایک ادیب اور دانشور کا مذاق اتنا بلند اور نفیس ہوتا ہے کہ وہ الفاظ کے مزاج سے ہٹ کر بات کرنا پسند نہیں کرتا وہ الفاظ کو ماحول اور استعمالاتِ قوم کے ضوء میں اتنی خوبی، موزونیت اور فنکاری سے استعمال کرنے کی قدرت رکھتا ہے کہ اس میں کوئی نقص، خامی اور جھول نہیں ہوتی۔ ان ہی ادیبوں اور دانشوروں کی صف کے ہمارے لسانیات کے دانشور ہیں جنہوں نے سالہا سال تک الفاظ کے مزاج اور تیور سمجھنے میں صرف کئے اور اب ان کا ذوق اتنا بلند اور فزدں ہے کہ وہ بلاشبہ الفاظ کے جوہری کہے جاسکتے ہیں اور الفاظ کے جوہری کا کمال یہ ہوتا ہے کہ وہ ذخیرۂ الفاظ میں سے کھنکتا ہوا لفظ چُن کر مقابل میں رکھ دیتا ہے جو جامعیت اور معانی کے لحاظ سے اپنا بدل نہیں رکھتا۔

یہ درست ہے کہ سادہ باتوں کی تفہیم بھی سادہ ہوتی ہے لیکن علمی دور میں علم ہی کی باتیں ہوں گی اور

یہاں بھی اصنافِ سخن ہی کا کمال ہے کہ اسکے اصول ہر دور اور ہر علاقے میں یکساں قابلِ تسلیم رہے ہیں اور ان کی روشنی میں ایک ادیب اور دانشور جب چاہے بات کر سکتا ہے کیونکہ وہ متکلم ہے الفاظ کے مزاج دیکھتا اور ان کی ضوء میں بات کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس کی بات کو یہ کہہ کر مسترد نہیں کیا جاسکتا کہ اِن کا ترجمہ کسی دینی ادارے کے دستار بندسکہ بند عالم کا ترجمہ نہیں ہے؟ یہ منطق اب فرسودہ ہو چلی ہے۔ کیونکہ علم وحکمت اللہ کی دین ہے، وہ جہاں چاہے جمع کر دے اس میں نہ حسد کی گنجائش ہے اور نہ بیجا تعصب وجود کی۔ ان کو نشانہ حسد وتنقید بنانے کا مقصد ہے کہ امام الامت ابوحنیفہ سے لے کر کسی آخری جہاندۂ فن تک کو نشانہ بنایا گیا ہے کہ یہ ان کے خوشہ چیں ہیں ان کا جرم خوشہ چینی کا ہے اور انہوں نے جس محنتِ شاقہ سے بحرِ الفاظ میں غوطہ زنی کر کے معانی و مقاصد کے موتی نکالے ہیں ان کی قدر و قیمت کا احساس کرنا چاہئے۔ ان کا ادبی ذوق پاکیزہ اور بلند ہے وہاں تک اگر رسائی نہیں ہوسکتی تو اپنے مبلغِ علم کا جائزہ لیجئے بیجا تنقید سے گریز کیجئے۔ الفاظ کے جوہری سے بھلائی کی اُمید رکھنی چاہئے کہ وہ ان کی روح اور سپرٹ کا بھی خیال رکھ سکتا ہے۔ امام محمد شلتوت شیخ الازہر مرحوم فرماتے ہیں ولنا ان مختار رائے الخلف من المتکلمین الذین یصرفون اللفظ عن ظاھرہ الی معنی یلیق بجلال اللہ و تنزیھہ

ہمیں چاہئے کہ تعصب کی ڈگر سے ہٹ کر زمانۂ بعد کے ان متکلمین و فلاسفہ کے علمی شہ پاروں کو قبول کرلیں جنہوں نے الفاظ کے ظاہر کی بہ نسبت انکی روح اور سپرٹ کو دیکھتے ہوئے اس انداز سے استعمال کئے ہیں کہ اللہ کی شانِ کبریائی اور تقدیس کے شایان ہیں۔

(تفسیر محمد شلتوت طبع ھفتم دار الشروق بیروت و قاھرہ جلد 15/60/1 تا 16)

یعنے عرش، کرسی، چہرہ، آنکھ اور ہاتھ وغیرہ کے جو معنے ادبیاتِ قرآن کے متکلمین نے کئے ہیں وہی قبول کرنے چاہئیں اور جو کچھ روایات میں ہے اسے ترک کر دینا چاہئے۔ اسی طرح امام رازی فرماتے ہیں ان ھذا الاجماع ممنوع فقد قال بھذا القول مجاھد و ھو من اکابر المفسرین و لا نابینا فی اصول الفقہ ان استنباط تاویل جدید فی الآیۃ لم یذکرہ المتقدمون جائز o

کہتے ہیں کہ اس معنے پر اُمت پر اجماع ہو چکا ہے۔ جی نہیں اس اجماع کو مجاہد بن جبر کے ویٹو نے مسترد (ممنوع) کر دیا ہے کہ وہ بھی ایک بلند پایہ مفسر ہیں۔ اور ہم اصولِ فقہ کی کتاب میں واضح کر آئے ہیں کہ

آیۂ قرآن کی کوئی سی بھی ایسی توجیہ جسے متقدمین نے ذکر نہیں کیا
متاخرین میں سے اگر کوئی کر یا تا ہے تو بالکل جائز اور روا ہے۔
(تفسیر امام رازی طبع محمد عبدالرحمان مصر جلد 232,231/9)

یعنے کہ امام رازی کے نزدیک اصولِ عربیت کی مراعات کسی خاص دور سے مربوط نہیں ہے کسی بھی دور میں اسے ملحوظ رکھ کر تشریح کا نیا اسلوب اختیار کیا جاسکتا ہے۔

ناظرینِ محترم:- یہاں تک دانشورانِ قرآن کے پاکیزہ عقائد اور از کار کا تعارف ہو چکا اب قلمی چہرے ملاحظہ ہوں۔

والسلام مع الکرام
رحمت اللہ طارق

13 نومبر 2000ء مطابق 15 شعبان ۱۴۲۰ ہجری

1 صدیق اکبر (634م)

سالارِ اُمم ﷺ کے جگری یار سیدنا ابوبکر صدیقؓ (634م)۔ لغزشوں اور خطاؤں کی نسبت انسان ہی کی طرف کرتے یعنے عــدلـــی عقیدے کے مطابق اللہ کی مکمل تنزیہہ وتقدیس کے قائل تھے۔ مثلاً مسئلہ کلالہ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اقـول بـرائ فـان کـان صـوابا فمن الله وان کان خطاءً فمنی

یہ میری رائے ہے اگر درست ہے تو اللہ کی جانب سے ہے اگر نادرست ہے تو میرے ذمہ ہے۔ (صفحہ 4/11 تا 7)

اس پر احمد بن یحییٰ لکھتے ہیں وھـذا لـقـول یـقـتـضـی بـذالـک ایے بـالـتـصـریح بالعدل وانکار الجبر

آپ کا یہ فرمان واضح طور پر آپ کے عقیدے کی نشاندہی کرتا ہے کہ آپ عــدلــی تھے جبری نہیں تھے۔ (۔۔۔صفحہ 11)

❁

2 عمر بن خطاب (644 م)

خالق ارض وسما نے جب انسانوں کو ارضی نظام درست کرنے کی ذمہ داری سونپی تو اس نظام کو چلانے کی پالیسی یہ عطا فرمائی کہ ان الـحـکـم الا للہ - حکمرانی صرف اللہ کا حق ہے (القرآن) یہ نہ موروثی ہے نہ جانشینی کے روایتی طریقوں سے اسے چلایا جاسکتا ہے کہ اللہ کا نہ کوئی وارث ہے نہ جانشین چنانچہ تمام انبیاء نے اللہ کے حقِ حکمرانی کا احسن طریق سے پاس کیا اور آخر میں یہ ذمہ داری مسلمانوں پر عائد کی گئی۔ چنانچہ مسلمانوں کے زیرک اور دانشِ بصیرت کے اعلےٰ مقام پر فائز سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (644م) جب

خلیفہ اُونٹ کی پکڑے ہوئے مہار آئے

حضور دوشِ مساوات پر سوار آئے

مسلمانوں کے نمائندہ قرار پائے تو اس ربانی پالیسی کو رہنما بناتے ہوئے اعلان کر دیا کہ حسبنا کتاب اللہ ہمیں اللہ کی عطا کردہ پالیسی یعنے قرآن کافی ہے چنانچہ اس پالیسی کو اپناتے ہوئے حدیث و روایات کی تدوین اور باب بندی کو ممنوع اور قابلِ سزا جرم ٹھیرا دیا کہ اس کے بغیر کتاب اللہ کو سپریم لاء۔نہیں بنایا جا سکتا تھا۔ مثال کے طور پر ایک مسئلہ ہے کہ مفتوحہ علاقوں کی متروکہ املاک کو تقسیم کر دینا چاہئے کہ فوجیوں میں مشاہرہ سسٹم ابھی رائج نہیں تھا۔ اسکے باوجود نبی اکرم ﷺ نے ''خیبر'' میں اموال منقولہ کو تو سپاہیوں میں تقسیم کر دیا لیکن جائداد غیر منقولہ یعنے زرعی اراضی، نہروں اور چراگاہوں کو تقسیم نہیں فرمایا۔ انہیں آباد کاری کی نئی شرائط پر بیت المال کی ملکیت قرار دے کر پہلے سے کاشتکاروں کے پاس برائے کاشت رہنے دیا گیا۔ اس کے لئے بظاہر اگر چہ کوئی نیا حکم نہیں دیا گیا تھا جس سے روایت پرستوں نے عذر بنالیا کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس کاشت کرنے والے۔بندے۔نہیں تھے لہٰذا سابقہ مالکان ہی سے معاملہ طے کر دیا۔ اس کے بعد جب فاروق اعظمؓ نے زمام حکومت سنبھالی تو صحابہ کرامؓ سے عراق، شام، فلسطین اور مصر اور دوسرے سر سبز علاقوں کی آباد کاری کے لئے مشورہ طلب ہوا۔ ادھر صحابہ کرام کی اپنی رائے کے علاوہ کسی ذریعہ سے فاروق اعظمؓ کی رائے کا پتہ بھی چل گیا تھا۔ غرضے کہ رائیں دو ہو گئیں کسی نے کہا متروکہ اموال کی طرح زرعی املاک کو بھی تقسیم ہی کیا جائے اور کسی نے فرمایا بیت المال کی ملکیت بنادی جائیں اب فیصلہ کے لئے نازک لمحے شروع ہو چکے تھے آخر الامر حسبنا کتاب اللہ والے عمر خطاب نے قرآن سے مشورہ لیا تو قرآن نے یہ رہنمائی فرمائی کہ والارض وضعھا للانام زمین جس میں پھل، فروٹ کو بیلیں، کھجور انگور وغیرہ پودے اُگتے ہیں تمام انسانوں کے لئے (مشترکہ) ہے (رحمان، 12,11) نیز فرمایا۔ ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا اللہ وہ ہے جس نے زمین اور جو کچھ اسمیں ہے تم سب کے لئے (مساوی طور پر) پیدا کیا ہے۔ (بقرہ، 29) اس طرح صحابہ کرام اور فاروق اعظمؓ کی ذاتی رائے اور قرآن کی رہنمائی نے فیصلہ سنا دیا کہ زمیں تمام نوع بشر کی زیست کا مشترکہ ذریعہ ہے لہٰذا یہ انفرادی ملکیت نہیں بن سکتی اور یہ جو اموال متروکہ تقسیم کرنے کا اشارہ ہے تو اس سے مراد اموالِ منقولہ ہے غیر منقولہ نہیں ہے چنانچہ اس سے پہلے جن سپہ سالاروں نے اپنی صوابدید کے مطابق بعض علاقے مثلاً۔ جابیہ۔ وغیرہ سپاہیوں میں تقسیم کر دیئے تھے فاروق اعظمؓ نے ان کا دل رکھنے کے لئے فی حصہ اسی 80 دینار (سونے کے) دے کر اراضی واپس لے لیں اور بیت المال کی تحویل میں دیدیں۔

(ملاحظہ ہو قاضی ابو یوسف کی الخراج ص 14۔ ابو عبید قاسم بن سلام کی کتاب الاموال طبع مصر ص 59۔ اور یحیٰ بن آدم کی کتاب الخراج صفحہ 27، صفحہ 28، صفحہ 48 وغیرہ)

سیدنا فاروق اعظم اللہ سبحانہ کی ذات کے بارے میں بڑے حساس تھے ایک شخص نے اپنے مجرمانہ افعال کو اللہ سبحانہ کی طرف نسبت دیدی اور کہا کہ مجھ سے یہ چوری اور دیگر افعالِ شنیعہ اللہ نے کرائے ہیں آپ نے اسکی پیٹھ پر دروں کی تواضع کر کے اسکے غلط عقیدے کی اصلاح کر دی۔ چوری کی سزا مستزاد۔

آپ نے اپنے عمال سے کہا کہ جب کبھی امرِ متنازع کا فیصلہ کرو تو یہ دیکھو کہ کہیں اس امر میں تم خود تو ملوث نہیں۔ (زرکلی 204/5) امام زہری کا بیان ہے کہ۔ **کان عمر اذا نزل به الامر المعضل دعا الشبان فاستشارهم يبتغى حدة عقلهم** آپ ہر پیچیدہ معاملہ میں جوان فکر لوگوں سے انکی ذہنی آزمائش کے طور پر مشورے کرتے تھے۔ (طبری 217,187/1۔ حلیة الاولیاء 38/1)۔ آپ کا یہ بھی معمول تھا کہ آپ موقع محل کی مناسبت سے اشعار بھی پیش کرتے تھے۔ (زرکلی 204/5)

❀

3 حضرت عثمان (656م)

سیدنا عثمان بڑے قدآور صحابی تھے قرآن آپ کی سانسوں میں بسا ہوا تھا۔ اللہ نے جو مال و دولت کی فراوانی عطا کی تھی وہ اس کے صرف امین تھے۔ اسلام اور سید المرسلین کو جب کبھی مالی معاونت کی ضرورت پڑی اپنے داماداوسط کو دستک دی۔ آپ نے قحط سالی کے ایام میں غلہ کے قافلے منڈی میں پہنچنے سے پہلے ہی خرید فرما کر پوری رعایا کی تمام اقسام کو فراہمی کا یکساں چانس دیا۔ مدینہ منورہ کے شمال میں میٹھے پانی کا کنواں تھا اسے خرید کر مسلمانوں اور غیر مسلموں کے یکساں استعمال کے لئے وقف کیا۔ جنگِ تبوک کا تمام حربی سامان اونٹ، گھوڑے اور تلواریں اپنی جیب سے خرید کر فراہم کیا۔ آپ عمل کے بھی پاکیزہ تھے اور عقیدے کے بھی آپ کا عقیدہ تھا کہ دنیا میں جتنی خرابیاں ہیں ان کا موجب انسان خود ہے اور جتنی اچھائیاں ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہیں۔ چنانچہ خلافت کے آخری مراحل میں آپ کے مخالفین زور میں آگئے مگر آپ نے یہ کہہ کر اپنے ہمنواؤں کو مقابلے سے روکا کہ دنیا یہ نہ کہے کہ عثمان نے اپنی حفاظت کے لئے مسلمانوں کو لڑا دیا۔ ایسے نازک وقت میں جب تنقید کے تشون قاہرہ چلائے جاتے رہے ایک سیاہ دل نے پکار کر کہا، "اللہ یرمیک" تم پر اللہ پتھراؤ کر رہا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کذبتم لو رمانی ما اخطانی۔ اگر وہ پتھراؤ کرتا تو مجھ سے خطا سرزد نہ ہوتی ورنہ تو کہا جائے گا کہ خطا پیدا کرنے والا اپنے ہی فعل پر سزا دے رہا ہے جو قرآن محکم کے بھی خلاف ہے اور اصولِ تنزیہہ کے بھی۔ (ط۔م صفحہ 9,8/11)

اس پر احمد بن یحییٰ المرتضیٰ لکھتے ہیں ھذا ایضایقتضی انکار الجبر ۔عثمان کا یہ فرمانا ان کے اس عقیدے کا عکاس ہے کہ وہ قدری تھے جبری نہیں تھے۔ (صفحہ 11)

❁

4 عائشہ صدیقہ (678م)

عرب میں ذہانت و فطانت، جودتِ فکر اور اصابتِ رائے پر فائز انسانوں میں جو مقام حضرت عائشہ صدیقہ (678م) کو حاصل تھا وہ کسی دوسری خاتون کو حاصل تھا نہ ہوگا آپ حسن و جمال میں یکتا اور ضرب المثل تھیں حمیرا (چنکی) سے شہرت پائی تھی۔ادبیاتِ عرب اور اصنافِ سخن پر آپ کو پوری دسترس حاصل تھی آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ۔افقہ نساء المسلمین و اعلمھن بالدین. مسلم خواتین میں سب سے زیادہ زیرک،فقیہ اور علم دین کا سب سے زیادہ فہم وبصیرت رکھتی تھیں۔وما کان یحدث لھا امر الا انشدت فیہ شعرا جب کوئی سا موضوع چھڑتا تو اسکی مناسبت سے شعر کہہ ڈالتیں اس طرح آپ کو ہزاروں اشعار ازبر رہتے تھے (ابن سعید طبع بیروت جلد 39/8۔اعلام النساء 720/2. حلیۃ الاولیاء طبع مصر جلد 43/2)۔

آپ ہمیشہ قرآن کی گہرائیوں پر نظر رکھتیں اور ادق سے ادق مسائل کا قرآن ہی سے استخراج کرتیں اور کہتی تھیں کہ قرآن گنجینۂ ہدایت ہے اور اسکی چابی عقل ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے عقیدے اور سوچ کی بنیاد قرآن پر رکھی تھی اور حضرت فاروقِ اعظم کی طرح حسبنا کتاب اللہ. یعنے معاملات طے کرنے کے لئے صرف قرآن کے حوالے پر اکتفا کرتی تھیں ایک بار کسی مسئلہ پر گفتگو ہوئی تو فرمایا حسبکم القرآن. ہمیں اور تمہیں قرآن کافی ہے آیئے اُنہی سے دریافت کریں مسئلہ یہ تھا کہ۔ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ ۔میت کے اہلخانہ جب میت پر روتے ہیں تو اسے اذیت یا عذاب ملتا ہے (بخاری و مسلم) آپ نے فرمایا حسبکم القرآن ہمیں اور تمہیں قرآن کافی ہے جس میں ہے کہ الا تزر وازرۃ وزر اخریٰ! کوئی انسان کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھاتا۔ (انعام۔164)

حضرت عائشہ کی مجتہدانہ اور قرآنی بصیرت کے ضمن میں علامہ بدرالدین زرکشی (1392م) نے الاجابۃ لا یراد ما استدرکتہ عائشۃ علی الصحابۃ ۔کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اس سے میں چند واقعات عرض کررہا ہوں تاکہ ان کی فکرِ رسا کا صحیح ادراک ہو سکے میں نے اتنے لمبے نام کی بجائے صرف ''استدراکات'' کا حوالہ دینا ہے ذہن میں رکھئے۔

بات ہو رہی تھی کہ سیدہ عائشہ نے میت پر رونے سے عذاب کی نفی اور انعام (164) کے حوالے سے اس عقیدے کو مسترد کر دیا تھا اس پر علامہ زرکشی تبصرہ کے بطور فرماتے ہیں کہ۔ واعلم ان تعذیب المیت ببکاء اھله علیه رواہ عن النبی ﷺ جماعة من الصحابة منھم عمرو ابن عمر. وانکرته علیھا عائشته وحدیثھا موافق لظاھر القرآن وھو قوله لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ

واضح رہے کہ لواحقین کے رونے پر میت کو عذاب ہونے والی روایت صحابہ نے باقاعدہ نبی اکرم ﷺ سے سُنی ہے عبداللہ بن عمر اور عمر بن الخطاب نیز اس کے راویوں میں سے ہیں بایں ہمہ صدیقہ نے دونوں کی روایت کو مسترد کرتے ہوئے قرآن کے حوالے سے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ جو ہر زاویہ سے ظاہر قرآن کے موافق ہے۔ (استدراکات صفحہ 5/51 تا 7)

یعنی فرمایا جب روح نکل گئی تو عذاب کیسا؟ پھر رونا اگر جرم ہے تو یہ جرم رونے والوں سے سرزد ہوا ہے مرنے والے بے روح کو سزا کیسی؟

سر پر مسح کرنا

سر پر اگر کوئی چیز حائل ہو تو وضوء میں مسح کرنا کیسا ہے؟ حضرت علی رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے جائز کہتے تھے۔ اُبی بن کعب نے جب حضرت عائشہ سے رجوع کیا تو آپ نے فرمایا۔

''علی سے کہہ دو عائشہ تمہیں قسم دے کر کہتی ہیں کہ کیا سورۂ مائدہ (7) کے نزول کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ نے زرہ پر مسح کیا ہے؟ چنانچہ اُبی۔ نے جب علیؓ سے دریافت کیا تو آپ نے عائشہ کی بات پر عمل کرنا شروع کر دیا''۔

(استدراکات صفحہ 40)

غور فرمایئے عائشہ کے علم کے مقابل باب العلم علی کا علم تنکے طرح بہ گیا ہے۔

علی۔ کی جانشینی

امام الحافظ ابو بکر احمد بن عمرو بن عاصم النبیل (۔۔۔) نے اپنی کتاب ''السوصایا'' میں لکھا ہے کہ عائشہ کے سامنے جب کسی نے کہا کہ علی وصی رسول ہیں تو آپ نے فرمایا کہ۔ اس کا سب سے زیادہ علم مجھے ہونا چاہئے کہ آپؐ نے حالت غیر ہونے پر میری ہی گود میں سر رکھا اور ''رفیقِ اعلیٰ'' سے جا ملے۔ اس طرح میرے سوا دوسرا کون تھا جس نے اس وصیت کو سُنا۔
(استدراکات صفحہ 40 نیز صفحہ 89 بحوالہ مسلم)

اللہ کا دیدار

ترمذی اور دیگر بہت سے محدثین نے متعدد صحابہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صرف ایک مرتبہ ہی نہیں دو مرتبہ اللہ کو دیکھا ہے لیکن جب مسروق نے حضرت عائشہؓ سے رجوع کیا تو آپ نے فرمایا لا تدرکه الا بصار و هو يدرك الابصار ۔ اسے کوئی نظر نہیں پا سکتی وہ ہرصورت کا احاطہ کر لیتا ہے ۔ (انعام ، 103) یعنے جب اسکی شکل ہی نہیں تو صورت گری کیسی؟ سائل نے سوال کیا کہ ولقد رأه بالافق المبين (تکویر ،3) تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہی سوال کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا انما هو جبرئيل لم اره على صورته التى خلق عليها غيرها تين المرتين o ۔ یہ دونوں مرتبہ میں نے جبرئیل ہی کو اصل شکل میں دیکھا تھا (اللہ کا دیدار نہیں کیا تھا) (استدراکات صفحہ 46)

مہینہ اُنتیس دِن کا

صحابہ میں سے بعض کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ان الشهر تسع و عشرين ۔ مہینہ 29 دن کا ہوتا ہے اس پر صدیقہ نے فرمایا غلط ہے ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ۔ ان الشهر قد يكون تسعاو عشرين . مہینہ کبھی 29 کا بھی ہوتا ہے ۔ (استدراکات صفحہ 55 ۔ اس طرح صحابہ نے آپ کی تصحیح کو تسلیم کر لیا)

مُردوں سے بات کرنا

معرکۂ بدر کے بعد ایک گڑھے میں کفار کی اجتماعی لاشیں پڑی تھیں ۔ نبی اکرم ﷺ ان لاشوں کی طرف گئے اور فرمایا ۔ هل وجدتم ماوعد ربكم حقا ۔ اللہ نے تمہاری ذلت اور حرام موت مرنے کا جو وعدہ کیا تھا ۔ تم نے کیسا پایا؟ ۔ حضرت عائشہؓ نے جب یہ واقعہ سنا تو کہا و ما انت بمسمع من فى القبور ۔ جو قبروں میں پڑے ہیں اسے تم بھی کچھ نہیں سُنا سکتے ۔ (فاطر ، 22) (استدراکات صفحہ 56) ۔

یہاں اہلحدیثوں اور دیگر کو اعتراض ہے کہ جنگ بدر میں عائشہؓ موجو نہیں تھیں انہیں کس طرح پتہ چلا ۔ کہ رسول اللہ ﷺ کی بات ان تک نہیں پہنچی؟ جبکہ اس وقت روح کو جسد کفار میں لوٹا دیا گیا تھا ۔ صدیقہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ جب قرآن کی گواہی ہے کہ قبروں میں پڑے لوگ کسی طرح بھی نہیں سن سکتے تو قرآن کی اس گواہی کو تسلیم کرنا چاہئے ۔ خاص کر یہ واضح نہو سکا کہ جب کفار کی روحیں لوٹا دی گئی تھیں تو کیا اہلحدیثوں نے انہیں دیکھ لیا تھا؟ جبکہ موت میں تکرار اور اعادہ نہیں ہوتا ۔

جنبی کا روزہ

ابوہریرۃ کا کہنا ہے کہ جنبی اگر صبح کی اذان ہونے تک نہیں نہایا تو اُسے روزہ نہیں رکھنا چاہئے چنانچہ معاملہ عائشہ صدیقہ تک پہنچا آپ نے فرمایا کہ جنبی نہائے بغیر روزہ رکھ

سکتا ہے۔ یہ بات مروان بن حکمؓ (685م) تک پہنچی تو اس نے کہا تم جاؤ اور ابو ہریرۃ سے ملو اور اسے قسم دے کر پوچھو کہ جو کچھ تم کہتے ہو سچ ہے؟ چنانچہ عبدالرحمان ابن ابی بکر ایسے وقت میں ابو ہریرۃ کے پاس پہنچا کہ خود ان کے والد جناب صدیق اکبر بھی وہاں موجود تھے۔ ابو ہریرۃ نے کہا اگر بی بی عائشہ اور ام سلمہ کہتی ہیں کہ جنبی روزہ رکھ سکتا ہے تو ان کا علم میرے علم سے زیادہ ہے۔ (استدراکات صفحہ 57)

اسکے معنے یہ ہوئے کہ صحابہ کرام جناب ابو ہریرۃ کی باتوں پر بہت کم دھیان دیتے اور حلفیہ بات پر ہی اعتبار کرتے تھے۔

نہاتے وقت بالوں کو کھولنا

مسلم میں روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر عورتوں سے کہتا تھا کہ جب وہ خاص نہانا نہائیں تو بالوں کو کھول کر جڑوں تک پانی پہنچائیں۔ یہ بات جب حضرت عائشہ تک پہنچی تو فرمایا یاعجبا لا بن عمرو یا مر النساء اذا اغتسلن ان ینقضن رؤسهن افلا یأمر هن ان یحلقن رو سهن

> کاش ابن عمرو یہ فتوےٰ نہ دیتے اس سے تو بہتر تھا کہ عورتوں کو سر منڈانے کا فتوےٰ دیتے تاکہ ان کے فلسفہ کے مطابق نہ صرف پانی کا بالوں کی جڑوں تک پہنچنا ممکن ہو جاتا پورا سر ہی پانی میں ڈبویا جا سکتا۔ اس بندۂ خدا کو معلوم ہو کہ ہم (ازواج النبیؐ) سر کے گندھے بال کھولے بغیر یوں ہی اوپر سے پانی بہا دیتی تھیں۔ اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ سر پر پانی گرا دیں اور بس۔

(استدراکات صفحہ 57)

نحوست کہاں کہاں؟

ابوداؤد طیالسی (819م) بحوالۂ ابو ہریرہ لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ الشوم فی ثلاثة فی الدار و المرأة و الفرس۔ تین چیزوں میں نحوست ہوتی ہے۔ مکان میں عورت میں اور گھوڑے میں۔ حضرت عائشہؓ کو جب پتہ چلا تو قرآن سے مدوطلب کی جہاں سے جواب ملا۔ ما اصاب من مصیبة فی الارض و لا فی انفسکم الا فی کتاب من قبله نبرأها

> زمین میں یا تمہاری ذات میں مصیبت پیش آنے کی جو بھی صورت ہوگی وہ اسکے وجود میں آنے سے پہلے ہی ہمارے قانون میں لکھی ہے۔ (حدید، 22)

اور جب مصیبت کے لئے بھی قانون ہے تو نحوست بغیر قانون کے کیوں؟ (استدراکات صفحہ 59)

اس ضمن میں حضرت عائشہ سے ایک روایت بھی ہے کہ جن اشیاء میں نحوست کا امکان تسلیم کیا گیا ہے یہ یہود یوں کا عقیدہ تھا رسول اللہ ﷺ نے اسے مذمت کے مقام پر صرف ذکر فرمایا تھا۔

کسی جاندار کو بلاوجہ مار ڈالنا

کتب روایات میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، ایک عورت نے ''بلی'' کو پھنسا رکھا تھا نہ اسے کھلاتی نہ پلاتی اور نہ آزاد کر چھوڑتی کہ کیڑے مکوڑے کھا کر زندہ رہتی حتیٰ کہ وہ مر گئی اس پر اللہ نے اس عورت کو عذاب میں مبتلا کر دیا (صفحہ 61) جب یہ حدیث حضرت عائشہ کو سنائی گئی تو اتفاق سے ابو ہریرہ بھی موجود تھا۔ آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ یا ابا هريرة انت الذى تحدث عن رسول اللهؐ. ابو ہریرہ تم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرمان خود سنا ہے؟

اس نے کہا کہ سمعته من رسول الله ﷺ۔ جی ہاں میں نے رسول اللہؐ سے خود سنا ہے (صفحہ 16/61)

اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ المؤمن اكرم عندا لله من ان يعذبه من جراءِ هرة.

مسلمان اللہ کے نزدیک زیادہ تکریم کا سزاوار ہے اللہ ایک بلی کی خاطر مسلمان عورت کو جہنم میں داخل نہ کریں گے۔ (صفحہ 17/61)

پھر ابو ہریرہ سے مخاطب ہوئیں کہ۔ يا اباهريرة اذا حدثت عن رسول الله ﷺ فانظر كيف تحدث قوله۔

اے ابو ہریرہ رسول اللہ کے حوالہ سے بات کرنا احتیاط طلب ہے تم جب کبھی رسول اللہؐ سے روایت کرو تو سو بار سوچ کر کرو۔ (صفحہ 18/61 تا 19)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ اپنی سادہ لوحی کی بنا پر اکثر ایسی باتیں سناتے جو بمشکل اعتماد پر پوری اترتیں اور صحابہ انہیں ٹوک بھی دیتے۔ پھر یہاں تو خاص طور پر ایک ''بلی'' کے مار دینے کی بات تھی آپ کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔ بہر حال آپ کی اکثر روایات بے سرو پا ہوتیں ایک بار فرمایا۔ مسته النار فله وضو۔ آگ سے چھوئی چیز کے استعمال سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے جب یہ سنا تو فرمایا پھر تو سرد موسم میں گرم پانی سے وضو کرنا بھی روا نہ ہوگا کہ اس سے نہ صرف وضو ٹوٹ جاتا ہوگا ہوتا ہی نہ ہوگا۔ (بحوالہ جیراجپوری صفحہ 71)

مُردہ نہلانے پر غسل

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ من غسل ميتا اغتسل و من حمله تو ضأ

جومیت کونہلائے ضروری ہے کہ خود بھی نہائے جومیت کو کاندھا دے بعد میں وضو کرے۔ (صفحہ 64)

یہ روایت اپنے مفہوم میں واضح ہے مگر اسے سیدہ عائشہ تسلیم نہیں کرتیں فرماتی ہیں کہ۔ او نجس موتی المسلمین وما علی رجل لو حمل عودا

کیا مسلمانوں کے مردے نجس اور ناپاک ہوتے ہیں کہ ہاتھ لگاتے ہی غسل واجب ہوتا یا لکڑی اُٹھاتے ہی وضو لازم ہو؟ (استدراکات صفحہ 15/64)

یہاں لکڑی سے میت رکھنے والی چارپائی مراد ہے یعنی میت کو ثواب کی خاطر کاندھا دینے سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔

شعر کہنا

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ۔ لا ن یمتلیٔ جوف احد کم قیحا ودما خیر له من ان یمتلیٔ شعرا.

تمہارے منہ میں خون اور پیپ اُنڈیل کر تمہارا پیٹ بھر دیا جائے تو شعر کہنے سے بہتر ہے۔ (استدراکات صفحہ 64)

ام المؤمنین عائشہ فرماتی ہیں کہ ابو ہریرہ نے حدیث سمجھی ہی نہیں اس میں ہے کہ جو شعر کسی کی ''ہجو'' میں ہو وہ چونکہ عیب جوئی پر مشتمل ہوتا ہے اسی شعر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ناپاک اور نجس کی طرح حرام ہے۔

کفن سمیت مُردوں کا جی اُٹھنا

حاکم اور ابن حبان ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ خود انہوں نے جب نزع کا وقت قریب ہوا تو نئے کپڑے پہن لئے اور نبی اکرم ﷺ کے حوالہ سے فرمایا کہ۔ ان المیت یبعث فی ثیابه التی یموت فیها . میت ان ہی کپڑوں میں اُٹھایا جائے گا جن کپڑوں میں دفن کیا گیا۔

یہ حدیث جب سیدہ عائشہ نے سُنی تو فرمایا کہ کیا یہ کفن یا نئے کپڑے ابدالآباد تک بوسیدہ ہوں گے نہ گل سڑ جائیں گے جبکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے یحشر الناس حفاتاً عراة غرلا . کہ لوگ جب قبروں سے اُٹھیں گے تو ننگے پاؤں اور ننگے جسم اُٹھیں گے۔ (استدراکات صفحہ 71 کہاں کا کفن اور کہاں کے کپڑے؟)

نمازی کے آگے عورت کا گذر

ابو ہریرہ فرماتے تھے ان المرأة تقطع الصلاة عورت اگر نمازی کے سامنے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ

جائے گی۔حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ یہ غلط ہے میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو نماز ادا کرتے اور میں سامنے لیٹی رہتی بلکہ پہلو بدل کر آپؐ کے سجدے کی جگہ پہنچتی تو میرا پاؤں ہٹا لیتے۔(استدراکات صفحہ 66)

بخاری ومسلم میں روایت ہے کہ ما یقطع الصلاۃ. الکلب والحمار والمرأۃ۔کتا گدھا یا عورت نمازی کے سامنے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے سیدہ عائشہ نے جب یہ حدیث سُنی تو فرمایا۔ شبھتمونا بالحمیر وانکلاب والله لقد رأیت رسول الله

تم نے ہمیں کتوں اور گدھوں کے برابر کردیا بخدا میں رسول اللہ کے سامنے سوئی رہتی تھی۔ (استدراکات صفحہ 7/84 تا 10)

مکان میں تصویر ہو تو

ابوطلحہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ۔ان الملائکة لا تدخل بیتا فیه کلب او تمثال. جس گھر میں کتا یا مورتی ہو تو فرشتے داخل نہیں ہوتے۔جب صدیقہ کو پتہ چلا تو ابوطلحہ سے دریافت کیا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث خود سُنی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں یا ام المؤمنین۔پھر وضاحت میں فرمایا کہ اصل واقعہ یہ ہے کہ آپؐ بعض غزوات میں سے کچھ کپڑے لائے تھے میں نے ان میں سے رسول اللہ ﷺ کے لئے کچھ کے گدے بھی بنائے اور کچھ کے دیواروں پر آویزاں بھی کئے جبکہ یہ تصویر دار تھے۔ (استدراکات صفحہ 79)

غلافِ کعبہ کے کپڑے بنانا

شیبہ بن عثمان حضرت عائشہ کے پاس حاضر ہوئے اور بتلایا کہ ہمارے ہاں کعبہ کا غلاف اکٹھے ہوتے ہیں ہم زمین میں گہری کھڈ بنا کر انہیں دفن کردیتے تا کہ کوئی جنبی مرد یا حائضہ استعمال نہ کر پائیں۔آپؐ نے یہ سُن کر فرمایا۔مـــا احسنـــت بـئـس ما ضعت. ان ثیاب الکعبة اذا نزعت منها لم یضرها ان یلبسها الجنب والحائض

تم نے بہت برا کیا جب کعبہ کا غلاف اُتر گیا تو اس کا وہ تقدس نہ رہا اب اگر اس کا سوٹ بنا کر کوئی جنبی یا حائضہ پہن لے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (بہتر ہے کہ انسان کے استعمال میں آئے گڑھے میں دفنانے سے تو گل سڑ جائے گا۔ (استدراکات صفحہ 80) تاہم اگر خود نہ پہنو تو بہتر ہے کہ اُترے غلاف کو بیچ کر اس کے پیسے غریبوں اور مسافروں میں بانٹ دو۔ (استدراکات صفحہ 1/80 تا 6)

متعہ کے بارے میں

آپؐ نے سُنا کہ کچھ لوگ متعہ کے بارے میں بعض باتیں پھیلا رہے ہیں تو

قرآن سے روشنی طلب کی ،قرآن نے فیصلہ سنا دیا کہ والذین هم لفرو جهم حفظون بیوی کے علاوہ دوسرا کوئی بھی ذریعہ ۔حلال نہیں ہے ۔ (استدراکات صفحہ 86)

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

ترمذی ،نسائی ،ابن ماجہ، بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا تھا۔ جب سیدہ عائشہ نے یہ بات سُنی تو فرمایا۔من حدثكم ان رسول الله ﷺ كان يبول قائما فلا تصدقوه ما كان يبول الا قاعدا

جس نے یہ روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوکر پیشاب کرتے تھے تو فلا تصدقوه۔ اُسے جھٹلا دو کہ آپؐ نے ہمیشہ بیٹھ کر ہی پیشاب کیا ہے ۔

(استدراکات صفحہ 86)

ایک روایت میں ہے ما بال رسول الله ﷺ قائما منذ انزل عليه القرآن ۔ایک روایت میں ہے ۔ماریٰ احد رسول الله ﷺ يبول قائما منذ انزل عليه القرآن

سیدہ عائشہؓ نے فرمایا جب سے قرآن کا نزول ہوا نہ تو آپؐ نے کبھی کھڑے ہوکر پیشاب کیا اور نہ ہی کسی نے ایسی حالت میں دیکھا۔

(استدراکات صفحہ 7/87 تا 8)

چاشت کی نماز

عام طور پر عابد وزاہد لوگ نمازوں کی کئی قسمیں ادا کرتے ہیں اور ثبوت میں رسول اللہ ﷺ کا حوالہ بھی دیتے ہیں ۔لیکن بی بی عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ الا ان يحئ من مغيبة آپؐ نے ایسی کوئی نماز ایجاد نہیں کی جو چاشت کے وقت ادا کی جانے والی ہو۔ہاں اگر آپؐ سفر سے تشریف لاتے تو۔ (استدراکات صفحہ 88)

اس کے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ یا تو سفر میں کوئی صلاۃ رہ گئی ہو یا پھر گھر سلامت پہنچنے پر شکرانے کا دوگانہ ادا کیا ہو۔

معراج النبیؐ

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اللہ سبحانہ اوپر ہیں جہاں نبی اکرم ﷺ کو بُلوا کر دیدار کرایا تھا اب معراج کا لفظ اگر چہ قرآن کا لفظ نہیں ہے تاہم اس کے معنےٰ اوپر چڑھنے کے ہیں ۔اس طرح یہ درجات کی بلندی کا استعارہ بھی ہوسکتا ہے لیکن جولوگ اللہ کے لئے جہت اور مکانیت کا عقیدہ رکھتے تھے وہ کہتے تھے کہ معراج جسمانی ہوا تھا ۔لیکن شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ ۔حضرت عائشہ کو اس سے انکار تھا۔

(مقالاتِ شبلی صفحہ 6/69 تا 7)

یہ تمام واقعات دیکھ جایئے صدیقہ نے اپنی بات کو یا تو قرآن پاک کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ قرآن ہی آپؓ کی سانسوں میں بس رہا تھا۔ یا پھر قدرت نے آپ کو جس ذہانت و فطانت سے جس ارتقائی سوچ اور فراست سے نوازا تھا اس کے حوالہ سے بات کرتی تھیں اور یہی دانشورانِ قرآن کا امتیاز ہے جو ازل سے تا ابد اُنہیں زندہ و پائندہ بنائے رکھے گا۔

یہاں سیدہ عائشہ کی مناسبت سے اُنکی ہم نام بھانجی یعنے ابوبکر کی صاحبزادی اُمِ کلثوم کی بیٹی عائشہ (719م) جو شکل و شباہت میں اور قوتِ استدلال میں اپنی خالہ کا عکس پیش کر رہی تھیں اسی طرح ادیبہ، اسی طرح شاعرہ یا سخن سنج جس طرح کہ آپ کی خالہ تھیں ان کی شادی حضرت صدیقِ اکبر کے نواسے مصعب بن زبیر (690م) سے ہوئی تھی آپ عموماً بے پردہ ہوتی تھیں کہ قرآن میں اس کا واضح حکم نہیں تھا ایک بار مصعب بن زبیر نے بُرا مانا تو جواب مرحمت ہوا کہ ان اللہ قد وسمنی بمیسم جمال . احببت ان یراھا الناس فما کنت لا سترہ وو اللہ ما فیّ وصمة یقد ان یذکرنی احد

اللہ نے مجھے حسن و جمال کے امتیاز سے نوازا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ لوگ قدرت کے اس شاہکار کو دیکھیں بخُدا مجھ میں کوئی بُرائی نہیں ہے تاکہ لوگ دیکھ کر باتیں بنائیں۔ میں پاک و بے عیب ہوں۔

(الاغانی طبع مصر 5/51_58_العقد طبع لجنة التالیف مصر جلد 6/100-110,140)

حضرت عائشہؓ سیدنا عثمان غنیؓ (656م) کی زندگی میں جب اختلاف کی گنجائش دیکھتیں تو برملا اظہار فرمادیتیں لیکن شہادت کے بعد آپ نے سیدنا عثمانؓ کے قاتلین کی برملا مخالفت کی اور اپنی جان تک خطرے میں ڈالدی۔

❁

5 سماکؓ بن حرب (632م)

حضرت سماک بن خرشہ الخزرجی الانصاری (632م) عرف ابودجانہ جلیل القدر صحابی تھے۔ تو جیہات کو خود قرآن ہی سے کشید کرتے تھے صفات کی تاویل کرتے تھے۔ (طبقات المعتزلہ صفحہ 87)

❁

حضرت ابی ابن کعب بن قیس بن عبید خزرجی (642م) اسلام سے پہلے یہودی احبار سے تعلق رکھتے تھے قدیم لٹریچر پر کافی دسترس تھی۔ اسلام کے بعد احد۔ بدر، خندق اور اُن تمام دیگر معرکہائے حق و باطل میں شامل رہے جن میں نبی اکرمﷺ بذاتِ خود شامل تھے۔ سیدنا عمر بن الخطابؓ کے عہد میں بیت المقدس والوں سے صلحنامہ آپ ہی نے ترتیب دیا تھا۔ آپ صفاتِ باری کے بارے میں صاف ستھرے تھے اور فرماتے تھے

السعید من سعد بعلمہ و الشقی من شقی بعلمہ

خوش بختی اور بدبختی انسان کے ذاتی کردار کے مظاہر ہیں یہاں مقدر کا حوالہ دے کر بات نہیں ہو سکتی۔

(صفحہ 13/13 تا 14. غایۃ النہایۃ 31/1. حلیۃ الاولیاء 250/1. صفوۃ الصفوۃ 188/1)

7 حضرت ابو درداء (652م)

عویمر بن مالک بن قیس بن امیہ الخزرجی ابوالدرداء (652م)۔ طبقات صفحہ 9۔ اپنے عقیدے میں صاف تھے برائیوں کو اللہ سے منسوب نہ کرتے تھے۔ صحابیؓ تھے۔ مدینے کے تاجر تھے حضرت عمرؓ نے معاویہؓ کے عہد میں انہیں دمشق کا انتظام سونپ دیا تھا وہ دمشق کے قاضی بھی تھے۔ حکیم تھے، عالم تھے، پورے قرآن کے حافظ تھے۔ وصف کو ذات کا پرتو سمجھتے تھے۔ یعنے اللہ کی صفت کو اللہ کا جز نہیں۔ پرتو سمجھتے تھے۔

❁ (الاصابہ 6119۔حلیۃ الاولیاء ۔جلد 208/1)

8 عبداللہ بن مسعود (653م)

جناب عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب الھذلی (653م) علم وفضیلت، فہم وفراست کے بے پایاں سمندر تھے اسلام لانے والوں کی پہلی ٹیم کے ممبر تھے سب سے بلند آواز میں آپ ہی نے قرآن پڑھا۔ ہر وقت نبی اکرمﷺ کے ساتھ رہتے حضرت عمرؓ نے ایک بار قربتِ رسول کا یہ منظر دیکھ کر فرمایا کہ یہ وہ برتن ہے جو علمِ نبوت سے ہمہ وقت اور مسلسل بھر رہا ہے۔ آپ کوتہ قد تھے۔ کوفہ کے سکریٹری خزانہ بنا دیئے گئے۔ حضرت عثمان کے زمانے میں مدینہ طیبہ واپس آئے اور وہیں پر ساٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے قدریوں کے طبقۂ اول سے تعلق رکھتے تھے۔ (الاصابۃ 4945. البیان و التبیین 56/2) آپ سے جب عورت کے مہر کی سپردگی کی بات ہوئی تو فرمایا۔ اس ضمن میں میری رائے یہ ہے کہ پس اگر تو یہ ٹھیک ہے تو اللہ کی جانب سے ہے۔ اگر

غلط ہے تو میں ذمہ دار ہوں (ط۔م صفحہ 11) اس پر امام احمد بن یحییٰ المرتضیٰ لکھتے ہیں کہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ عدلی تھے جبر کے مخالف تھے۔ (صفحہ 11) ❁

9 حضرت معاویہ (680م)

رئیسِ مکہ جناب ابوسُفیانؓ (652م) کے فرزند ارجمند حضرت معاویہ (680م) عقل وفراست کے امام اور سیاستِ ملیہ، کے نیک نام زعیم اور مقتدا تھے وہ اسلام کے بڑے سیاس اور فتحمند قائد تھے ان کی فتوحات کی حدیں محیط اطلسی سے آگے تک پہنچ چکی تھیں آپ کے مصر پر مقرر کردہ گورنر نے سن ۴۳ ہجری میں سوڈان کو فتح کر کے اسلامی عملداری میں گوروں کے ساتھ کالوں کو بھی شامل کیا تھا۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان پہلے شخص تھے جنہوں نے سمندری فتوحات کا سلسلہ شروع کیا اور بحیرۂ روم، جزائرِ یونان، سائپرس اور درۂ دانیال کو فتح کر کے قسطنطنیہ کو سمندر اور خشکی کے راستے ۴۸ ہجری میں فتح کیا۔ آپ سے پہلے خلفاء کے باڈی گارڈ کا انتظام نہیں تھا لیکن حضرت فاروقِ اعظم، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کی شہادتوں کے بعد آپ نے حفاظتی دستہ متعین کیا۔ اور اس کا بظاہر فائدہ بھی ہوا کہ جب خارجی کمانڈوز نے طے کر لیا کہ مصر، شام اور عراق کے اُمراء اور خلفا کو 20 رمضان المبارک کو قتل کر دیا جائے گا کہ یہ سب اسلام سے منحرف ہو چکے ہیں چنانچہ یہ لوگ مکہ سے ایک ماہ پہلے چل پڑے اور مقررہ تاریخ پر اپنا کام شروع کر دیا۔ مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص (664) کی طبیعت ناساز تھی نائب نے صبح کی امامت کرائی اور حملہ آوروں نے اُسے ہی شہید کر ڈالا۔ عراق میں حضرت علی خنجر خوارج سے جرعۂ شہادت نوش کر گئے ادھر دمشق میں حملہ آوروں نے حضرت معاویہ پر وار کیا باڈی گارڈ جھپٹے اور قاتلین پکڑے گئے بایں ہمہ خنجر کے وار سے آپ کا ایک زانو گھائل ہوا اور آپ بے ہوش ہو گئے۔

امیر المومنین سیدنا ابوبکر الصدیق نے جناب یزید بن سفیان (683م) کو شامی فتوحات کا کنٹرولر مقرر کر کے ان کے بھائی معاویہ بن ابی سفیان (680) کو معاون کے بطور ساتھی بنا دیا جہاں آپ نے ''صیدا''، عرفہ، جبیل اور بیروت کے شہر فتح کئے۔ بعد میں حضرت عمرؓ (644م) نے آپ کو اردن کا والی مقرر فرما دیا بلکہ یزید کی وفات پر دمشق کا والی بھی اُنہیں ہی بنا دیا۔ کہ اس عرصہ میں دُنیا آپ کی سیاست اور طرزِ حکمرانی کا لوہا مان چکی تھی اور ہر زبان پر یہی تھا کہ۔ **دھاۃ العرب المتمیزین الکبار و کان فصیحا حلیما وقورا** o آپ عرب کے مشہور بہادر اکابر میں سے تھے باوقار شخصیت کے مالک فصاحت و بلاغت آپ کا طرۂ امتیاز اور

مزاج میں تحمل ان کے خمیر میں شامل تھا۔

(طبری 180/6_ یعقوبی طبع مصر 192/2_ تاریخ الخمیس بریل 291/2_296)

اور حکمرانی و جہاں بانی کی ان غیر معمولی صلاحیتوں کو دیکھ کر ہی سیدنا عثمان (656ء) نے شام کی تمام ریاستوں (سیریا، لبنان اور اُردن) کا والی اُنہیں ہی بنا دیا۔ (البدء و التاریخ بوریل 5/6 وغیرہ وغیرہ)

آپ بنیادی طور پر حکومت کے لئے اسی طرزِ فکر کے مالک تھے جو خلفائے ثلاثہ کے عہد میں رائج تھی۔ لیکن حالات نے آپ کے وطیرے میں تبدیلی پیدا کر دی کہ آل ابو طالب موروثی طرزِ عمل کی حامل تھی اور باوجودے کہ نبی اکرم ﷺ کی جانب سے اشارتاً یا کنایتاً کوئی ہدایت موجود نہ تھی بایں ہمہ ابنِ ابی طالب کا اصرار تھا کہ نبی اکرم ﷺ کے وہی وارث اور وہی جانشین ہیں ثقیفہ بنی ساعدہ کی میٹنگوں میں بھی تنہا آپ کا رویہ چغلی کھاتا تھا کہ صرف وہی سیاسی جانشینی کے مدعی ہیں اور موروثیت ہی اسلام کا۔ بلاوا۔ ہے تاہم چونکہ ماحول ابھی سازگار نہیں تھا اور نہ صحابہ کرام کو مطمئن کرنے کے لئے فیصلۂ پیغمبر کا ثبوت موجود تھا۔ خاص کر حضرت عباس (653ء) جو کہ رسول اکرم ﷺ کے چچا بھی تھے اور آپ ﷺ کی وفات سے 21 سال بعد تک زندہ بھی رہے اور براہِ راست وارث بھی۔ ان کے پردۂ سکرین پر نہ آنے سے لوگوں کو شک گذرا کہ اگر براہِ راست وارث جانشینی کا ثبوت نہیں رکھتا تو بالواسطہ مدعی کس بنا پر وارثِ تخت و تاج بن سکتا ہے؟ نہ صرف آپ نے اپنی ذات کے حوالے سے جانشینی کا تأثر دینے کی غلط کوشش کی ذہنی طور پر اولاد کو بھی آمادہ کر لیا کہ جانشینی کو اپنا حق سمجھ کر دعوے کرتے رہیں۔ پھر لطف یہ کہ جانشینی کے بڑے سہیم عباس تک کو اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ تاکہ اگر خود کسی کے اطمینان کا سامان نہ رکھتے تھے تو ابنِ عباس ہی کو سامنے لے آتے جو لوگوں کا اطمینان کرا سکتے۔

بہر حال ان ہی حالات میں دو خلافتیں کام کر کے چلی گئیں کہ تیسری خلافت کا اندوہناک واقعہ رونما ہوا اور جاننے والے جان گئے تھے کہ اتنے بھیانک قتل میں کن کے ہاتھ خون میں رنگے ہوئے ہیں؟ ساتھیوں اور طرفداروں کا معاملہ نہ پہلے کبھی اخفاء میں رہا اور نہ کبھی رہ سکتا ہے چنانچہ معاملہ فاش سے فاش تر ہوتا چلا گیا۔ صحابہ کرام میں بے چینی پھیل گئی ہر شخص چاہتا تھا کہ قاتلوں کے ہاتھ ابھی رنگین ہیں ان پر ہاتھ ڈالا جائے مگر تاریخ بتلاتی ہے کہ خلافت کے نئے اُمیدوار نے کوئی دلچسپی نہ لی بلکہ ماحول کو اب بھی ناساز پا کر آپ صحابہ کرام کو چھوڑ کر اپنے غیر معیاری ساتھیوں کو ہمراہ بنا کر سوئے عراق چل پڑے جس کا صحابۂ کرام نے شدید نوٹس لیا کیونکہ اس طرزِ عمل سے مدینۃ النبی کی کیپٹل حیثیت ختم ہو چکی تھی روزگار کے ذرائع ندارد تھے لوگوں نے ایسی سراسیمگی کی حالت میں شام کی طرف ہجرت شروع کر دی اور یہ ہجرت گویا حضرت معاویہ پر لوگوں کے اعتماد کا

اِظہار تھا کہ وہاں تحفظ بھی ملے گا اور معاشی سنبھالا بھی اُدھر لوگوں کے غیر اعلانیہ اعتماد کو دیکھتے ہوئے حضرت معاویہ کے دل میں خیال آیا کہ جو شخص مکہ۔ مدینہ اور حجاز کے لوگوں سے بیعت لئے بغیر باہر کے لوگوں کے سہارے چل پڑا اور اہلِ مدینہ کو میسر تمام سہولیات سے محروم کر گیا اور عراق میں نہ صرف نا اہل ساتھیوں کے زور پر حکمرانی فرما رہے اور نصب وعزل کے احکامات بھی جاری کر رہے ہیں جبکہ آپ کی موجودہ حکمرانی کسی بھی زاویہ سے متفقہ۔ یا اجتماعی بیعت کے نتیجہ میں وجود میں نہیں آتی۔ کہ انہیں شام کی گورنری سے معزولی کا حکم مل جاتا ہے چنانچہ آپ نے معزولی کے حکم کو چیلنج کر دیا ایسے میں حضرت عبداللہ بن عباس جیسے دانشمند اور ہاشمی فیملی کے بزرگ موجود تھے ان کے ذریعہ مفاہمت ہوسکتی تھی لیکن حضرت علی نے حکمران بنتے ہی امام حسنؓ (670م) کو ولی عہد بنا ڈالا جس پر یزید کی ولیعہدی کا راستہ صاف ہوگیا۔ لوگ کہتے تھے کہ حضرت عباسؓ جو کہ براہِ راست نبی کریم ﷺ کے چچا اور وارث تھے انہوں نے ولیعہدی کا سلسلہ کیوں نہیں چلایا جو بلا واسطہ وارث بھی تھے اور فیملی کے زندہ بزرگ بھی جبکہ حضرت علی بالواسطہ ولیعہد بن جانے پر زور دے رہے تھے۔ جبکہ واسطہ ابو طالب تھے جو نہ تو زندہ تھے اور نہ ہی ایمان نہ لانے کی وجہ سے وارث بن سکتے تھے تاہم اگر حضرت علی حضرت عباس کو شریکِ مشاورت گردانتے تو آنے والے دنوں میں بنی عباس آلِ ابو طالب کو شریکِ اقتدار ضرور گردانتے کیونکہ بنی مروان کی حکومت گرانے میں دونوں کو ایک دوسرے کا تعاون حاصل تھا۔ کاش حضرت علی صائب مشورہ ہوتے تو ولیعہدی اور موروثی کا حق جتائے بغیر بھی خلیفہ بن سکتے تھے لیکن ان کے ہمراہیوں کے ہاتھوں حضرت عثمان کا قتل ہونا۔ قاتلوں کا پیچھا نہ کرنا اُلٹا زمامِ حکومت ان ہی کے سپرد کر دینا اور مدینہ منورہ کی سیاسی حیثیت ختم کرنا ایسے اُمور تھے کہ آپ سنجیدہ لوگوں کا تعاون حاصل نہ کر سکتے تھے اور بالآخر خود بھی مظلومی کی شہادت لے کر دُنیا سے رُخصت ہوگئے اِدھر آپ کے نامزد ولیعہد حضرت امام حسن کے جائزے میں آپ کے حینِ حیات اور آپ کی شہادت کے بعد عملاً وہی لوگ تھے جو نام تو آلِ ہاشم کا لیتے مگر کام اپنی مرضی سے کرتے ایسے میں امام حسن نے مسلمانوں کے مفاد کو مدِ نظر رکھ کر ولیعہدی کی حکمرانی سے دست برداری کی اچھی مثال قائم کی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ خود یزید کو بھی ولیعہدی راس نہ آئی کہ ان ہی کے عہد میں امام حسین کی شہادت کا واقعہ ہائلہ پیش آیا۔ عراقیوں نے اسے خوب اکسپلائٹ کیا۔ عبیداللہ بن زیاد اور اسکی نوکر شاہی نے رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہ کیا اور پھر ان ہی اضطرابی حالات میں اسکی زندگی نے بھی وفا نہ کی دو اڑھائی سال کی حکمرانی کے بعد چل بسا ان کے فرزند خالد بن یزید (704م) نے یہ کہہ کر حکمرانی پر لات ماردی کہ یہ مسلمانوں کا حق ہے چنانچہ اس کے ساتھ ہی بنی اُمیہ کی سفیانی شاخ سے حکمرانی رُخصت ہوکر بنو مروان فیملی میں چلی گئی و یبقیٰ وجہ

ربک ذوالجلال والاکرام

حضرتِ معاویہؓ بڑے زیرک، معاملہ فہم، متحمل مزاج اور اسلام کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دینے والے بزرگ تھے نپی تلی بات کرتے جب کوئی پیچیدہ معاملہ زیرِ غور آتا تو آپ کی ذراسی توجہ سے گرہیں کھلتی چلی جاتیں۔عراق اور شام کے سیاسی اختلافات کو دیکھتے ہوئے قسطنطنیہ کے قیصر نے حضرت موصوف کو حمایت کی پیشکش کی۔آپ نے مسترد کرتے ہوئے فرمایا مجھے اسلام کی برتری کے لئے اگر علی کی قیادت میں قسطنطنیہ کا رُخ کرنا پڑا تو ایسے لاؤلشکر کے ساتھ کروں گا جس کا ایک سرا دمشق میں ہوگا تو دوسرا قسطنطنیہ میں۔

آپ عربوں کے فرزانوں میں نہایت بلند مقام رکھتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے کاتب السر (پرائیویٹ سکریٹری) اور کاتب الوحی تھے رسول اللہ ﷺ کے پیارے سالے اور گھر کے صحبت یافتہ ہونے کے باوصف رسولؐ کی طرف منسوب باتوں کو فہم ودانش کی کسوٹی پر پرکھنے کے عادی تھے۔آپ نے اتنے قربِ رسولؐ کے باوجود کم سے کم روایات بیان کیں اور ایسے معیار کی کہ نہ عقل سے ٹکرانے والی تھیں نہ وحی سے۔آپ کا عقیدہ تھا کہ قرآن منبعِ رُشد وہدایت ہے اور عقل اس سے رموزِ دین وسیاست کشید کرنے کا آلہ۔آپ معراج النبی ﷺ کو درجات اور مناصبِ نبوت کی بلندی سے تعبیر کرتے اور حقیقی معراج تسلیم نہیں کرتے تھے ویسے بھی قرآنیاتِ معاویہ قرآنیاتِ عائشہ سے کم نہوں گی۔ ❁

10 حضرت ابن عباس (687م)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو اہل زبان بھی تھے دانشور اور خطیب بھی اور الفاظ کے مزاج شناس بھی۔ آپ علے الاعلان۔برائیوں کے خالق انسان ہی کو سمجھتے تھے،آپ کے فرزند علی بن عبداللہ اپنے ابا حضور کے ہاں بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا۔اے ابن عباس لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے فلاں کو بدکاریوں پر مجبور کیا۔یہ سن کر ابن عباس نے کہالو اعلم ان منهم ههنا احدا. لقبضت علىٰ حلقه فحصرته حتى تذهب روحه عنه. لا تقولوا اجر الله على المعاصى

اگر مجھے معلوم ہو کہ یہ کہنے والوں میں سے کوئی یہاں موجود ہے تو میں
اس کا گلا اس وقت تک دبائے رکھوں جب تک اس کی جان میں جان ہے۔لوگو تم یہ
نہ کہو کہ اللہ بدی کے ارتکاب پر مجبور کرتا ہے۔

(احمد بن یحییٰ طبقات المعتزلہ صفحہ 6/13 تا 9)

نیز آپ نے اہلِ شام کے مجبرہ سے کہا هل منکم الامفتر علی الله یحمل اجرامه علیه وینسیه علانیه الیه

تم لوگ اللہ پر افتراء کرتے اور پوری جسارت سے کہتے ہو کہ ہم سے معاصی اللہ کراتا ہے اور علانیہ بدی کی نسبت اس کی طرف کرتے ہو۔ (صفحہ 12)

11 ابوالاسود دولی (688م)

ظالم بن عمرو بن سفیان بن جندل ابوالاسود۔ دولی (688م) بڑے ذہین وفطین تھے خلاقی صلاحیت پائی تھی حاضر جواب تھے۔ فقیہ تھے۔ شاعر تھے۔ میدانِ جنگ کے سپاہی تھے۔ تابعی تھے حضرت علیؓ نے گرامر کے اصول مرتب کرنے پر مامور کررکھا تھا۔ جنگِ صفین میں علیؓ کے طرفدار تھے لیکن ثالثوں کے فیصلے سے متأثر ہوکر معاویہؓ کا احترام کرنے لگے بلکہ زیادہ ہی احترام کرنے لگے۔ معتزلہ کے ابتدائی ایام سے ممبر تھے۔

(طبقات صفحہ 61)(صبح الاعشی 161/3۔وفیات الاعیان 24/1۔کامل ابن اثیر 211/8)

12 عبداللہ بن عمرؓ (692م)

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب العدوی (692م) صحابہ میں ان کی رائے کا وزن ہوتا تھا عدوی فیملی کو ان پر ناز تھا احمد بن یحیٰی نے انہیں طبقات میں پہلی صف میں شمار کیا ہے (صفحہ 9) آپ نیکیوں اور بدیوں کا فاعل خود انسان ہی کو سمجھتے اور گناہوں کی نسبت اللہ کی طرف کرنے کو معصیت کہتے تھے۔ کہ آپ کے نزدیک قتل، زنا۔ کفر، شرک، غرضے کہ تمام سیئات کی نسبت اللہ کی طرف نہیں ہوسکتی۔ جاہلیت میں جن فیملیوں کو معزز سمجھا جاتا تھا ان ہی سے وابستہ تھے۔ نہایت بے باک اور اپنے عقیدے کے پکے تھے حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے کے بعد لوگوں نے آپ کو بیعت لینے کے لئے مجبور کیا مگر آپ نے جھٹک دیا آپ صحابہ میں سے آخری فرد تھے جنہوں نے وفات پائی۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمان کہتے تھے۔ آپ اپنے والد عمر بن خطابؓ کی طرح علم وفضیلت میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے بس فرق یہ تھا کہ حضرت عمرؓ ایسے زمانے کے تھے جس میں آپ کی طرح فضلاء موجود تھے اور ابن عمر ایسے وقت میں رخصت ہوگئے کہ آپ کی مانند کوئی بھی نہ تھا یعنے اپنی نظیر دونوں ہی آپ تھے۔

❁ (الاصابه۔ب۔4825۔تهذیب الاسماء 278/1)

13 معبد الجھنی (699م)

معبد بن عبداللہ بن عویم الجہنی (699م) ابن عباس اور عمران بن حصین کے معتزلی شاگرد تھے۔ بصرے سے مدینہ منورہ گئے تو وہاں مذہب اعتزال کو فروغ دیا۔ حدیث کے امام تھے۔ تابعی تھے۔ عبدالملک بن مروان نے "قدری" ہونے کے جُرم میں اسے قتل کر دیا تھا کہ اِن دنوں عمر بن عبدالعزیز اور مسلم بن غیلان دمشقی نے معتزلیوں کو ملا کر بنومروان کی عطا کردہ جاگیریں اور خورد برد کا دیگر مال ان ہی بنومروان سے برآمد کر کے ضبط کر دیا تھا اور عبدالملک نے عمر بن عبدالعزیز اور غیلان کو وارننگ بھی دی تھی کہ خلیفہ عمر کے بعد اِن قدریوں کے تکے بوٹیاں کر دوں گا۔ اس طرح ان دنوں قدری کے ایک گونہ یہ معنے تھے جو لوٹی ہوئی دولت واپس لینے والا ہو۔

نوٹ :۔ خلفائے ثلاثہ کی طرح عبداللہ بن عباس اور عمران بن حصین (672) بھی معتزلی تھے۔

(تهذیب التهذیب 225/10-میزان الاعتدال 183/3-البدایة والنهایه 34/9)

❀

14 عُروہ بن زبیر (712م)

دانشورانِ قرآن ایک دو نہیں لاکھوں ہو گذرے ہیں ہم نے صرف ان بزرگوں کا ذکر کیا ہے جو اپنے اقرار موجب صرف قرآن محکم ہی کو اتباع اور اطاعت کے قابل سمجھتے اور قرآن کے ہوتے ہوئے غیراز قرآن کی نفی کرتے تھے حضرت عروہ بن زبیر (712م) خاندانی طور پر ایسے علمی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے جو رہنمائی اور طلبِ ہدایت کے لئے صرف قرآن پاک ہی کو کافی گردانتے اور قرآن ہی کو ہادی اور رہنما تسلیم کرتے تھے وہ چاہتے تھے کہ ہر زمینِ قلب پر صرف قرآن ہی کی عظمت وسطوت کا پھریرا لہراتا ہو اور قرآن ہی کی حکمرانی دائم و قائم ہو۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی (1038م) آپ کی صحتِ عقیدے کی بابت آپ ہی کی زبانی بیان کرتے ہیں۔ قال عروة بن الزبیر کنا نقول لا نتخذ کتابا مع کتاب الله فمحوت کتبی فوالله لوددت ان کتبی عندی ان کتاب الله قد استمر مویریة

عروہ بن زبیر فرماتے تھے ہم سب نے عہد کر رکھا تھا کہ کتاب اللہ کی موجودگی میں دوسری کوئی سی بھی کتاب اپنے پاس نہیں رکھیں گے چنانچہ اس اجتماعی

عہد کے بعد قسم کھا کر کہتا ہوں کہ۔ میں نے تمام وہ کتابیں تلف کر دیں جن سے مجھے پیار تھا اور میں چاہتا تھا کہ یہ ذخیرۂ کتب میرے پاس رہ جاتا لیکن اب مجھ پر واضح ہو چکا تھا کہ۔صرف قرآن پاک ہی ایسی کتاب ہے جس کی توانائی لازوال اور طاقت غیر فانی ہے۔(قد استمر مریرتهٔ) جسکی صداقتیں ابدی اور اصولِ ہدایت مستحکم اور روحانی قوت زوال پروف ہے۔

(حلیۃ الاولیاء طبع مصر 1933ء جلد 7/176/2 تا 20)

حضرت عروہ اس اجتماعی عہد کی اس وقت نشاندہی کرتے ہیں جب حدیث سازی کا رواج پڑ رہا تھا یعنے تابعینِ کرام تب بھی قرآن پاک ہی کو سپریم لاء سمجھتے اور مقابل کی ہر تحریر کو تلف کر دیتے تھے۔

❁

15 انس بن مالک (712م)

حضرت انس بن مالک بن ضمضم الخزرجی الانصاری (712) مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں اسلام لے آئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی حینِ حیات آپ کی خدمت سے منسلک رہے۔آپ کی وفات کے بعد دمشق چلے گئے پھر بصرے میں جاگزیں ہوئے پھر وہیں پر فوت ہو کر مدفون ہوئے جبکہ آپ مرنے والے آخری صحابی تھے آپ کا فرمان تھا ماھلک امۃ قط حتی یکون المجبر قولھم

وہ قوم ہلاکت کے دہانے پر چلی گئی جس نے جبر یعنے معاصی اور خطا کاریوں کو مقدر کا لکھا مانا۔

(ط.م صفحہ 10/13 تا 11. ابن سعد 7/10- تھذیب ابن عساکر 139/3)

❁

16 امام محمد بن الحنیفہ (717م)

امام ابو ھاشم عبداللہ بن محمد (ابن الحنفیہ) بن علی (717م) بڑے علم والے تھے اس خاندان میں مالی استطاعت کا اگر چہ فقدان تھا تاہم علمی وجاہت مسلمہ تھی۔معتزلہ اس خاندان کا بڑا احترام کرتے تھے۔کیونکہ امام واصل بن عطاء اور امام محمد ہم درس بھی تھے اور ہم شہر (مدینہ منورہ) بھی اس طرح واصل اور محمد نے جناب عبداللہ سے اعتزال کی تعلیم پائی بلکہ محمد کے دوسرے بھائی حسن بن محمد سے مشہور قرآنی دانشور اور قاضی غیلان بن

مسلم دمشقی (723) نے بھی اعتزال سیکھا۔ (ط۔م۔صفحہ 17)۔حسن اور محمد کا تیسرے طبقے سے تعلق تھا۔

حضرت عبداللہ۔ مروانی عہد میں علویوں کے ایک زعیم کی حیثیت سے متعارف ہوئے۔ آپ کا گھر خفیہ طور پر علویوں کا تربیتی مرکز بن گیا تھا۔ شیعہ کا ایک گروہ یقین رکھتا تھا کہ سیدنا علی نے اپنے بعد ان ہی کو ''وصی'' بنایا تھا۔ اور بعد میں امام محمد (حنفیہ) نے ولایتِ عہدی اپنے بیٹے عبداللہ کی طرف منتقل کر دی جس کی بھنک اموی حکمران سلیمان بن عبدالملک کو پڑ گئی چنانچہ سلیمان نے کسی ذریعہ سے آپ کو دیر تاثیر زہر (سلو پوائزن) دِلا دی۔ آپ نے جب محسوس کیا کہ موت کے دن قریب ہیں تو دمشق کو چھوڑ کر بمقام ''حمیمہ'' جو اردن کی موجودہ بندرگاہ ''معان'' کے قریب تھا چلے گئے اور وہاں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پوتے محمد بن علی بن عبداللہ کے پاس رہے۔ زہر خورانی کا واقعہ بھی بتلا دیا اور اپنے شیعہ پیروکاروں کو ہدایت کی کہ میرے بعد ولیعہدی محمد بن علی بن عبداللہ کو منتقل ہو گی آپ نے ان کا تعاون کرنا ہے تا کہ ہم ہاشمیوں کا شیرازہ منتشر نہ ہونے پائے۔ اس کے بعد پوشیدہ لٹریچر اور زبانی ہدایات بھی ان تک پہنچا دیں۔ مذاہب و مسالک پر گہری نظر رکھتے تھے قرآنی دانشوروں کے استاد تھے حمیمہ میں کچھ عرصہ رہ کر ابن عباس والوں کے گھر ہی وفات پائی اور بغیر کسی مناقشت ولایتِ عہدی کا پہلا مرحلہ طے ہو گیا۔

(ابن الاثیر واقعات 717م۔تہذیب التہذیب 16/6۔شذرات الذھب 113/1)

❁

17 شہزادہ عمر بن عبدالعزیز (720م)

کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز (720م) مجدد تھے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ اس صوفیانہ اصطلاح کے مستحق تھے یا نہیں۔ میرے نزدیک۔۔۔ تھے کہ ایک بہت بڑے انسان تھے جس نے قرآن کے نظام عمل کو سنوارا زندہ کیا اور رائج کیا اس کے سینے کے اندر رحمت و اُلفت کا موجیں مارتا سمندر تھا اس نے قرآن کے نظام مالیات (وفی اموالھم حق للسائل والمحروم) کو نافذ کر کے اپنے عہد کے تناظر میں بڑے انقلابی اقدامات کئے۔ وہ بلا شبہ انسان تھے مگر ایسے ویسے انسان نہیں۔ روشن فکر۔ باکمال اور شعور و آگہی سے حصۂ وافر پانے والے غیر جانبدار انسان تھے اور ایک غیر جانبدار ہی۔ انسان دوست ہوتا ہے وہ انصاف کے معاملہ میں اپنے اور غیر میں امتیاز کے قائل نہیں تھے۔ انہوں نے اگر۔ بنو مروان۔ کی عطا کردہ جاگیریں ضبط اور وظائف رد کر دیئے تھے تو ساتھ ہی اپنی املاک بھی نذرِ انصاف کر دی تھیں۔ بڑے جاگیر دار تھے، سکنی اور زرعی اراضی،

شہزادہ عمر بن عبدالعزیز

چراگاہیں ۔ مال و مویشی کثرت کے ساتھ آپ کی ثروت میں اضافہ کئے ہوئے تھے جب غیلان دمشقی شہید کے کہنے پر بنو مروان ۔ کے اثاثوں کا نیلام اور تقسیم کا آغاز کیا تو پہلے اپنی املاک کو حقداروں کی نذر کر دیا تاریخ بتاتی ہے کہ اپنے مختصر دورِ حکومت میں انصاف کو عام کیا کہ رعایا نے سکون محسوس کیا۔

(ابن خلدون 76/3 ۔ تاریخ الخمیس 315/2 ۔ حلیة الاولیا 253/5-352 وغیرہ)

آپ کا حکمرانی کا طریقہ کار یہ تھا کہ ہر عامل کو اپنے معاملات نمٹانے میں آزاد چھوڑ دیا تاکہ وہ بات بات میں بالائی مشوروں اور ہدایات کا محتاج نہ رہے ۔ اطلق الحریة للعامل لایشاور الخلیفة الا فی اهم المهمات ما یشکل علیه امرہٗ

عمال کو اپنے اپنے محکمہ کے امور سرانجام دینے کے لئے آزادی حاصل تھی تاکہ وہ صرف انسانیت کی پالیسی کو نظر میں رکھیں اور یہ کہ انصاف کس شکل میں لوگوں تک پہنچایا جائے؟ وہ خلیفہ سے نہایت اہم اور مشکل امور کے مشورے کے پابند بھی نہ ہوتے تھے۔ (ابن اثیر طبع مصر جلد 22/5 ۔ زرکلی 209/5)

شہزادہ عمر بن عبدالعزیز کو امام احمد بن یحییٰ المرتضیٰ نے ۔ معتزلہ کے جلیل القدر اماموں میں شمار کیا ہے (طبقات صفحہ 121) ثبوت میں لکھتے ہیں کہ امام غیلان دمشقی سے ان کے ہم خیالی کے روابط تھے ۔ ان غیلان الدمشقی دخل علیه وقال ان العامة من الشام زعموا ان الظلم بقضاء الله وقدره وانک تقول بذالک فقال سبحان الله. انما اتتبع مظالم بنی امیه وازدها واسمیها مظالم بنی امیة افتری انی اُظلمَ الله

ایک بار غیلان ۔ عمر سے ملے اور کہا کہ شام والے خیال کرتے ہیں کہ ظلم و بیداد ۔ اللہ کی قضا اور قدر سے سرزد ہوتا ہے اور اے عمر سنا ہے کہ تم بھی ایسا ہی کہتے ہو؟ شہزادہ عمر نے کہا ۔ میں اور بنی امیہ کے مظالم کو اللہ کے کھاتے میں ڈالوں ۔ اور مظالم بنی امیہ کہنے کی بجائے ۔ مظالم خدا کہوں؟

(طبقات المعتزله صفحہ 121/4 تا 6)

ابن یزداد علی بن محمد ۔ کہتے تھے کہ ۔ کان عمر من مستجیبی غیلان.

امام غیلان اور امام عمر ۔ کی قربتیں قرآن کی وجہ سے ظہور میں آئیں اور اسی ہم خیالی کی وجہ سے غیلان ۔ عمر کے چہیتے بن گئے ۔ (طبقات صفحہ 121/7)

سلیمان بن ارقم سے روایت ہے کہ جناب عمر بن عبدالعزیز نے حسن بصری کو لکھا کہ سنا ہے تم ''قدر'' کے بارے میں کوئی مختلف رائے رکھتے ہو۔ اچھا ہوگا کہ اپنے عقیدہ کی تحریر میں وضاحت کرو۔ حضرت حسن بصری نے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا تم لکھ دو کہ من الحسن بن ابی الحسن الیٰ عمر بن عبدالعزیز اما بعد فان من کذب بالقدر فقد کفر و من حمل ذنبہ علی اللہ فقد فجر

حسن بصری اپنے بھائی عمر سے عرض پرداز ہے کہ جو شخص انسان کے ارادے اور اختیار کی نفی کرتا ہے وہ کافر ہے اسی طرح جو انسان۔فعلِ بد تو خود کرے اور ذمہ داری اللہ پر ڈال دے تو وہ بھی عقیدے کا فاجر ہے۔

(صفحہ 9/121 تا 15)

یہی وجہ ہے کہ معتزلہ کا اجماعی فیصلہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز امامِ برحق تھے۔ (طبقات صفحہ 121)

❁

18 شعبی (721م)

عامر الشعبی (721م) نیز دانشورانِ قرآن میں سے تھے۔محتاط تھے،معتدل مزاج تھے۔شعبی کا اعتدال تو یوں بھی مشہور تھا کہ کسی بھی مسلک کے خلاف بات کرتے تو تول تول کر کرتے مثلاً وہ کہتے تھے کہ۔آل محمد سے پیار کرو مگر رافضی بن کر نہیں۔اللہ کی وعید پر ایمان لاؤ مگر مرجیہ بن کر نہیں۔اسی طرح لوگوں کی تکفیر سے بھی گریز کرو خارجی نہ بنو۔اور خوبیوں اور محاسن کی نسبت صرف اللہ کی طرف کرو۔بدی اور قبائح کا مرتکب اپنے کو ٹھہراؤ قدری نہ بنو۔(طبقات المعتزلہ صفحہ 130) آپ حدیث نبویؐ کے بڑے حافظ بھی تھے اور نقاد بھی۔ جسمانی طور پر نحیف اور کمزور تھے خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اسے شہنشاہِ روم کے پاس ایلچی (سفیر) بنا کر بھیجا تھا بلکہ عمر بن عبدالعزیز نے اسے قاضی بنا دینے کی خواہش بھی کی تھی۔

(تہذیب ابن عساکر طبع مصر جلد 138/7 . تاریخ بغداد 227/2)

❁

19 غیلان بن مسلم دمشقی (723م)

قرآن کی حاکمیت کے لئے جان کا نذرانہ پیش کرنے اور زندگی کا چراغ بجھا دیئے جانے کے منتظر امام غیلان بن مسلم دمشقی (723م) اُن زعماء میں سے تھے جن کے ہر اقدام سے مقہوروں کو مظلوموں کو، مجبوروں

اور پسے ہوئے طبقات کو ریلیف ملتی تھی۔ زمانہ تاریخ کے آپ پہلے انسان تھے جنہوں نے حکمرانی کے تو ییتی تصور کو مسترد کر دیا تھا۔عبدالکریم شہرستانی اپنی ''الملل والنحل'' میں لکھتے ہیں کان غیلان یقول بالقدر خیرہ و شرہ من العبد. و فی الامامتہ انھا اصلح فی غیر قریش و کل من کان قائما بالکتاب والسنتہ فھو مستحق لھا

غیلان قدری تھے اور کہتے تھے۔ خیر ہو۔ شر ہو انسان خود ہی اسکا فاعل ہے۔ اور حکمرانی کی اہلیت کے بارے میں۔ تو ییتی تصور کی نفی کرتے ہوئے کہتے تھے کہ۔ اس کے لئے قریشیت شرط نہیں ہے کوئی بھی مسلمان جو کتاب وسنت کا نظام چلالے حاکم بن سکتا ہے۔

(الملل والنحل۔طبع مصر مکتبہ الحسین جلد 227/1 ۔عیون الاخبار ابن قتیبہ طبع مصر 346-345/2)

اس طرح وہ الائمۃ من قریش. کی نفی کرتے ہوئے صرف اتنی گنجائش رکھتے ہیں کہ جس کی بھی بیعت ہو اجماعی ہو جیسے سیدنا ابوبکر اور دوساتھیوں کی ہوئی تھی غیر اجماعی نہ ہو جیسے خلیفہ چہارم کی ہوئی۔ (شہرستانی مختصراً۔ 227/1) اس سے غیلان کی دیدہ ریزی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ کتنے کھلے ظرف اور وسیع النظری کے مالک تھے؟ وہ جو دل و دماغ لے کر آئے تھے اس میں انصاف کو فریق بنانے کی گنجائش نہیں تھی۔حسن بصری کہتے تھے کہ غیلان۔اہلِ شام پر اللہ کی برہان ہیں مگر قتل کئے جائیں گے۔ کہتے ہیں کہ وہ علم و زہد کے ایسے بلند قامت مجسمہ تھے کہ دنیا آپ کے پاس دعاؤں کی التجالے کر آتی تھی۔ ویسے بھی بڑے ہی بے باک اور بڑے ہی جری تھے۔ آپ کی زبان حق کی ترجمان تھی ایک طویل خط میں عمر بن عبدالعزیز (720م) کو لکھا کہ۔

تم امام کہلاتے ہو جبکہ قرآن میں امام دو طرح کے ہیں۔ایک وجعلنا ھم ائمۃ یھدون بامرنا ایک وہ ہیں جو ہمارے قانون کے مطابق چلتے اور چلاتے ہیں۔ (انبیاء، 73)

اور دوسرے وجعلنا ھم ائمۃ یدعون الی النار ویوم القیامۃ لا ینصرون. وہ امام بھی ہیں جو آگ کی طرف بلاتے ہیں۔ (قصص، 41)

تم بتلاؤ کون سے امام ہو؟ کیا کبھی رشد و ہدایت والے کو تم نے دیکھا کہ اس نے گمراہی کی طرف بلایا ہو؟ کسی رحیم کو پایا جس نے بندوں پر ناقابلِ

برداشت فرمان نافذ کئے ہوں؟ یا اطاعت کیشی پر عذاب دیا ہو؟ کیا دنیا میں ایسے
عدل۔ کا وجود ہے جو لوگوں کو ظلم۔ تظالم پر اُبھارتا ہو؟ کیا کسی بھی راستباز کو پایا ہے
جس نے کذب اور تکاذب پر لوگوں کو جمع کیا ہو؟ بس میں صرف یہی کہنا چاہتا تھا۔

(طبقات المعتزلہ طبع بیروت صفحہ 25 وصفحہ 26)

اس کے بعد لکھا ہے کہ۔ فدعا عمر غیلان وقال اعنی علی ما انا فیه: فقال غیلان ولّنی بیع الخزائن ورد المظالم. فولاه فكان يبيعها وينادي عليها ويقول تعالوا الى متاع الخونة تعالوا الى متاع الظلمة. تعالوا الى من خلف الرسول في امته بغير سنته وسيرته. وكان فيما نادى عليه جوارب خز فبلغ ثمنها ثلاثين الف درهم وقد اتكل بعضها. فقال غيلان من يعذرني ممن يزعم ان هولاءِ كانوا ائمة هدى وهذا يأتكل والناس يموتون من الجوع

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے غیلان کا صدق مقالی خط پڑھ کر التجا کی کہ
میرے ناتواں شانوں پر حکمرانی کا جو بوجھ ڈالا گیا ہے آپ میری مدد فرما دیں۔
غیلان نے جواب میں کہا کہ بہتر ہے کہ آپ انسداد مظالم اور لوٹی ہوئی دولت کے
خلاف عملی اقدامات کے لئے مجھے پورے اختیارات دیں چنانچہ خلیفہ نے بغیر کسی
پس و پیش کے اختیارات دیدیئے۔ اب غیلان نے پوری دلجمعی اور یکسوئی سے
لوگوں سے چھینی ہوئی املاک ایک ایک کرکے وصول کرنا اور نیلام کرنا شروع کر دی
وہ ہر اثاثے پر منادی کرتا کہ۔ لوگو آؤ خائنوں کا مال خریدو۔ لوگو ظالموں کا اثاثہ
خریدلو اور آؤ ان کا مال خریدلو جو بغیر احیائے سنت اور بغیر اتباع سیرت کے خلیفہ
بنتے چلے گئے۔

ادھر اسی نیلامی کے دوران ریشم سے بنیں قیمتی جرابیں ملیں جن کی قیمت چاندی کے تیس ہزار درہم تھی
غیلان نے انہیں اُٹھا کر دکھاتے ہوئے کہا۔ مجھے وہ لوگ معاف رکھیں جو ان لٹیروں کو ہدایت یافتہ حکمران سمجھتے
رہے ہاں ہاں۔ یہ تو کھاتے رہے اور لوگ بھوکوں مرتے رہے۔ (طبقات صفحہ 9/26 تا 14)

کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ برسرِ عام ہوتا رہا کہ مربه هشام بن عبدالملک قال. ارىٰ هذا يعيبني ويعيب اجدادي والله ان ظفرت به لاقطعن يديه ورجليه

اس اثنا میں مستقبل کے خلیفہ ہشام بن عبدالملک کا اِدھر سے گذر ہوا اور
یہ خانہ ویرانی دیکھ کر اسے بڑا قلق ہوا اور یہ کہتے ہوئے گذر گیا کہ اس (غیلان) نے
مجھے اور میرے بزرگوں کو ننگا کر دیا ہے۔ بخدا اگر میں خلیفہ بنا تو اس سے نمٹ لوں گا
اس کے دونوں ہاتھ بھی کٹوا دوں گا اور پاؤں بھی۔ (طبقات صفحہ 15/26 تا 16)
موت کے اس جاسوس نے بعد میں جو کچھ کیا اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے انتقال کے ساتھ ہی ہشام ان کا جانشین مقرر ہوا، اور اپنا انتقامی عمل شروع کر دیا لیکن غیلان اور صالح آرمینیہ چلے گئے تھے۔ ہشام نے وہیں سے ہر دو کو واپس بلوالیا صالح کو تو بروقت قتل کر دیا مگر غیلان کے قتل کے لئے فتوے کا سہارا لینا ضروری تھا جبکہ یہ ضرورت غیلان کے نظریاتی حریف امام عبدالرحمان اوزاعی (774م) نے پوری کر دی چشمک یہ تھی کہ امام اوزاعی کے نزدیک الکتاب احوج الی السنة من السنة الی الکتاب۔ (قرآن حدیث کا محتاج ہے حدیث قرآن کی محتاج نہیں ہے۔ جامع بیان العلم جلد 19/2) لیکن امام غیلان کا عقیدہ تھا کہ قرآن کتابِ ''محفوظ'' ہے اور کوئی چیز نہیں جسے محفوظ کہا گیا ہو لہٰذا ''محفوظ'' کو غیر محفوظ کا محتاج نہیں کہا جا سکتا۔ اس کا جواب امام اوزاعی اور اس رجیم کے بڑے سے بڑے قدآور ممبر سے بھی نہ ہو سکتا تھا لیکن معقولیت کا دامن چھوٹ چکا تھا امام اوزاعی نے فتوے داغ دیا کہ غیلان بے دین ہے قتل کر دیا جائے۔ اس پر کیسانیہ گیٹ پر مقتل سجایا گیا۔ اب مقتل کا ہیرو سامنے تھا۔ ہشام نے آگے بڑھ کر غیلان کو مخاطب کیا۔ کہ اے غیلان یہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے تمہارا خدا کر رہا ہے۔ غیلان نے کہا۔ اللہ سے ظلم سرزد نہیں ہوتا وما انا بظلام للعبید (ق، 29) اور ظلم کرنے والے پر اللہ کی لعنت۔ اب اتمام حجت ہو چکا تھا۔ ہشام نے جلاد کو حکم دیا۔ تارا مسیح آگے بڑھو اس کے دونوں ہاتھ کاٹ دو۔ تارا مسیح نے تعمیل میں کوتاہی کئے بغیر غیلان کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے۔ پھر آواز آئی تارا مسیح اس کے دونوں پاؤں بھی کاٹ دو۔ تارا مسیح نے اس حکم کی تعمیل بھی کر ڈالی۔ لیکن غیلان پھر بھی بولتا رہا تب اوزاعی نے اشارہ دیا اسکی زبان کھینچ لی جائے تب ہشام نے کہا تارا مسیح گیا دیکھ رہے ہو؟ آگے بڑھو اس ناہنجار کی زبان کھینچ لو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اب بولنے والی زبان بھی نہ رہی اور اعضاء سے خون کے فوارے پھوٹنے سے موت بھی واقع ہوگئی تاہم جلاد کو آخری حکم ملا کہ اسی باب الکیسانیہ پر اس کی لاش کو سولی چڑھا دو۔ تارا مسیح نے یہ کام بھی کر دیا۔

❁

20 طاؤس بن کیسان (724م)

طاؤس بن کیسان الخولانی الہمدانی ابوعبدالرحمان (724م) اکابرِ تابعین میں سے تھے۔ دین کا تفقہ رکھتے اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے امراء اور سلاطین کے منہ پر سچ بات پوری بے باکی سے کرتے تھے عقیدے کے بھی صاف تھے اور عمل کے بھی ستھرے۔ حج کے دوران مزدلفہ یا منٰے میں فوت ہوئے ان دنوں خلیفہ ہشام بن عبدالملک بھی حج پر آئے ہوئے تھے نمازِ جنازہ انہوں نے پڑھائی۔ سلاطین اور امراء سے دور بھاگتے تھے ابن عینیہ کے مطابق عرب میں ضرب المثل بن گئی تھی کہ امراء اور سلاطین سے تین آدمی دور بھاگتے تھے۔ ابوذر غفاری، طاؤس اور ثوری۔

(تهذيب التهذيب 8/5- حلية الاولياء 3/4-ابن خلكان 233/1)

آپ قدری مسلک کے دوسرے گروپ سے تعلق رکھتے تھے ایک بار دو آدمی آپس میں اُلجھ پڑے ایک نے کہا اللہ نے ہمیں پھوٹ اور انتشار کے لئے پیدا کیا ہے۔ طاؤس نے سُنا تو کہا یہ اللہ پر جھوٹ ہے۔ پہلے فریق نے کہا۔ اللہ نے خود ہی تو فرمایا ہے ولا يزالون مختلفين الا من رحم ربک و لذالک خلقهم

یہ ہمیشہ جھگڑتے رہتے ہیں بس اللہ اپنی رحمت سے جسے ڈھانپ لے اور اسی لئے انہیں پیدا کیا ہے۔ (ہود 11)

اس سے معترض کا استدلال تھا کہ خلقهم ۔ میں هم ۔ کا ضمیر مختلفین سے متعلق ہے یعنے اللہ نے انسان کو اختلاف اور نزاع کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ اس کے برعکس طاؤس کا استدلال تھا کہ۔ هم ۔ کا ضمیر ۔"رحم ربک" کی طرف راجع ہے جو مرجع کے لحاظ سے قریب ہے اور معنے ہونگے۔ اللہ نے انہیں اتحاد اور اپنے رحم کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ نہ کہ پھوٹ اور انتشار کے لئے۔ (ط۔م طبع بیروت صفحہ 13/16 تا 17)

❁

21 قاسم بن محمد (725م)

قاسم بن محمد (725م) حضرت صدیقہ عظمٰے (678م) کے حقیقی بھتیجے تھے مدینہ کے بلند پایہ فقہا میں شمار ہوتے تھے یہ کسی طے شدہ دبستان فقہ کے امام نہیں تھے براہِ راست قرآن سے لیتے اور غور و تدبر کے سلسلہ میں قرآن ہی سے رہنمائی کو حرزِ جان بناتے تھے آپ کی فقہ۔ فقہ القرآن تھی۔ فنونِ لطیفہ جنہیں روایات میں موجب

ہلاکت کہا گیا ہے آپ قرآن کی رو سے مصوری سے بطور خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ شرف الدین نووی (1277م) نے اس جرم پر آپ پر شدید خفگی کا اظہار کیا اور انکار حدیث کی پھبتی کسی اور ناشائستہ الفاظ استعمال کئے تھے جس پر حافظ ابن حجر (1449م) جو خود بھی احادیث کے بڑے پشتیبان اور وکیل تھے نووی کے جواب میں کہا کہ قاسم بن محمد کی سوچ کو باطل نہیں کہا جاسکتا کہ وہ پہلی نظر میں قرآن پاک کی پالیسی کو نظر میں رکھتے اور دوسرے مرحلے میں عقل کی یاوری طلب کرتے تھے جبکہ سوچ کے ان پختہ ماٰخذوں کے بعد غلط یا صحیح معلوم کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ حدیث کے حرام کو حرام اور حلال کو حلال نہ کہیں۔ بنابریں ان کی سوچ کو باطل نہیں کہا جاسکتا۔ حدیث کی کمزوری ان پر عیاں تھی وہ خود بھی گروہِ سلف سے وابستہ تھے۔ سفیان بن عینہ (814م) کہتے تھے کہ قاسم اپنے زمانے کے افضل ترین انسان تھے۔ ادیب قرآن تھے خطیب مدینہ تھے علمی قد و قامت فزوں تر تھا۔

(تہذیب التہذیب طبع دکن جلد 330/8. حلیة الاولیاء طبع مصر 183/2)

❀

22 محمد بن سیرین (729م)

بصرے کے دانشور حسن بن ابی الحسن (728م) اور مطرف بن عبداللہ بن الشخیر (---) کہتے ہیں کہ ابن سیرین کے پاس ایک مجوسی (آتش پرست ایرانی) رہتا تھا۔ اس کے حسن و شباب کو دیکھ کر کسی نے کہا۔ وہ ایسے ہے جیسے اللہ نے چاہا ہو۔ فرمایا ایسا نہ کہو۔ یوں کہو کہ۔ جیسا اللہ کے علم میں تھا۔ کیونکہ یہ اگر اللہ کی چاہت اور مشیت کے مطابق پیدا ہوتا تو نیک بندہ ہوتا۔ اللہ کا فرماں بردار ہوتا۔ اس طرح ابن سیرین نے اللہ کی چاہت اور علم کے حوالہ سے فرق بتلا دیا کہ۔ کسی بُرے کی پیدائش کا اللہ کو علم تو ہوتا ہے مگر مشیت شاملِ تخلیق نہیں ہوتی۔

یہ ابنِ سیرین اپنے وقت کے امام تھے علومِ دین کے ماہر استاد تھے تابعی تھے لکھاریوں کے اونچے طبقے سے تعلق رکھتے اور حسنِ بیان کے مالک تھے فقیہ تھے محدث تھے کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ کان سے بہرے تھے۔

(تہذیب التہذیب جلد 214/9۔ المحبر صفحہ 379 صفحہ 480۔ حلیة الاولیا 263/2)

ابن سیرین سے کسی نے قدر۔ کے بارے میں سوال کیا تو یہ آیت تلاوت کر دی۔ واذا فعلوا فاحشة قالوا وجدنا علیها آباء نا والله امرنا بهذا. قل ان الله لا یامر بالفحشاء

اور یہ مشرکین جب بے حیائی اور فحش کی باتیں کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ
ہمارے بڑے بھی ایسا ہی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ اللہ نے (بھی) ایسا ہی
حکم دیا ہے۔(اے پیغمبر) ان سے کہہ دو خدا کبھی بھی بدی کی باتوں کا حکم نہیں دیتا۔

(اعراف، 28)

اس پر سوال ہوا کہ۔ جناب والا میں نے قدر کے بارے میں سوال کیا تھا؟ اس پر ابن سیرین نے
یہ آیت پڑھ کر اپنی ذمہ داری پوری کر دی ان الله يأمر بالعدل والاحسان.

بلا شبہ اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔ (النحل، 90)

اب دیکھا جائے تو ابن سیرین نے ہر دو آیات میں سائل کا جواب دے ہی دیا ہے مگر وہ اتنی واضح
اور بدیہی بات کو سمجھنے کے شعور تک سے عاری تھا اور نہ سمجھ سکا کہ ''قدری'' عقیدے کے مطابق برائیوں کا اللہ
کی ذات سے صدور نہیں ہوتا جبکہ اللہ عدل و انصاف جیسی خوبیوں کا حکم دیتا اور پسند کرتا ہے۔ اس کے باوصف
سوال کرنے والے نے تیسری بار اپنے سوال کو پھر سے دُہرایا۔ آپ نے فرمایا اتقوا من عني او لا قومن
عنک ۔ اگر اتنی موٹی بات بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آتی کہ دونوں آیتیں قدریوں کے (خود میرے) استدلال
کی بنیاد ہیں کہ اللہ بدی کا فاعل نہیں انسان خود ہے اور کہ عدل و توحید ان کا مسلک ہے اب یہی ہو سکتا ہے کہ۔ یا
تو تم میری مجلس سے چلے جاؤ یا پھر میں خود ہی اُٹھ کر جاؤں گا۔ (طبقات المعتزلہ صفحہ 137)

(مزید تفصیل ملاحظہ ہو تاریخ بغداد 331/5۔ المحبر 379-380۔ وفیات الاعیان 453/1)

❁

مکحول دمشقی (730م) 23

مکحول بیروتی کے ہم نام۔ مکحول بن ابی مسلم سہراب بن شاذل ابوعبداللہ دمشقی (730م) قدر اور
معتزلی تھے کابل۔ بلکہ ہرات کے رہنے والے تھے زبان پر عجمیت غالب تھی قاف کو کاف۔ حاء۔ کو ھا پڑھتے تھے
قزاقوں نے پکڑ کر مصر میں ھذلی قبیلہ کی ایک عورت کے پاس فروخت کر دیا۔ جس کی وجہ سے اسے ہذلی بھی
کہا جاتا تھا وہاں سے جب آزاد ہوئے تو عراق چلے گئے۔ مدینہ منورہ گئے، طلب علم کے لئے بلاد اسلامیہ کے
چکر کاٹے۔ بالآخر دمشق میں مستقل رہائش کی اور وہیں پر فوت ہو گئے۔ اپنے زمانے کے مفتی اعظم تھے ایک بار
یزید بن عبدالملک (744) اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان کی زیارت کو آئے۔ جابر کا کہنا ہے کہ ہم سب نے ارادہ

کیا کہ یزید کے لئے کھلی جگہ نکال لیں۔مگر مکحول نے کہا۔مکانکم دعوہ یجلس حیث ادرک۔اپنی اپنی جگہ بیٹھ رہو اس کا خیال چھوڑ دو۔جہاں سمائی ہوگی بیٹھ جائے گا۔یہ مکحول اور یزید دونوں ہی معتزلی تھے۔

(ط،م صفحہ 136)(تذکرۃ الحفاظ 101/1. تھذیب التھذیب 289/10)

❁

24 وھب بن منبہ (732م)

اسرائیلیات اور عرب کی تاریخ کا عالم وھب بن منبہ الانباری الصنعانی (732م) عرب قدیم کے حالات کا علم رکھتے تھے وہ کہتے تھے اذا دخلت الھدیۃ من الباب خرج الحق من الکوۃ رمی بالقدر جب کوئی تحفہ یا رشوت، کسی دروازے سے داخل ہو تو حق روشن دانوں اور کھڑکیوں سے نکل بھاگتا ہے۔اعتزال سے متہم تھے۔

اس کا قول ہے کہ۔ان من اضاف الی نفسہ شیئا من المشیۃ فقد کفر

جس نے کسی بُرے عمل کی مناسبت سے اللہ کی مشیت کو اپنی طرف منسوب کیا تو کفر کیا یعنے اپنی بدی کو اللہ کی مشیت سے مربوط کیا تو کافر ہو گیا۔یہ معتزلہ کا بنیادی سلوگن ہے۔

(تاریخ الاسلام ذھبی 5/14-16. شذرات الذھب 150/1. ابن سعد 395/5)

ابن قتیبہ نے اسے بڑے معتزلیوں میں شمار کیا (ط،م صفحہ 135) امام احمد اسے معتزلی تسلیم کر کے بھی کہتے تھے کہ اس کی روایت مقبول ہے وضین۔بن عطاء کہتے تھے وہ بڑے زاہد تھے۔ (ط،م صفحہ 135)

❁

25 قتادہ بن دعامہ (736م)

بصریوں کے بڑے امام قتادہ بن دعامہ (736م) برملا ''عدلی'' یعنے معتزلی تھی جو غالباً معبد الجہنی کے شاگردوں میں سے تھے جو کہتے تھے۔برائیوں کو اللہ کی طرف منسوب نہ کرو اللہ کے عذاب سے ڈرو۔(طبقات صفحہ 137) ایاس بن معاویہ بن قرہ المزنی ابو واثلہ۔قاضیٔ بصرہ (740) نے جب اُن سے کہا کہ تم برملا اپنے عقیدے کا اظہار کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا میں نے غیلان دمشقی (723م) سے بارہا تبادلۂ خیال کیا اور ان کو حق پر پایا مگر حق پرستی کا انجام یہ نکلا کہ اس کے شاگرد عمر بن عبدالعزیز (720م) کا انتقال ہوتے ہی اس کے جانشین ___

ہشام نے اسے پھانسی دیدی اور لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ (طبقات صفحہ 137)

غیلان کی شہادت کا پس منظر یہ ہے کہ۔ یہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے گہرے ساتھیوں میں سے تھے خلیفہ ان کے خیالات سے بہت ہی متأثر تھے اور اسے مملکت کے سیاہ وسپید کا مالک بنا رکھا تھا ادھر خلیفہ اور غیلان اس باب میں ہم خیال تھے کہ بنی امیہ خصوصاً بنو مروان فیملی نے مملکت کی بہتر اراضی اور اونچے مناصب جو ناترس لوگوں پر دان کرر کھے تھے وہ سب کی سب چھین کر بیت المال کی ملکیت بنادی جائیں چنانچہ غیلان نے اپنے عدالتی اختیارات سے کام لے کر کروڑوں، اربوں کی جائدادیں واگذار کر کے بیت المال کے سپرد کردیں جس پر اموی شہزادوں نے دھمکی آمیز رویہ شروع کر دیا اور پھر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے انتقال کرتے ہی نئے جانشین خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے اسے دربار میں طلب کیا ادھر محدث امام عبدالرحمان اوزاعی (747) جو ہشام کے یار باش تھے اسے بھی بلوا بھیجا۔جس نے غیلان سے قدر کے بارے میں سوال کیا غیلان نے برملا اپنے عقیدے کا اظہار فرمایا۔اس پر اوزاعی نے ''قتل'' کا فتوےٰ صادر فرمادیا جس کے بعد دمشق کے کیسان گیٹ پر اسے قتل کر کے پھانسی پر برائے عبرت لٹکا دیا گیا۔

(عیون الاخبار ابن قتیبہ جلد 346,345/2۔لسان المیزان 424/4۔اللباب 186/2)

یہ عبدالرحمان اوزاعی خود بھی ریاستِ علم کے بادشاہ تھے لیکن سلفی ہونے کی وجہ سے حدیث کو قرآن پر فائق سمجھتے تھے جبکہ غیلان اس وحی شکن فکر کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے۔اوزاعی کا فرمان ہے الکتاب احوج الی السنة من السنة الی الکتاب

قرآن کلی طور پر حدیث کا محتاج ہے بلکہ احوج (محتاج تر) ہے۔

(جامع بیان العلم ابن عبدالبر 1071م طبع مصر 19/2۔شاطبی 1388م جلد 10,8/2)

اس طرح دونوں کے نظریات میں بُعد المشر قین تھا۔اوزاعی نے اپنے دل کی بھڑاس نکال لی اور ہشام نے اپنا انتقام لے لیا کہ بنی امیہ کی اربوں کی جائداد چھین کر۔ان کی ساکھ ختم کی۔(مزید تفصیل غیلان کے تعارف میں موجود ہے)

❁

26 جعد بن درھم (736م)

شعبی اور نخعی کی طرح جعد بن درہم (736م) اور جہم بن صفوان۔یہ دونوں وہ عناصر تھے جو کسی طرح تحریکِ قرآن میں در آئے تھے اور پھر اس حادثہ کے بانی ٹھیرے جو اہلِ اعتزال کی رسوائی کا موجب بن گیا۔

ان دونوں کی یہ تخریب کاری تھی کہ شاہوں کے ہاتھوں بے داغ اماموں کا قتل عام کراتے ۔ جبکہ حکم یہ تھا کہ ۔ ان تحکموا بالعدل ۔ اللہ نے تمہیں عدل کا حکم دے رکھا ہے (نساء، 58) ۔ اوران اللہ یأمر بالعدل والاحسان ۔ اللہ تمہیں عدل واحسان کا حکم دیتا ہے (نحل، 90) ۔ ان واضح آیات کو دیکھتے ہوئے اگر یہ لوگ عدلی تھے ۔ تو حیدی تھے ۔ قدری ۔ اور معتزلی تھے تو قرآن سے کھلا انحراف نہ کرتے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ۔ لا اکراہ فی الدین ۔ دین ہر زاویہ سے روشن ہو چکا ہے اس میں جبر و اکراہ ہے ہی نہیں ۔ (بقرہ، 256) ۔ لیکن افسوس کہ عقل والوں نے عقل سے بیگانہ ہو کر سوچا ۔ اور امام احمد بن حنبل جیسے بے ضرر انسان کے لئے پیشگی اذیتوں اور رسوائیوں کا سامان کر گئے ۔ بلکہ نا معلوم کہ امام احمد بن ابی داؤد جیسے قاضی کو کیا ہو گیا کہ انہوں نے اپنی عقل کو جہالت کے پاؤں میں ڈال کر جعد اور جہم کے مخلوقی نظریہ کو بنیاد بنا کر امام احمد کی جان کے لاگو ہو گئے ۔ ان حضرات نے جس آیت سے قرآن کے مخلوق ہونے پر استدلال کیا وہ استدلال ہی غلط تھا ۔ استدلال تھا کہ انا جعلناہ قرآنا عربیا (زخرف، 3) ۔ اِن لوگوں نے ''جعل'' کو بمعنے خَلَقَ ۔ لے کر استدلال کیا ہے کہ ۔ قرآن مخلوق ہے لہٰذا غیر مخلوق نہیں ہو سکتا ۔ حالانکہ جعل کا لفظ شاذ و نادر ہی ''خلق'' کے مفہوم میں آیا ہے ۔ فرمایا انی جاعلک للناس اماما ۔ ہم آپ کو نوع انسانی کی پیشوائی کا منصب دینے والے ہیں (بقرہ، 123) یہاں حضرت ابراہیم پیدا ہو چکے ہیں امام بنائے جانے کی بات بعد میں ہو رہی ہے اس طرح جاعلک ۔ بمعنے خالقک ۔ ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتے ۔ نیز فرمایا یجعلون اصابعھم فی اذانھم (کانوں میں اُنگلیاں ڈالدیتے ہیں ۔ بقرہ، 19) ۔ یہاں یجعلون بمعنے یخلقون اصابعھم کے بالکل نہیں ہو سکتے ۔ اسی طرح ارشاد ہے وجعلوا القرآن عضین ۔ اورانہوں نے قرآن کو خوابہائے پریشان کہا (حج، 91) ۔ یہ نہیں کہ انہوں نے قرآن کو خوابہائے پریشان پیدا کیا؟ اِن آیات کی ضوء میں کہنا چاہوں گا کہ اِن جعدیوں اور جہمیوں کا استدلال ہی غلط تھا بعد میں امام ابن ابی داؤد اسے ہی لے کر عقل وخرد سے کیوں بیگانہ ہو گئے؟ حالانکہ وہ کوئی سطحی ذہن والے نہیں تھے گہرائی سے سوچتے اور علم کے دریا بہا دیتے تھے ۔ عقل آپ کے آگے دست بستہ کھڑی رہتی تھی اور دانش کو آپ پر ناز تھا ۔ سخاوت پیشہ تھے آپ کی سخا کا دور دور تک شہرہ تھا بلکہ سخا میں بھی ۔ بنی عباس سلطنت میں برامکہ کی مثال دی جاتی تھی یا قاضی ابن ابی داؤد کی کیا آپ بشرطِ جرم ۔ عفو و درگزر کی سخا نہ کر سکتے تھے ۔ یعنے آپ جعد اور جہم کی فتنہ پردازی کا ادراک کر کے ایک بڑی برائی میں ملوث ہونے سے نہ بچ سکتے تھے؟ (البدایة والنهایة 319/1)

ادھر یہ بھی حادثہ ہے کہ امام احمد بن حنبل (853م) نے اپنے منصب اور مقام کا احساس نہیں کیا اور

قرآن نے اگر اپنے کو حادث . یا مفصل کہا ہے تو اسے حادث تسلیم کرنے میں کیا حرج تھا؟ کیا یہ انصاف سے بعید نہیں کہ وحیِ قرآن نے اپنے لئے حادث (محدث) کو صفت ٹھیرا کر رہنمائی فرمائی تھی کہ جعد اور جہم کا سرے سے استدلال ہی غلط تھا وہ قرآن کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے سے بحث ہی نہیں کرتا۔ کیا امام احمد بتلا سکتے ہیں کہ قرآن نے کن الفاظ میں اپنے کو غیر مخلوق کہا ہے؟ بات کیا ہوئی کہ قرآن کے مخلوق ہونے کی جسطرح جعد اور جہم کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی اسی طرح امام احمد بن حنبل کے پاس بھی غیر مخلوق بنانے کا ساز و سامان نہیں تھا۔ دونوں ہی لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار نہیں ہے۔ (نیز نمبر 80 ملا کر پڑھیں۔)

❁

27 ایاس مزنی (740م)

قرآن کی نگرانی میں پروان چڑھنے والی عقلی تحریک کے ایک صاحبِ بصیرت سپاہی۔ ایاس بن معاویہ (740م) بن قرۃ المزنی کا نام ہمیشہ روشن رہے گا آپ بصرے کے قاضی تھے لیکن ذہانت و فطانت میں ضرب المثل بن چکے تھے جاحظ کہتے تھے کہ۔ ایاس نے عقل و فراست سے الہامی توانائی پائی تھی۔ بڑے بڑے امراء اور خلفاء آپ کا احترام کرتے تھے۔ (البیان و التبیین طبع مصر جلد 56/1. حلیۃ الاولیاء 123/3) ایک دفعہ کسی نے استفسار کیا کہ آپ ''عدل'' کے بڑے مداح ہیں اور بصیرت رکھنے کے باوصف اس باب میں کوئی تصنیف نہیں کی؟ فرمایا میں نے غیلان دمشقی سے تین بار مناظرے کئے اور ان ہی سے حق اور عدل کا عقیدہ پکڑ لیا لیکن مجھے ڈر ہے کہ جس طرح غیلان اور عمر بن عبدالعزیز نے مل کر نظامِ عدل اور معیشتِ قرآن کا احیاء کیا اور پھر عمر بن عبدالعزیز کے مرنے کے بعد اس کے جانشین کا وقت آیا تو اس نے غیلان کو پکڑ کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ کہیں میرا بھی ایسا ہی حشر نہ ہو۔ (طبقات المعتزلہ صفحہ 131)

(البیان و التبیین 56/1. وفیات الاعیان 81/1 حلیۃ الاولیاء 123/3)

❁

28 امام زید بن علیؑ (740م)

ہاشمی خانوادہ۔ الامام زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب (740م) جن کی بابت امام ابوحنیفہ کہتے تھے۔ میں نے اپنے دور میں ان سے زیادہ فقیہ۔ زیادہ حاضر جواب اور زیادہ صاف گو نہیں دیکھا۔ آپ تحریکِ اعتزال کے سرکردہ رُکن امام واصل بن عطاء (798م) کے نہ صرف شاگرد تھے ان کے اعتزال سے بہت

ایاس مزنی

کچھ کسب فیض بھی کیا تھا۔ (فوات الوفیات 169/1- تاریخ طبری 260/8-271)

❋

29 عمرو بن دینار (743م)

عمرو بن دینار الجمحی ابو محمد المکی (743ء) مکہ کے مفتی اعظم تھے ان کی بابت مشہور نقاد رجال امام شعبہ کہتے تھے ما رأیت اثبت فی الحدیث منہ حدیث کے باب میں اس سے زیادہ پختہ کار میں نے نہیں دیکھا۔ (تاریخ الاسلام ذھبی جلد 114/5 . تھذیب التھذیب جلد 30/8)

ایک دفعہ ہمارے ممدوح ابن دینار کا مکہ میں کسی جگہ گذر ہوا۔ دیکھا کہ پولیس نے ایک شخص کو باندھ رکھا تھا۔ پوچھا کہ کیا ماجرا ہے اسے کیوں باندھ رکھا ہے؟ جواب ملا کہ "معتزلی" ہے فرمایا کیا اس نے خیر کو ربّ اور شر کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا؟ کہا گیا کہ نسبت دی تھی۔ فرمایا تو پھر وہ تم سے زیادہ حق پہ ہے۔ (طبقات صفحہ 135) لوگوں نے کہا تو آیئے آپ خود بھی برملا اظہار کیجئے۔ فرمایا تو میرا حشر بھی یہی کچھ ہوتا جو اس کا ہوا ہے۔

❋

30 یزید الناقص (744م)

بنی امیہ کی مروانی شاخ کے خلیفہ ابو خالد یزید (744م) بن الولید بن عبدالملک بن مروان جن کا شہرہ "الناقص" کی صفت سے ہے وجہ یہ بنی کی اس نے بنو امیہ کے وظائف میں کمی کر دی تھی جو بنو مروان نے ان پر عام کر دیئے تھے۔ رجب 126 ہجری میں انکی بیعت ہوئی تھی صرف پانچ ماہ حکمرانی کی۔ بڑے ہی خطیب تھے۔ متکلم تھے اور جری قسم کے معتزلی تھے۔ عمرو بن عبید سے جب دریافت کیا گیا کہ یزید الناقص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا۔ او الکامل امر بالحق و قام بالعدل و شری نفسہ........ و کان نکالا علی اھلہ

ناقص نہیں وہ تو کامل تھے عدل جو کہ معتزلہ کا عقیدہ ہے انہوں نے اس کو فروغ دیا۔ انصاف بالحق کو پروان چڑھایا۔ اپنے خاندان کی لوٹ مار کے لئے "روک" بن گئے۔ (طبقات صفحہ 120)

اور تمام معتزلہ کا اتفاق ہے کہ امام بالحق تھے۔ (صفحہ 120) صاحب تقویٰ اور صاحب اصلاح تھے۔

نشوان الحمیری کہتے تھے لم یکن فی بنی امیہ مثلہ و مثل عمر بن عبدالعزیز

بنی امیہ میں یزید الناقص اور عمر بن عبدالعزیز کے پائے کا کوئی نہیں گذرا۔

(ابن خلدون جلد 106/3۔البدایہ والنہایۃ 11/10۔ابن الاثیر 115/5)

31 الکمیت الاسدی (744م)

الکمیت بن زید بن حنیس الاسدی ابوالمستھل (744م) ہاشمیوں کے ثناخواں شاعر تھے۔شیعہ تھے،عدلی تھے (ط،م 136) عربی ادب کے تمام سوتوں پر گہری نظر رکھنے والے تھے۔جنگی شاعر تھے۔حربی واقعات پر قادرالکلام راجز تھے پانچہزار سے زیادہ ان کے ذاتی اشعار تھے۔ادب عربی کے مستند عالم تھے ابوعبیدہ (826) کہتے تھے کہ۔اگر بنواسد قبیلے کی کوئی اور خاصیت یا شناخت نہ ہوتی تو تنہا کمیت کی شخصیت ہی کافی تھی۔ابوعکر مہ ضبی کہتے تھے کہ۔اگر کمیت کا شعر نہ ہوتا تو عربیت کی ترجمانی مسئلہ بن جاتی۔اس میں مختلف اوصاف جمع ہو گئے تھے یعنے مجمع الاوصاف تھے۔جنگی وقائع کے شاعر تھے۔شجاع تھے سیف وقلم کے مالک تھے۔اپنی قوم میں تیراندازی کا جواب نہ رکھتے تھے خطیب تھے۔شیعہ کے خطیب تھے۔"عـــدلیـــہ" کے شیدا تھے۔میدانی کہتے ہیں کہ۔کمیت کے نام سے تین شعراء ہوگذرے ہیں اور تینوں ایک ہی قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھنے والے تھے۔

(الاغانی 108/15۔خزانۃ الادب بغدادی 69/1-71-86-87،)

❁

32 جھم بن صفوان (745)

جہم بن صفوان ابومحرز السمر قندی 745م کھلے ظرف کے نہیں تھے تحریکِ اعتزال کے لئے رُسوائی کا باعث بن گئے سازش عجم کے مطابق مفرداتِ قرآن کو لغت،ادب اور استعمالاتِ عرب کے مطابق سمجھنے کی صلاحیت نہ رکھتے اور اصرار ہوتا کہ وہ اپنے مکتبۂ فکر کے صحیح ترجمان ہیں مثلاً قرآن پاک میں بہت سے مقامات پر "جَـعَلَ" کا لفظ آیا ہے اور مختلف مناسبتوں سے معانی بھی مختلف ہو سکتے تھے مگر یہ لفظ کہیں بھی "خَـلَقَ" کے مفہوم میں متعارف نہیں ہوا اس کے قابلِ فہم معنے صرف "بنانے" کے ہیں مثلاً۔اللہ خلق سید احمد۔سرسید کو اللہ نے پیدا کیا یہاں ہم جَـعَـل سید احمد۔کہہ کر پیدا کرنے کا مفہوم ہرگز نہیں لے سکتے بلکہ یوں کہیں گے وجعلنا ہ زعیما۔اور ہم نے اسے قائد بنا دیا۔اسی طرح زخرف میں ہے۔انا جعلنا ہ قرآنا

عربیا ۔ ہم نے قرآن کو عربی زبان کا شاہکار بنایا (زخرف، 3)۔ لیکن اس کے معنے جھم اور اس کا فکری ہم زلف جعد یہ کرتے تھے کہ ہم نے قرآن کو عربی میں پیدا کیا۔ اس طرح ان کا استدلال تھا کہ قرآن ''مخلوق'' ہے کہ اس پر ''پیدا'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ غرضے کہ اللہ نے جہاں قرآن کو ''ذکر محدث'' کہا تھا انہوں نے۔ ''ذکر غیر محدث'' بنا کر تحریف کی بنیا درکھی اور پھر حکام اور علماء میں سے جس نے بھی ان کا راستہ اپنایا وہ قرآن کو ''خالق'' کہتا چلا گیا اور یہ نہ سوچا کہ اس طرح تو خداؤں اور خالقوں کا تعدّد لازم آتا ہے جو بجائے خود عقیدے کے فساد کو مستلزم ہے یہ اور اس طرح کے دیگر اسباب بھی ہونگے کہ وسط ایشیاء کے گورنر نصر بن سیار (748ء) نے اسے جب گرفتار کیا تو اس نے زندہ رہنے کی اپیل کی مگر نصر نے یہ کہہ کر اسے قتل کر دیا کہ ایک یمنی عورت کا بچہ بغاوت کے بعد اتنا عرصہ زندہ نہ رہ سکتا تھا جتنا عرصہ کہ تم رہے ہو (میزان الاعتدال 197/1- لسان المیزان 142/2) اس کا عقیدہ تھا کہ جنت وجہنم فنا ہو نگے۔ اور کہ ایمان صرف اقرار کا نام ہے عبادات اور اعمالِ صالحہ اس میں شامل نہیں ہیں۔ فعل بُرا ہو یا اچھا اس کا فاعلِ حقیقی۔ صرف خدا ہے انسان اپنے ہر عمل میں مجبور ہے۔ (المغرب المطرزی 101/1)

اگر جہم کے یہ عقائد تھے تو وہ تحریکِ اعتزال کے رُکن بھی نہ ہو سکتے تھے بھیس بدل کر ان کی صفوں میں گھس آئے تھے اور عقیدہ۔ قرآن۔ غیر مخلوق۔ کا فتنہ کھڑا کر کے ''عقلیات'' کا کباڑہ کر گئے۔ میں نے اس زاویہ سے کہ بہت سے لوگوں نے جعد اور جہم کو اعتزالیوں میں شمار کر کے پھر مشہور کر رکھا ہے کہ سبھی اعتزالی بد عقیدہ تھے۔ میں نے اس الزام کا ازالہ کر کے صرف بحث کی خاطر طبقۂ عقل پسندوں میں شمار کیا ہے نیز ملاحظہ ہو نمبر 26۔

❀

33 نعمان بن المنذر (750)

بنو امیہ چونکہ دفاعی اور بحالتِ مجبوری جارحیت کی جنگوں میں مصروف رہے لہٰذا انہیں صرف آخری ایام میں علم وحکمت کی پرورش کا موقعہ ملا۔ اور وہ بھی بھرپور طور پر نہیں۔ بایں ہمہ دانش وفرزانگی اور دینی فراخ دلی سے خطۂ دمشق بھی خالی نہیں رہا جناب۔ النعمان بن المنذر۔ الغسانی (750ء) اپنے عہد میں سرِ عام مذہبِ اعتزال کی طرف بُلاتے رہے بلکہ اعتزال کی حمایت میں ایک کتاب بھی تصنیف کر رکھی تھی۔

(طبقات ابن سعد قسم دوم جلد 167/7. میزان الاعتدال 237/3. تهذیب التهذیب 457/10)

❀

34 خلیفہ ابو العباس (754م)

ابو العباس عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن العباس (754م) سلطنتِ عباسیہ کے پہلے فرماں رواں تھے۔ بنی امیہ کے زوال کے بعد ان کے استیصال میں لگے رہے۔ باایں ہمہ معتزلی بھی تھے (ط۔م صفحہ 120) سخی تھے اور پہلے حکمران تھے جنہوں نے اسلام میں وزارت قائم کی۔ فصیح تھے۔ دائیں ہاتھ میں انگشتری پہنتے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین بھی دائیں ہاتھ ہی میں پہنتے تھے۔

(ابن الاثیر 152/5۔طبری 154/9۔ابن خلدون 180/3)

35 سعید بن المسیب (713م)

سعید بن المسیب بن حزن بن ابی وہب القرشی (713م) معتزلہ کے دوسرے طبقے سے وابستہ تھے۔ مدینہ منورہ کے سات فقہا میں شمار ہوتے تھے، تابعین کے سردار تھے۔ حدیث اور فقہ کے امام تھے، زاہد تھے، پرہیزگار تھے، تیل کا کاروبار کرتے تھے، کسی کا ہدیہ یا عطیہ قبول نہ کرتے تھے۔ سیدنا عمر بن خطابؓ کے فیصلوں کا زیادہ علم رکھتے تھے حتیٰ کہ مشہور ہوئے کہ وہ ترجمانِ عمر ہیں۔

(ط م ، صفحه 16 طبقات ابنِ سعد 88/5 . صفوة الصفوة 2 . 44 . الوفیات 206/1)

36 الفضل الرقاشی (757م)

قافلہ وحی کے راہواروں میں الفضل بن عیسٰے بن ابان الرقاشی (757م) کا نام قدآور دانشوروں میں ملے گا جو اپنی بے پناہ علمی صلاحیتوں، زہد و پارسائی اور اسالیبِ سخن کے ناطے سے بے پناہ شہرت کے مالک تھے۔ قدری طوفان۔ معتزلہ کے اندازِ استدلال میں لکھتے ہیں۔ لقد سلک علماء المعتزلة فی تفسیر القرآن طرقا مبتکرة فاتبعوا لطریقة اللغویة الصارخة کما یسمیها جولدزیهر فیحا ولون اولا. ابطال المعنی المشتبه فی اللفظ القرآنی. ثم یثبتون لهذا اللفظ معنیٰ موجودا فی اللغة یزیل هذا الاشتباه فی اول الامر

معتزلہ نے تفسیر القرآن کے لئے مختلف اسالیب اختیار کر رکھے تھے آخر

میں لغوی طریقہ جو پختہ اسلوب پر مشتمل ہوتا اسے ہی رہنے دیتے اسکی وضاحت میں
گولڈزیہر۔ کہتے ہیں۔ ان کا طریق عام طور پر یہی ہوتا تھا کہ وہ قرآن میں پہلے
مشتبہ اللفظ کے اُس معنےٰ کو رد کرتے جو قرآن کے مزاج سے میل نہ کھاتا۔ پھر اس
معنےٰ کو پختہ بنالیتے جس کے لئے ادب اور لغت میں گنجائش ہوتی۔ تاکہ مشتبہ معنے کا
پوری طرح ازالہ ہو۔ (مقام العقل عندالعرب صفحہ 86)

یعنے کہ اول وآخران کا لغوی استدلال پر مدار ہوتا کہ خود قرآن پاک بھی عربی زبان میں تھا اوران کی زبان بھی عربی تھی وہ اگر کسی لفظ کے معنےٰ اور مفہوم میں اشتباہ محسوس کرتے تو اس اشتباہ کو مسترد کرتے ہوئے ان معانی کو سامنے لے آتے جو قرآنی مزاج اور ادبیاتِ عالیہ کے حسب حال بھی ہوں اور لغت کے گہرے تناظر میں موزوں اور متناسب بھی۔

رقاشی کے بارے میں زرکلی لکھتے ہیں۔ واعظ من اهل البصرة كان من اخطب الناس متكلما قاصا مجيدا۔

وعظ اور خطابت میں اعلےٰ معیار کی صلاحیت رکھتے تھے۔ اعلےٰ قسم کے
خطیب اور متکلم تھے۔

(357/5بحوالۂ البیان و التبیین 290/1-تہذیب التہذیب 283/8)

❀

37 عمرو بن عبید (761م)

امام الامہ۔ ابوعثمان۔ عمرو بن عبید (761م) معتزلہ میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے جناب سفیان بن عینیہ اورابن ابی نجیح کہتے تھے ہم نے عمرو بن عبید سے بڑا عالِم قرآن نہیں دیکھا۔ خلیفہ منصور عباسی کہتے تھے كلكم طالب صيد غير عمرو بن عبيد. ہرانسان مفاد کا شکاری ہے ماسواعمرو بن عبید کے (زرکلی 252/5) یہ مکہ المکرّمہ کے نزدیک مران (MARRAN) میں فوت ہوئے اور وہیں دفن کئے گئے۔ خلیفہ منصور جب حج پر گیا تو اسکی قبر پر حاضری دے کر۔ مرثیہ پڑھا۔ جس سے عمرو بن عبید کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ مؤرخین اور شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ۔ منصور نے کسی بھی انسان کا مرثیہ نہیں لکھا ماسوا عمرو بن عبید کے۔ منصور کو جب کہا گیا کہ وہ کسی بھی انسان کو خاطر میں نہیں لاتا آپ کے خلاف بھی باتیں کرتا ہے۔ اس نے کہا میری نظروں

میں وہ ریاکار نہیں۔ پاک وصاف ہے مجرم نہیں ہے۔(طبقات المعتزلہ صفحہ 40) خلیفہ مہدی کی جب بیعت ہوئی تو شبیب بن شبہ۔ سے کہا۔ حدثنا و زین مجلسنا بحدیث عمرو بن عبید. ہمیں عمرو بن عبید کی باتیں سنا کر ہماری مجالس کو رونق بخشو (طبقات صفحہ 122) امام شافعی عمرو بن عبید کے بالواسطہ شاگرد تھے یعنے معنوی پوتے تھے اور ان ہی کی وجہ سے نظریۂ ''عدل'' کے قائل ہو گئے تھے (صفحہ 129)۔ امام مجاہد بن جبر کہتے تھے۔ عمرو بن عبید انه لم یر افضل منه۔ اس نے عمرو بن عبید سے زیادہ صاحبِ فضیلت نہیں پایا۔ (صفحہ 135) جاحظ کہتے تھے اس کے پاس سواری کے لئے اونٹ تھا مگر حج پر پاپیادہ گئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ اونٹ بھی ہے اور پاپیادہ بھی ہو؟ فرمایا ہوسکتا ہے کہ راہ گیروں میں یا قافلہ میں کوئی تھک جاتا ہے چل نہیں سکتا تو اس اونٹ پر سوار ہونے کا زیادہ حق دار ہے۔

(وفیات الاعیان 384/1۔ البدایہ والنہایہ 78/10۔ میزان الاعتدال 294/2)

❁

38 امام ابو حنیفه (767 م)

علم و دانش، فہم و فرزانگی کا نام ابوحنیفہ (767م) ہے آپ نے کوئی تصنیف نہیں چھوڑی کہ دین قرآن میں ہے اور قرآن اپنے اعلان کے مطابق دین کو مکمل کر چکا ہے اور اس کی جہاں تشریح و تفہیم ہوگی وہ فہم انسانی کی مناسبت سے ہوگی اور اسے ''تکمیل'' سے موسوم نہیں کیا جائے گا۔ اس طرح ان کے نزدیک عقل کے ارتقائی منازل کے مطابق تفہیم کے زاویے مختلف تو ہوسکتے ہیں ''مرتقی'' نہیں کہلا سکتے دوسرے لفظوں میں دین اپنی ارتقائی منزلیں طے کر کے ''مرتقی'' اس وقت ہو چکا تھا جب وحی الٰہی نے آخری مرتبہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا. کہہ کر وحی اور نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے منقطع کر دیا تھا لہٰذا ابوحنیفہ کے نزدیک دین کی تفہیم کو۔۔ دین کی تکمیل نہیں کہا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے تفہیم کے ذرائع۔۔ عقل و دانش اور فرزانگی کو۔ اساس ٹھہرا کر ہی دفاع قرآن کے لئے اپنی سمتِ سفر کا تعین کر دیا تھا۔ امام شافعی کی کتاب ''الام'' میں امام ابوحنیفہ کے شاگرد قاضی ابو یوسف کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

جو روایت قرآن کے خلاف ہو فرمانِ رسولؐ نہیں ہوسکتی۔

(ضحی الاسلام طبع مصر جلد 195,193/2)

مثلاً حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب کبھی سفر پر روانہ ہوتے تو ازواج مطہرات کے مابین قرعہ

امام ابوحنیفہ

ڈالتے جس کا نام نکلتا اسے ہمراہ بنا لیتے ۔اس حدیث کو امام ابوحنیفہ قمار (جوا) سے موسوم کرتے تھے جبکہ پیغمبر جوا نہیں کھیلتے ۔

☆ حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ گھڑ سوار کے دو اور پیادہ سپاہی کا ایک حصہ متعین فرماتے تھے ۔امام ابوحنیفہ کہتے تھے کہ میں ایک چوپایہ کا حصہ ایک مومن سے زیادہ ہرگز نہیں سمجھتا۔

☆ آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ جب تک خریدار اور فروخت کنندہ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے تو بیع توڑنے کا ہر فریق کو اختیار ہے ۔امام ابوحنیفہ اسے نہیں مانتے اور کہتے تھے ۔تو کیا خواہ دونوں ایک ہی جہاز میں ہوں خواہ ایک ہی جیل میں ہوں یا ایک ساتھ ہی سفر کر رہے ہوں؟ یعنی ان صورتوں میں وہ علیحدہ نہیں ہو پاتے تب بھی بیع توڑنے کا اختیار نہ ہوگا اور بیع پختہ ہی شمار ہوگی ۔

☆ روایت ہے کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں میں دے کر کچل ڈالا تھا آنحضرت ﷺ نے اُس قاتل یہودی کا سر دو پتھروں میں دے کر کچل دیا۔امام ابوحنیفہ نے کہا یہ سزا غیر فطری ہے کیونکہ سزا بالمثل یعنی کان کے بدلے کان ۔ناک کے بدلے ناک ۔دانت کے بدلے دانت ۔آنکھ کے بدلے آنکھ پھوڑ دینا ضروری نہیں ۔یہودی چونکہ شدت پسند تھے نارمل سزاؤں کو خاطر میں نہ لاتے تھے لہٰذا فرمایا و کتبنا علیھم فیھا. ہم نے سزا بالمثل کے احکام دیتے وقت تورات ہی میں ان پر واضح کر دیا تھا کہ مذکورہ جرائم کی سزا بالمثل ہی ہوگی ۔(مائدہ، 39) تاہم معاف کر دینے پر پابندی نہیں ہے ۔اس کے معنی یہ ہیں کہ اسلام میں سزا بالمثل نہیں ہے یہاں سزا اثبات جرم کے بعد پنچائت (جرگہ) یا منصف مجاز (عدلیہ) کی صوابدید سے طے ہو سکتی ہے ۔جہاں تک قصاص کا تعلق ہے تو قرآن اسے انسانی بقاء کا ضامن قرار دیتا ہے اور وہ قرآن ہی کا حکم ہے و فی القصاص حیاۃ (بقرہ، 179) تاہم یہ چونکہ انتہائی جرم کی انتہائی سزا ہے لہٰذا اسے بھی مرحلہ وار نافذ کرنے کا حکم ہے کہ ایک انسان تو مارا گیا اب دوسرے کی جان بچائی جا سکتی ہے تو بچانی چاہئے ۔فرمایا (1) اگر ورثاء معاف کر دیں تو یہ سب سے بہتر ہے ۔(2) یا پھر خون بہا پر انہیں راضی کر لیا جائے ۔(3) تب بھی اگر کام نہ بنے تو اب سنگین جرم کی سزا بھی سنگین ہوگی ۔

قصاص کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ مجرم کا اس حد تک پیچھا کیا جائے کہ مقتول کا حق تلف نہ ہونے پائے ۔اس کی دوسری تعریف یہ بھی ہے کہ قاتل اور مقتول میں نسلی، صنفی اور عقائدی امتیاز نہ برتا جائے لیکن میرے سُنی بھائی دوسری تعریف کو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ

''مسلمان قاتل کو غیر مسلم مقتول کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا''۔

(نیل المرام طبع مصر 1929 صفحہ 17 سطر 13)

اور کہ بان المذکر لا یقتل بالانثی. مرد کو عورت کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(تفسیرات الاحمدیہ طبع 1904) خایطوف جازان (سابقہ روس) صفحہ 17 سطر 22 تا 27)

جس طرح قصاص میں عنصری (مرد عنصرِ اعلیٰ ہے اور عورت عنصرِ ادنیٰ) جنسی، نسلی اور گروہی امتیاز کو روا رکھا گیا ہے۔ دیت میں بھی اسی امتیاز کو اُبھارا گیا ہے مثلاً مرد مقتول کی دیت ایک لاکھ ہے تو عورت کی دیت پچاس ہزار ہوگی بلکہ بعض نے مرد کی قاتل عورت ہو تو اضافی دیت کی بات بھی کی ہے مثلاً ایک لاکھ پچاس ہزار روپے۔ اس طرح غیر مسلم اور لونڈی وغلام جو کہ مسلم معاشرے کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں ان کی دیت بھی نصف ہے۔ (حوالے کے لئے مذکورہ کتابیں دستیاب ہیں کسی بھی مذہبی درسگاہ میں جا کر دیکھ سکتے ہیں)

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان دشواریوں اور رکاوٹوں کے باوصف ہمارے ابو حنیفہ تعزیرِ بالمثل کو انسانیت کی تذلیل کہتے اور صرف قرآنی تعزیرات کو انسانیت کی عزت اور بقاء کا ضامن تسلیم کرتے اور کہتے تھے کہ یہودی کو سزا بالمثل دینا مثلہ ہے۔ اور مثلہ کرنا کسی رسول کے شایانِ شان نہیں ہوسکتا۔

☆ ایک شخص نے حدیث کے حوالہ سے بات کی۔ آپ نے فرمایا۔ ایسی روایتوں سے معاف رکھیو۔

(ہمارے دینی علوم علامہ جیراجپوری صفحہ 14/125 تا 15)

☆ ابو اسحاق فزاری نے ایک حدیث پیش کی۔ آپ نے اسے خرافات (زٹل) کہہ دیا۔

☆ آپ سماعِ موتیٰ کے قائل نہیں تھے فرماتے تھے مُردے اگر بولتے تو اپنے پجاریوں سے کہتے پکارو اسے جو سُنتا اور جواب دے سکتا ہے۔

☆ کسی نے کہا۔ بچہ کا جب تک عقیقہ نہیں کیا جاتا وہ آگ میں گروی رہتا ہے۔ (کتب احادیث)

آپ نے فرمایا یہ حکم۔ فطرتِ احکام کے منافی ہے۔ بچہ ابھی احکامِ الٰہی کا مکلف ہی نہیں ہوا۔ عذاب وثواب نے پہلے ہی اسے گھیر لیا؟

اسی طرح لوگوں نے 200 ایسی احادیث کا سُراغ لگایا ہے جنہیں ہمارے امامِ اعظم نے موچ کے عصا سے ناکارہ بنا دیا۔ بایں ہمہ آپ بلند پایہ قرآنی دانشور اور مفکر تھے۔ امام مالک کہتے تھے کہ میں نے ایک ایسا انسان پایا ہے جو اگر پتھر کے ستون کو چاہے تو دلائل سے سونا ثابت کرسکتا ہے اور وہ ہے ابو حنیفہ۔

(زرکلی طبع قاہرہ 5/9)

یہ چند مسائل بطور نمونہ پیش کئے ہیں تا کہ ہمارے پاکستان میں ان کے نام لیوا عبرت پکڑیں اور ان کے مشن اور اصولوں کے خلاف چل کر ان کا دل نہ دُکھائیں اور مشغلہ تکفیر سے باز آ جائیں جو آئے دن ان مسلمانوں کے درپے آزار رہتے ہیں جو خرافات کو جزوِ ایمان نہیں مانتے اور تکفیر کا ٹارگٹ بناتے رہتے ہیں جن کی نہ مسجد الگ ہے۔ نہ قرآن۔ نہ اسلام۔ نہ پیغمبر۔ نہ رشتے ناطے الگ۔ نہ برادریاں جدا جدا۔ جو ختمِ نبوت کا اس انداز سے عقیدہ رکھتے ہیں جس سے انتظاری عقیدے کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے۔ جبکہ تمام سُنی فرقے عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیحؑ آئیں گے اور ایک ہی ''ہلہ'' میں ساری دُنیا کو اپنا ہمنوا بنا ڈالیں گے۔ سوال یہ ہے کہ وہ اگر اتنی ہی توانائیوں کے حامل ہونگے جن کے سامنے رسالت محمدیہؐ دب کر رہ جائے گی تو خاتم النبیین علیہ السلام کا کیا مقام ہوگا؟ نیز سُنیوں کا یہ عقیدہ کہ مسیح اُمتی بن کر آئیں گے انصاف کے ترازو میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟ خاص کر نبوت دے کر پھر چھین لینا سُنت اللہ کے خلاف بھی ہے اور علمِ الٰہی پر دھبہ آتا ہے کہ اللہ جن کو نبوت عطا کرتا ہے پھر کسی وقت ان سے چھین کر کسی دوسرے پیغمبر کا اُمتی بنالیتا ہے اور یہ کہ وہ اُمتی ہو کر بھی جزیہ کو بھی منسوخ کریں گے اور جہاد و حج کو بھی اور ایک ہی ہلہ میں ساری دنیا کو ہمنوا بھی بنالیں گے۔ یارو کچھ تو رحم کرو اتنی تو ہین خاتم الرسلؐ کی۔ کہ غیر قوم کا نبی نبوت چھنوا کر بھی روحانی توانائیوں سے اِتنا مالا مال۔ مزید ستم یہ کہ مسیح کے لئے طویل العمری کہ لاکھوں، اربوں اور کھربوں سال گذرنے پر لافانی زندگی خاص کرنا۔ جس سے وہ بھی اللہ کی طرح نہ ہو کر بھی ''حی و قیوم'' کا رُوپ ضرور دھار سکیں۔ بڑا افسوس ناک رویہ ہے۔

پس ہر کاہ کہ یہ طے شدہ بات ہے کہ امام ابوحنیفہ عقلیات کے امام تھے آپ نے عقل کے خلاف احادیث کو مسترد کر دیا ایسے میں کسی سے اگر یہ معلوم ہو کہ آپ ''بے عقلی'' کی راہ بھی چل پڑے تھے تو نہ صرف یہ کہ ذہن اس بات کو قبول کرنے سے ابا کرے گا۔ دھچکا بھی محسوس کرے گا۔ لیکن گھبرانے اور حواس کھو بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے ہم ان کے عمومی طرزِ استدلال کے تناظر میں فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہاں بھی ان کا وہی فیصلہ ہے جو ان کے عمومی طرزِ استدلال کا مابہ الامتیاز ہے۔ ❁

39 امام مالک (790م)

مسلمانوں کے انقلابی امام، دارالہجرت مدینہ منورہ کے روشن چراغ امام مالک (790م) ابن انس اپنے عقیدے میں روایات کو مشتبہ جانتے اور نبی اکرم ﷺ سے تصدیق کا یقینی ذریعہ نہ پاکر روایت کرنے سے پرہیز کرتے تھے تو اس کے برعکس آپ نے اہلِ مدینہ کے عدالتی اور پنچایتی فیصلوں کو جمع کرنے کا اُصولی فیصلہ ـــ

امام مالک

کرلیا اور ''مـؤطـا'' کے عنوان سے اپنی کاوشوں کو سامنے لے آئے۔ آپ بلا شبہ انقلابیوں کے امام اور وقت کے فقیہوں کے سردار تھے دربارِ شاہی میں سر اونچا کر کے چلتے اور داخل ہوتے تھے۔ کسی صلہ وستائش کے خواہاں نہیں تھے حق بات کہنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک بار خلیفہ جعفر عباسی کسی بات پر امام موصوف سے خفا ہوئے اور آپ کو اتنے بید مروائے کہ آپ کا مونڈھا اُتر گیا۔ مسئلہ غالبًا جبری طلاق کا تھا کہ حنفی مذہب میں جبری طلاق واقع ہوسکتی ہے جبکہ خلیفہ یہی بات امام مالک سے بھی کہلوانا چاہتے تھے کہ وہ کسی نکاح بستہ خاتون کو طلاق دلوا کر اپنی آغوش گرم کرنا چاہتے تھے لیکن امام فرماتے تھے طلاق المکرہ لیس بشیئی ، جبری طلاق واقع ہی نہیں ہوتی۔ اس پر آپ کو گلیوں اور بازاروں میں پھرایا گیا۔ کوڑے مارے گئے کوڑے کی ہر چوٹ پر فرماتے کہ میں مالک بن انس ہوں ایتونی بشیئی من کتاب الله حتی اقول به. میں مالک بن انس کسی کے فتوے پر صاد نہیں کرتا میرے سامنے قرآن پیش کرو تاکہ بات کرسکوں۔ یہ بات کہ ثلاثة جدهن جد هز لهن جد. تین چیزوں میں سے دو چیزوں کا حقیقی اظہار بھی حقیقت ہے اور یوں ہی باتوں باتوں میں اظہار بھی حقیقت ہے غلط روایت ہے مذاق میں اور جبر میں حقیقی نکاح اور حقیقی طلاق نہیں ہوتے۔ غرض کہ ایسے نازک وقت میں جبکہ خلیفہ شہوانیت سے پاگل ہور ہا تھا چیف جسٹس ان کے حق میں فتوی بھی دے چکا تھا امام مالک کا ڈٹ جانا اور قرآنی فیصلہ کا مطالبہ کرنا ایمان کی اعلیٰ وارفع کوالٹی۔ کا اظہار ہے اور عقیدہٗ حسبنا کتاب الله. کی صدائے بازگشت ہے۔ ایتونی بشیئی من کتاب الله.

❁

40 ابن جریج (767م)

عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ابوالولید (767م) فقیہ الحرم المکی تھے اپنے زمانے میں اہلِ حجاز میں واحد انسان تھے جنہیں امام اہل الحجاز کے امتیاز سے یاد کیا گیا۔ اور یہ پہلے انسان تھے جنہوں نے اسلامی عہد میں تصانیف کیں اور معتزلی تھے۔

(طم صفحہ 133-135۔تذکرۃ الحفاظ 160/1-ابن خلکان 286/1۔تاریخ بغداد 400/10)

❁

41 موسیٰ الاسواری (767م)

موسیٰ بن سیار الاسواری (767م) قصہ گو عالم تھے بصرے میں حدیث کے امام تھے۔ ضعیف الحدیث

تھے یوں بھی معتزلہ احادیث کے بارے میں پھسڈی واقع ہوئے تھے کیونکہ انہوں نے حدیث کو بحیثیت فن حاصل ہی نہیں کیا ہوتا بہرحال جاحظ کہتے تھے کہ موسےٰ اسواری دنیا کا ایک عجوبہ انسان تھے یعنے تھے تو عربی مگر فارسی۔ اہلِ زبان کی طرح بولتے تھے۔ جب درس کے لئے بیٹھتے تو داہنے جانب عرب اور بائیں جانب ایرانی بیٹھ کر درس سنتے۔ وہ جب کوئی آیت تلاوت کرتے تو عربوں کے لئے عربی میں اور ایرانیوں کے لئے فارسی میں تشریح کرتے۔ عقیدے میں بلند فکر معتزلی تھے۔ ❁(البیان والتبیین 368/1- لسان المیزان 120/6)

42 محمد بن اسحاق مؤرخ (768م)

محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی المدنی (768م) سیرتِ نبوی ﷺ کے نامور مؤرخ۔ قدیم تاریخ نویس تھے اہلِ علم تھے قدری مسلک کے تھے۔ ❁(طبقات ابن سعد قسم نمبر 2 جلد 7۔ وفیات 483/1)

43 معمر راشد (770م)

امام معمر بن راشد ابو عروہ۔ الاسدی (770م) جاحظ کے بقول قرآنی فکر کے تھے (ط۔م۔صفحہ 139) حافظ الحدیث تھے ثقہ تھے، بصرے میں پیدا ہوئے اور یمن میں سکونت اختیار کی پھر جب بصرے میں لوٹ آنے کا ارادہ کیا۔ تو یمن والوں پر آپ کی جدائی شاق گذری۔ آخر کسی کے مشورے پر آپ کو مقید کر کے شادی کرادی گئی تب آپ نے مستقل طور پر یمن ہی کو وطن بنالیا کہ بیوی سے زیادہ پیار کا بندھن کیا ہوسکتا تھا اس کے ہاتھ کا تو زہرِ ہلاہل بھی ''تریاق'' ہوجاتا ہے اب ابن راشد کو دولتِ کونین مل گئی تھی۔ بصرے جا کر کیا کرتے۔

(تذکرہ الحفاظ 178/1۔ تہذیب التہذیب 243/10)

❁

44 سعید بن ابی عروبہ (773م)

امام سعید بن ابی عروبہ مہران العدوی البصری (773م) ذہبی کہتے تھے۔ امام اھل البصرہ رمی بالقدر۔ اہلِ بصرہ کے امام تھے قدری تھے۔ (تہذیب التہذیب 63/4۔ میزان الاعتدال 387/1)

❁

45 ابو عمرو بن العلاء (774م)

زبان بن عمار بن العریان المازنی ابو عمرو بن العلاء (774م) ایک تنومند طالبِ قرآن تھے ابوعبیدہ کہتے تھے ادب۔عربیت۔قرآن۔اور شعر کے زیادہ شناور تھے اور یہی اصنافِ سخن آپ کی پہچان تھیں۔
(وفیات الاعیان 164/1۔ابن خلکان 386/1)

46 زفر بن الھذیل (775م)

امام ابوحنیفہ کے چار شاگرد تھے ابو یوسف۔محمد۔حسن اور زفر۔چاروں مشاہیر میں سے تھے فقہ اور فہم کے دھنی تھے ان میں زفر بن الھذیل بن قیس الغیری (775م) کے بارے میں۔ابن یزداد۔ابوالقاسم۔اور قاضی عبدالجبار کہتے تھے کہ زفر۔ابوحنیفہ کے قدیم اصحاب میں سے تھے جو معتزلی تھے۔جب امام ابوحنیفہ سے شکایت کی گئی کہ وہ تو مرجیہ نہیں معتزلی ہے تو فرمایا اسے اپنے حال پر رہنے دو مناظرے کی ضرورت نہیں ارجاء میں لبرل ازم کی زیادہ گنجائش ہے فقہ خود ہی اسے رد کر دے گی۔ (الجواھر المضیئة جلد 243/1)

❁

47 ابن ابی ذوئیب (775م)

محمد بن عبدالرحمان بن المغیرۃ بن الحارث بن ابی ذوئیب (775م) بڑے علم والے تھے، راسخ العقیدہ قدری تھے۔ (تھذیب التھذیب 301/9۔میزان الاعتدال 87/3)

48 ابو سلمه الکندی (780م)

عثمان بن مقسم البری۔ابوسلمہ الکندی (780م) حدیث کے بڑے امام تھے۔ابن حجر عسقلانی (1449م) کہتے ہیں حدیث کے موضوع پر خوب لکھا۔خوب جمع کیا۔"قـــدری" تھے۔قیامت کے دن۔ترازو رکھ کر۔اعمال کو مادی اشیاء کی طرح وزن کرنے کے منکر تھے وہ کہتے تھے کہ۔میزان۔عدل و انصاف کا استعارہ ہے۔ساجی نے کہا کہ عثمان بری۔اگرچہ حدیث کے امام تھے مگر اعتـزال میں غلو کی وجہ سے اہلحدیثوں نے اس سے روایت کرنی چھوڑ دی تھیں۔تاہم یہ بھی کہتے تھے کہ۔روایت میں تو سچ بیان کرتا تھا مگر دیگر باتوں میں غلط بیان تھا۔(کن باتوں میں اس کی وضاحت نہیں ہوئی؟۔) (لسان المیزان 157,155/4)

❁

49 بشیر الرحال

چوتھے طبقے سے تھے۔ الرحال۔ اس طرح مشہور ہوئے کہ ہر سال حج یا کسی غزوے کے لئے محوِ سفر رہتے تھے نفس زکیہ کے ساتھ جو معتزلہ مل گئے تھے ان ہی میں سے تھے۔ چنانچہ اس کی حمایت میں نکلے مگر صدمہ یہ کہ دونوں ہی مع ساتھیوں کے مارے گئے۔ کسی نے کہا آپ نے خلیفہ منصور کے خلاف بغاوت میں حصہ کیوں لیا؟ فرمایا منصور مجھے بلوا کر ایک مکان میں لے گئے میں نے اندر داخل ہو کر دیکھا عبداللہ بن الحسن کی لاش پڑی تھی۔ میں دیکھ کر غش کھا گیا۔ جب افاقہ ہوا تو میں نے عہد کر لیا کہ ظلم کا ساتھ نہیں دوں گا جو بھی منصور کے خلاف اُٹھے گا۔ ساتھ دوں گا۔

یہ بشیر چوتھے طبقے سے تھے۔ ❁ (ط۔م صفحہ 41)

50 عیسیٰ بن صبیح

عباسیہ کا ابتدائی دور تھا جب قرآن کا فخریہ نام لیا جاتا تھا اور کوئی نہ تھا جو کسی کو منکرِ حدیث کہہ کر مطعون کرتا اسی دور میں ہمارے قرآنی دانشور ابوموسیٰ عیسیٰ بن صبیح بن مردار پیدا ہوئے۔ اپنے مشن کا برملا اظہار کرتے تھے۔ وہ قرآنی دانشوروں کے ابتدائی طبقے سے تعلق رکھتے تھے اور ان ہی کی وجہ سے بغداد میں قرآنی تحریک کو فروغ اور مقام ملا۔ اس کے کلام میں رمز آشنائی کا عنصر زیادہ ملتا تھا۔ ایک بار ابوالہذیل علاف جو اپنے زمانے کے بڑے قرآنی دانشور تھے عیسیٰ بن صبیح کو دیکھ کر آب دیدہ ہو گئے کہ ان کو دیکھ کر واصل بن عطاء اور عمرو عبید کی یاد آ گئی کہ یہ بھی ان ہی کی طرح صاحبِ علم تھے رمز شناس قرآن بھی تھے اور صاحبِ عمل بھی جب حالتِ نزع کا اندازہ ہوا تو گھر میں جو کچھ اثاثہ تھا اہلِ حاجت میں بانٹ دیا کہ یہ ان ہی کا حق ہے ان کی عظمت کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ وہ ''الجعفرین'' یعنے ابوالفضل جعفر بن حرب اور ابومحمد جعفر بن مبشر الثقفی کے اتالیق بھی تھے۔

❁

51 خلیفہ مہدی عباسی (785م)

خلیفۂ مہدی عباسی (785م) ابوعبداللہ محمد بن منصور جن کی 85 ہجری میں بیعت ہوئی راسخ العقیدہ معتزلی تھے عالم تھے اور شجاع تھے۔ ابومعن شبیب بن شبہ۔ سے فرمائش کرتے تھے کہ۔ عمرو بن عبید (761م) کی باتوں سے ہماری مجالس کو منور کریں۔ دراصل ہوا یہ کہ مہدی کے عہدِ حکومت میں زنادقہ زور میں آ گئے اور مہدی سے

بڑے معرکے ہوئے ان ہی معرکوں میں مہدی کی دلیری کام آئی اور صالح بن عبدالقدوس جیسے قرآن کے حریف کا مقابلہ میں کام تمام ہوا دیگر زنادقہ قیدی ہوئے یا بھاگ نکلے اسی تناظر میں مہدی کو احساس ہوا کہ معتزلہ کو ہر وقت چوکنا رہنا چاہئے کہ صرف وہی علمی سطح بلکہ ہر سطح پر ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

❁

52 امام واصل بن عطاء (798م)

امام المتکلمین سید البلغاء واصل بن عطاء (700پ 798م) مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے جب عنفوانِ شباب زوروں پر تھا تو مدینہ کے اس نوجوان نے بصرے کا رُخ کیا کیونکہ اُن دِنوں بصرہ ہی علوم وفنون کا مرکز بنا ہوا تھا۔ کہ مدینہ منورہ سے جوں ہی سیاست ملیہ ختم ہوکر سیاستِ ملکیہ میں تقسیم ہوکر دمشق اور بصرہ میں مرتکز ہوئی۔علم کے پیاسوں کا مختلف جہات کی طرف سفر شروع ہوگیا۔ واصل کو روایات سے دلچسپی نہیں تھی۔ وہ عقلیات اور لغت وادب کے شیدا اور والہ تھے مدینہ منورہ میں رہ کر بھی علومِ عقلیہ کے حصول کے لئے کوشاں رہے۔ اُن دنوں عراق کے شہروں پر نسبتاً شیعہ اہلِ علم اور دیہات پر خوارج کا قبضہ تھا۔ چنانچہ واصل نے خوارج سے علوم حاصل کرنے کے لئے دیہات اور شیعہ سے استفادہ کرنے کے لئے شہروں کا رُخ کیا اور وقت کے بڑے بڑے اماموں اور یگانۂ روزگار ادیبوں سے علومِ فلسفہ اور علمِ دین حاصل کیا کیونکہ واصل کے دور کا عراق علمی قیادتوں کا مرکز بن چکا تھا۔ اسمیں فقہ پروان چڑھی اس میں فلسفہ اُبھرا، اسی میں علمِ نحو کی نشوونما ہوئی جاہلیت کا ذخیرۂ اشعار جمع ہوا حکمتِ یونان اور فلسفہ عجم اوجِ کمال تک پہنچے۔ تاہم واصل نے تمام علوم پر عقلیات اور ادب کو ترجیح دی اور عقلیات ہی کو ہضم کرنے کا سامان کیا واصل اپنے زمانے کے زبردست مناظر اور باحث ہونے کے ساتھ بڑے متحمل مزاج۔ غصہ تھوکنے والے اور چہرۂ خنداں کے مالک تھے ان کے برعکس ان کے ہم سفر و ہم فکر امام عمرو بن عبید (761م) تنک مزاج اور غصہ ور تھے واصل نے ۔۔۔ کی آیت ۔۔۔ پڑھ کر اس کے غصے کو ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا کر دیا۔ واصل بڑے ہنس مُکھ اور ملنسار تھے اونچے درجے کی جدلی توانائی سے لیس تھے۔

اس حد تک قادرالکلام تھے کہ مخالف سامنے آتے ہی کانپنے لگتا اور اس کا دل خوف سے بھر جاتا۔ واصل کی تمام تر توانائی اسلام اور قرآن کے دِفاع میں صرف ہو جاتی وہ مخالف کی بات پوری توجہ سے سُنتے پھر اس کا رُخ موڑنے کے تمام وسائل اور ہمہ اسالیب اختیار کرتے جس سے مخالف پر سکتہ طاری ہو جاتا اور بغیر کسی

امام واصل بن عطاء

احتباسِ فکری کے وہ قائل ہو جاتا۔ واصل اور ابوحنیفہ ایک طرح ہم شُغل تھے ابوحنیفہ کوفے میں کپڑے کا اور واصل بصرے میں ریشم کا کاروبار کرتے تھے دونوں تخی بھی تھے اور سیر چشم بھی یہی وجہ ہے کہ واصل نہ کسی صلے کے طالب ہوتے نہ جاہ و منصب کے۔ خاص کر ابوحنیفہ ہوں یا واصل پابند حریتِ فکری کے قائل نہیں تھے یعنے کسی ''فقہی راج'' کی ''رعایا'' نہیں تھے واصل کے بارے میں مؤرخین لکھتے ہیں،

كان يلتمس حججه من القرآن دائما ولا يعتمد على السنة في الاستدلال للعقائد لان كلها اوجلها ليست اخبارا متواترة والاخبار غير المتواترة لا تثبت بها العقائد

> وہ عموماً قرآن ہی سے دلائل کشید کرتے اور سنت پر خاص کر عقائد کے باب میں اعتماد نہ کرتے تھے کیونکہ سنتیں سب کی سب یا کم از کم زیادہ تر غیر متواتر ذرائع سے نقل ہوتی ہیں جبکہ غیر متواتر ذریعوں سے عقائد اور ایمانیات کا اثبات نہیں ہو سکتا۔

واصل دراصل کہنا یہ چاہتے ہیں کہ ایمانیات اور عقائد کا تعین صرف قرآن کے ذریعہ ہوتا ہے اور قرآن ہی اس باب میں حرفِ آخر ہے۔ واصل کا عقیدہ تھا کہ قرآن میں سمیع و بصیر۔ یا اس طرح کی جتنی صفات ذاتِ باری کے سلسلے میں بیان ہوئی ہیں وہ عین ذات ہیں کسی تاویل اور توجیہ سے نفی لازم نہیں آتی اور یہی عقیدہ ہمارے سرسید (898م) کا بھی تھا وہ کہتے تھے کہ انسان اپنے اچھے یا برے اعمال کا خود ہی فاعل ہے وہ آزاد ہے مجبور نہیں ہے اپنی برائیوں کو اللہ سبحانہ کے کھاتے میں نہیں ڈال سکتا۔

(مقریزی 345/2_ وفیات الاعیان 170/2_ مروج الذہب 398/2_ اسدالغابہ 80/5)

❁

53 خلیل عروضی (791م)

معتزلہ قدماء میں سے نحو اور عروض کے امام۔ خلیل بن احمد (791م) بصری فرہودی دانشورانِ قرآن میں سے تھے نہایت ہی پارسا۔ نیک اور حلیم تھے موسیقی سے علمِ ''عروض'' کشید کیا تھا بڑے درویش مزاج تھے۔ خلیل خود ہی وضاحت کرتے ہیں کہ۔ میں پہلا شخص ہوں جس نے ''اوعیة'' (برتنوں) کو ''ظروف'' کا نام دیا۔ (وفیات الاعیان 172/1۔ انباہ الرواۃ 341/1)

آپ حکیم فرہود کے نام سے مشہور تھے جو ازد۔ قبیلے کی شاخ تھی۔ ان کو جمع کے صیغے سے فراھید بھی

کہتے تھے۔

54 امام سیبویہ (796م)

عمرو بن عثمان بن قیصر الحارثی عرف سیبویہ (796م) نے نحو کو وسعت دی۔ بغداد پہنچنے پر کسائی سے مناظرہ ہوا اور غالبًا جیت گئے ہارون الرشید نے اپنے استاد کسائی کی شکست کا احساس نہیں کیا اور علم کی قدر افزائی کی سیبویہ کو دس ہزار درہم انعام دے دیا آپ بڑے خوبصورت تھے۔ معتزلہ میں اونچا مقام رکھتے تھے مگر جواں سال تھے کہ بے رحم موت نے دبوچ لیا۔

(تاریخ بغداد 168,166/12 ۔مفتاح السعادۃ 35/2)

55 ابراهيم الاسلمى (800م)

ابراہیم بن محمد بن ابی یحیےٰ سمعانی الاسلمی المدنی (800م) طعن فیہ رجال الحدیث وقالوا قدری و معتزلی جمعی ۔اہلحدیث اس پر طنز کرتے تھے کہ وہ قدری تھا۔معتزلی تھا اور جمعی تھا اس سے ہم حدیث روایت کریں تو کیسے کریں۔لیکن امام شافعی کہتے تھے۔ حدثنا مَن لا اتھم۔ میرے نزدیک ابراہیم بن محمد بے داغ ہے۔الاسلمی (800م) بڑے قدآور عالم ہوگذرے ہیں۔ مدینہ منورہ کے مولود اور امام شافعی کے ایک اُستاد تھے اہلحدیثوں نے سہ آتشہ معتزلی ہونے کے باعث۔آپ پر جرح کی ہے تاہم امام شافعی جب حدیث بیان کرتے اور کہتے کہ مجھ سے حدیث بیان کی اس نے جس پر میرا کوئی الزام نہیں۔تو اس سے ابراہیم بن یحیےٰ کی ذات ہی مراد ہوتی تھی۔ یعنے میرے نزدیک ابراہیم اسلمی۔غیر مجروح تھے۔ثقہ تھے۔

(میزان الاعتدال 27/1 . تذکرۃ الحفاظ 227/1)

56 حفص بن سالم

حفص بن سالم علم مناظرہ میں باکمال شخصیت تھے۔ واصل بن عطاء کو ان پر ناز تھا۔ سکہ بند معتزلی تھے۔ان کی ذات اور علمیت مرجع اعتماد تھی اور اسی اعتماد پر قرآن کے بڑے دانشور واصل نے اسے خراسان بھیجا تاکہ جھم کی پھیلائی ہوئی گمراہی کے ازالے کے لئے اس سے دو بدو بات ہوجائے۔ چنانچہ حفص نے خراسان پہنچ کر اسے دبوچ لیا وہ لاجواب ہوکر بھاگ گیا۔ بے شمار لوگ اس کے پھیلائے ہوئے گمراہی کے

جال سے آزاد ہو کر قرآن کی صداقت کے قائل ہو گئے۔ حفص کو بڑا اعزاز ملا۔ (ط۔م صفحہ 42)

57 عمرو بن فائد

ایک مناظر قسم کے متکلم تھے (ط۔م صفحہ 60) یہ معتزلہ کے چھٹے طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک بار سلیمان بن علی بن عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب الہاشمی۔ تلوار سونتے کھڑا ہو گیا اور ابنِ فائد کے آنے پر قرآن کھول کر یہ آیت پڑھی۔ وما کان لنفس ان تؤمن الا باذن الله۔

کسی انسان کی مجال نہیں ہے کہ۔ اللہ کے اذن کے بغیر ایمان لے آئے۔ (یونس، 100)

سلیمان نے سوال کیا کہ۔ اس آیت میں ایمان لانے کو اللہ کے اذن سے مربوط کیا ہے۔ اب تم بتاؤ تمہارے پاس اس کا جواب کیا ہے؟ تلوار میرے ہاتھ میں ہے۔ جواب میں عمرو بن فائد نے فی الفور یہ آیت پڑھی۔ یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا . فامنوا بالله۔

اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ تم اللہ پر ایمان لے آؤ۔ (اعراف، 158)

عمرو بن فائد نے کہا اس آیت میں۔ فــآمنـوا ۔ کے صیغے میں اللہ سبحانہ نے ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ بتاؤ اس سے واضح اور بڑا۔ اذن۔ کیا ہوگا؟ سلیمان (759) نے یہ سُن کر تلوار نیچی کر لی اور کہا۔ یہ بتلاؤ میرے سوال کا پیشگی جواب کیسے دیدیا؟ فرمایا۔ بتـائیـدالـلـه ۔ اللہ کی مدد شامل تھی اور میں نے صحیح جواب دیدیا۔

58 ابو عبدالله الغزال

ابو عبداللہ الغزال ۔ واصل بن عطاء کے دودھ شریک بھائی تھے دو چار سال چھوٹے ہی ہو نگے واصل نے اس کی ڈیوٹی لگا دی تھی کہ۔ پاکدامن عورتوں کا پتہ چلائے تاکہ ان تک صدقات کی امدادی کمک باقاعدگی سے پہنچاتا رہے کیونکہ واصل کو یہ کام اچھا لگتا تھا اور اپنے بااعتماد بھائی کے ذریعہ سرانجام دینا چاہتا تھا خاص کر غزال ۔ واصل ہی کی طرح عدلی بھی تھے۔ (ط۔م صفحہ 29)

59 واصل کی شریکِ حیات

مشہور معتزلی امام عمرو بن عبید۔ کی بہن کا رشتہ واصل بن عطاء سے ہوا تھا۔ آپ چونکہ ہر دو جانب سے علمی گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں اس لئے بعض حساس معلومات کی امین تھیں ایک دفعہ کسی نے دریافت کیا کہ محترمہ عمرو بن عبید اور واصل میں سے کون اچھا تھا۔ کہا دونوں میں آسمان وزمین کا فرق تھا۔ سوال ہوا کہ عملی طور پر کون بہتر تھا۔ جواب میں وضاحت ہوئی کہ۔ واصل کا معمول تھا کہ جونہی رات کی تاریکی چھا جاتی وہ جانماز بچھا کر نماز شروع کر دیتا جبکہ قلم و دوات اس کے پاس ہوتے اور نماز ہی میں جوں ہی کوئی علمی نکتہ ذہن میں آتا جو مخالف کا منہ بند کر کے اس پر حجت قائم کرنے والا ہوتا۔ نماز سے رُک جاتے اور اسے قلمبند کر کے پھر دوبارہ نماز شروع کر دیتے۔ ❁ (ط۔م صفحہ 32۔ان کا تعلق چوتھے طبقے سے تھا)

60 هشام الدستوائی

معاذ کے والد ہشام بن ابی عبداللہ الدستوائی بڑے عبادت گذار زاہد تھے ذہبی ان کی جلالتِ شان کا اعتراف کرتے اور لکھتے ہیں۔الحافظ ۔احد الاثبات ۔حافظ تھے اور ثابت الروایت محدثین میں سے تھے یعنے جن کی روایتیں ضعف کے شائبے سے پاک تھیں (میزان الاعتدال 254/3)۔ابو داؤد طیالسی (---) کہتے تھے۔ دستوائی۔ حدیث کے امیر المؤمنین تھے۔البتہ عجلی، ابن سعد اور یحییٰ ابن معین کہتے تھے کہ یہ معتزلی تھا لہٰذا اس کی روایت نہ لینی چاہئے یعنے اس کا عقیدہ ہے کہ خدا نہ غلطیاں کرتا ہے اور نہ غلطیوں کا خالق ہے انسان معاصی کا خود ہی خالق ہے اور خود ہی فاعل ہے۔ ❁ (ط۔م صفحہ 138)

61 محمد بن حسن الشیبانی (804م)

امام ابو حنیفہ کے بعد دوسرے شاگرد ابوعبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی (804م) بڑے قد آور عالم تھے۔ زاہد تھے، عابد تھے شب بیدار اور خداترس تھے علم کی راہ میں پیسہ خرچ کرنے والے تھے اسے ہارون الرشید نے ایک سال تک گھر میں بند رکھا تھا آپ کے شمار سے باہر شاگرد تھے جن کے ذریعہ فقہِ ابو حنیفہ کو فروغ ملا۔ آپ نے فقہی احادیث کا الگ مجموعہ لکھا جو موطا امام محمد کے نام سے مشہور ہے۔ طبقات المعتزلہ میں آپ کے فضائل کے اعتراف کے ساتھ انہیں معتزلی بھی لکھا ہے۔ ❁ (طبقات المعتزلہ صفحہ 128)

62 امام محمد حنفی (804م)

محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی (804م) امام ابو حنیفہ کی فقہ کو اُجاگر کرنے والے تھے۔ (زرکلی 309/6)
معتزلی تھے۔ (ط۔م)

❋

63 امام کسائی (806م)

ابوالحسن علی بن حمزہ الکسائی (806م) نحو، علوم قرأت اور لغت کے امام تھے۔ دنیا بھر میں جہاں کہیں عربی کا شعر ہوتا کسائی سے پوشیدہ نہ ہوتا آپ ہارون رشید کو عربی ادب سکھانے پر مامور تھے نیز اس کے بیٹے کے مؤدب بھی تھے۔ آپ عالم فاضل اور لسانیات کے ماہر لوگوں کی مجالس میں جاتے تھے۔ ایک دفعہ تھکاوٹ محسوس کی تو کہا۔ ''قد عییت'' ۔لوگوں نے کہا ہماری علمی مجلس ''اٹینڈ'' کرنے کے باوجود بات کرنے کا سلیقہ نہیں ہے۔ فرمایا کیا مطلب؟ کہا گیا اگر تم نے تھکاوٹ محسوس کی تھی تو کہنا چاہئے تھا۔ ''اعببت'' اور اگر مجلس سے اُٹھنے کا بہانہ بنا رہے تھے تو کہنا تھا ''عییت'' یہ سن کر آپ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور فوراً اُٹھ کر خلیل نحوی (791م) اور ''الھراء'' مُعاذ بن مسلم (803م) کی مجلس میں جانا شروع کر دیا۔ کہتے ہیں کہ آپ نے عربی ادب لکھنے پر۔ روشنائی کی 15 بوتلیں صرف کیں۔ یادداشت کا مواد اس کے علاوہ تھا جاحظ کہتے تھے۔ جب خلیفہ کے استاد بنے تو ایک طرح سے قیدی بن کر رہ گئے نہ کہیں جاسکتے تھے نہ کچھ کر سکتے تھے چنانچہ خلیفہ کا ہمنشین بنا کر تلافی کی گئی۔ (ابن خلکان 535/1۔تاریخ بغداد 403/11۔طبقات النحویین صفحہ 138)

❋

64 ابو شمر

ابو شمر چھٹے طبقے سے تھے ایک صاحبِ فکر عالم تھے مرجئہ کی طرف مائل تھے۔ معتزلہ کے زیادہ دلدادہ تھے جب کسی سے مناظرہ کرتے تو نہ ہاتھ کو حرکت دیتے نہ جسم کو جنبش۔ اور کہتے کہ ضرورت نہ ہو تو حرکت کرنا عیب ہے۔ ایک دفعہ حاکمِ بصرہ نے حسن بن ایوب الہاشمی کی مجلس میں نظام (845م) نے ان سے مناظرہ کیا اور اس مناظرہ میں اسے اتنا دباؤ تلے رکھا کہ ان کی مہر سکوت ٹوٹ گئی اور بولنے کے ساتھ اعضاء بھی حرکت کرنے لگے۔ جاحظ (871م) کہتے تھے ابو شمر حنفی اپنے مداحین کے سامنے بات کرتے وقت اعضاء کو حرکت بالکل نہ دیتے تھے لیکن جب نظام نے اس کے سکوت کی گانٹھ کھول دی تو وہ حرکت کرنے لگے۔ (ط۔م صفحہ 57)

❋

امام کسائی

65 الاصمّ

ایک جلیل القدر قرآنی دانشور ابوبکر عبدالرحمان بن کیسان الاصم بہت بڑے صاحب تفسیر و ادب تھے یہ بصرے کی جامع مسجد میں درس دیتے اور اسی 80 مشاہیر علماء ان کی نگرانی میں کام کرتے تھے ایک بہت بڑے دانشور قرآنی ابوعلی جبائی جب بھی اپنی تفسیر میں کسی کا حوالہ دیتے تو صرف ابوبکر اصم کا حوالہ دیتے کیونکہ ان کی فقہ اور ان کے لغوی استدلال پر اعتماد کرتے تھے۔ ویسے یہ نوٹ کرنے کی بات ہے کہ۔قرآنیات کے ماہرین اور دانشور صرف عقائد، توحید اور ایمانیات کے معاملہ میں تو ہم سفر و ہم فکر ہوتے تھے کہ قرآن ہی کو ماً خذ مانتے تھے لیکن سیاسی سطح پر اپنے حالات کے مطابق ہر مفکر اپنا ہی راستہ اختیار کر لیتا تھا مثلاً حسن بصری جو کچھ تھے سیاست میں سیدہ عائشہؓ کے مخالف اور علیؓ کے ہمنوا تھے اسی طرح کیسان بن الاصم کے بارے میں ہے۔ کـــان یخطی علیاً علیہ السلام فی کثیر من افعالہ ویصوّب معاویۃ فی بعض افعالہٖ

وہ حضرت علیؓ کی بہت سی پالیسیوں کو ٹھیک نہیں سمجھتے تھے اور بہت سی باتوں میں معاویہؓ کی پالیسی کو حسبِ حال کہتے تھے۔(طبقات المعتزلہ صفحہ 56 و صفحہ 57)

اس تناظر میں ہم کسی کی دلی وابستگی یا کسی کے لوح قلب سے احترام و عقیدت کے خاص رنگ کو کھرچ نہیں سکتے۔قرآن نے واضح الفاظ میں نظام عدل رائج کرنے کا حکم دیا ہے یعنے انصاف کو فریق بنانے کی بجائے جس کا حق ہے اسے دیا جائے، اب وہ طرز حکومت جمہوری ہو سلطانی ہو اپنے وقت میں جیسے ہو اس سے بحث نہیں کرتا۔ مثلاً خلفائے ثلاثہ موروثی طرز حکومت کے قائل نہیں تھے مگر سیدنا علی موروثیت کو لازمی سمجھتے تھے۔ ویسے قطع نظر ان باتوں کے وہ دین اور سیاست میں تفریق کے قائل تھے۔ یعنے دین۔قرآن، حج، اسلام و صلاۃ۔پیغمبر کے بارے میں ان کا کوئی اختلاف نہیں تھا مگر سیاست اور طرز حکومت اپنی پسند کی چلاتے تھے۔

❋

66 عبدالرحمان اللؤلوی (814م)

عبدالرحمان بن مہدی بن حسان العنبری ابوسعید اللولوی (814م)۔ احمد بن یحییٰ کی تحقیق کے مطابق قدری تھے (صفحہ 139) حافظ الحدیث تھے۔امام شافعی کہتے تھے لا اعرف لہ نظیرا فی الدنیا. وہ دنیا میں اپنی نظیر آپ تھے۔ (تہذیب التہذیب 279/6۔تاریخ بغداد 240/10)

67 سفیان بن عینیه (814م)

سفیان بن عینیہ بن میمون الھلالی الکوفی (814م) احمد بن یحییٰ نے انہیں مکہ المکرّمۃ کے قدریوں میں شمار کیا ہے (صفحہ 135) وسیع العلم تھے لوگوں مین قدر ومنزلت سے دیکھے جاتے تھے امام شافعی کہتے تھے لـو لا مالک و سفیان لذھب علم الحجاز ۔ اگر مالک اور سفیان نہ ہوتے تو حجاز کا علم مِٹ چکا ہوتا۔

(تذکرۃ الفاظ 242/1۔ابن خلکان 210/1۔حلیۃ الاولیاء 270/7)

❁

68 معاذ الدستوائی (815م)

معاذ بن ہشام بن ابی عبداللہ الدستوائی (815م) بڑے کھرے اور ذہبی کے بقول راست گو راوی تھے۔ ابن معین نے راست گو کہنے کے باوصف اس کی روایت کو حجت تسلیم نہیں کیا۔ بڑے قدآور محدثین نے اس پر جرح نہیں کی البتہ حمیری نے کہا ہے کہ معاذ جب مکہ المکرّمہ میں داخل ہوا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ لاتسـمعوا من ھذا القدری ۔ یہ معتزلی ہے اور عقیدہ رکھتا ہے کہ برائیوں کا خالق اللہ نہیں ہے لہٰذا اس جرم کی پاداش میں اسکی بات نہ سنو۔ یہاں حمیدی نے کہنے والوں کی نشاندہی نہیں کی جس سے معلوم ہوتا ہے اس نے اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ ویسے معاذ کھرے آدمی تھے اپنے جرم کا کھلے دل سے اعتراف کرتے اور کہتے تھے لـو ضُـرب عـنقی لم اقل ان المعاصی بقدر ۔ اگر میری گردن تلوار سے اُڑا دی جائے تب بھی میں یہ نہ کہوں گا کہ۔ گناہ مقدر میں لکھے تھے۔ ❁ (ط۔م صفحہ 138)

69 امام شافعی (820م)

امتِ اسلام کے ایک بہت بڑے مجتہد حضرت امام محمد بن ادریس شافعی (320م) جو علم اور اجتہاد میں بلند مقام پر فائز تھے۔ ''اہلِ عدل'' جو کہ معتزلہ کا شعار ہے میں شمار ہوتے تھے (طبـقـات صفحہ 129) کیونکہ آپ ابراہیم بن یحییٰ مدنی کے شاگرد تھے اور ابراہیم۔ مشہور قرآنی مجتہد عمرو بن عبید کے تربیت یافتہ۔ نیز یہ ابراہیم مسلم بن خالد زنجی (795م) کے شاگرد بھی تھے جو عمر بن عبدالعزیز کے یارِ غار غیلان دمشقی کے صحبت یافتہ تھے۔ اس طرح امام شافعی کی تربیت و تعلیم میں دو اہلِ حق جو کہ۔ توحید وعدل کے راہوار تھے جمع ہو گئے تھے۔ اس تناظر میں امام شافعی کا عدلی ہونا شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ امام شافعی کی ذہانت ضرب المثل تھی، ادیب

امام شافعی

تھے، شاعر تھے، لسانیات کے ماہر تھے فقیہ تھے غرضے کہ علم اور شافعی ایک دوسرے کے وصفِ لازم تھے۔

70 قطرب (821م)

قرآن کی ظاہری اور عملی حیثیت ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے لیکن ظاہر پرستوں نے اس کی نظری اور عقلی حیثیت کا انکار کر کے کسی اچھی ذہنیت کا اظہار نہیں کیا امام ابو علی محمد بن مستنیر بن احمد عرف قطرب (821م) ذہانت وفطانت میں بلند مقام رکھتے تھے انہوں نے ''مثلثات'' اور ''معانی القرآن'' لکھ کر قرآنی دانشوروں کی حمایت میں بھرپور حصہ لیا ہے آپ نظام (NAZZAM) کے زیادہ عقیدت مند تھے کہ وہ بھی لسانیات اور عربی ادب سے زیادہ رجوع کرتے تھے۔

(تاریخ بغداد. 298/3- ابن الندیم صفحہ 52. شذرات الذھب 15/2)

71 امام فراء (822م)

قرآنی دانشوروں میں امام یحییٰ بن زیاد بن عبداللہ بن منظور فراء (822م) ایک بلند پایہ عالم۔ گرامر اور ادب کے بڑے تخلیق کار تھے۔ مشہور ہو چلا تھا کہ الفراء امیر المؤمنین فی النحو. فراء نحو کے امیرالمؤمنین تھے۔ امام ثعلب (904م) کا قول ہے کہ اگر فراء۔ نہ ہوتے تو گرامر اور ادب کا وجود نہ ہوتا۔ یا یہ کہ وجود میں نہ آتے۔ خلیفۂ مامون نے اسے اپنے بیٹوں کی اتالیقی پر متعین کیا تھا۔ آپ خلیفہ کی نظروں میں اونچا مقام رکھتے تھے۔ عمر کے آخری حصے میں اپنے مادرِ وطن چلے آئے خاندان کے تمام افراد کو اکٹھا کر کے جو کچھ اندوختہ تھا سب میں بانٹ دیا اور مکۃ المکرمہ روانہ ہو گئے اور راستہ ہی میں روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ آپ اگرچہ گرامر اور ادب کے خلاقین میں سے تھے تاہم فقیہ بھی تھے متکلم اور عربی تاریخ کے عالم بھی۔ عقیدتاً حاکمیتِ قرآن کے قائل تھے اعتزال ہی آپ کا پسندیدہ مسلک تھا۔

(وفیات الاعیان 228/2۔ ابن الندیم فلوگل ایڈیشن صفحہ 66 وصفحہ 67)

کہتے ہیں کہ امام فراء کسی ضرورت کے تحت اُٹھے تو مامون کے دونوں بیٹے جو اُن کے شاگرد تھے ان کی جوتی سیدھی کرنے کے لئے دوڑے۔ لیکن جھگڑا یہ تھا کہ پہلے کون سیدھی کرے؟ فیصلہ ہوا کہ پہلے ______ ایک بیٹا سیدھا کرے اور پھر دوسرا یہی عمل دُہرائے امام موصوف کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ گرامر کے

دریا۔لغت کا تانا پیٹا بننے والے فقہ میں ایسا امام جو اقوام کے مزاج سے آشنا۔ستارہ شناسی میں اچھی دسترس رکھتے اور طب میں ماہر نباض اور معالج تھے تاریخ عرب اور اشعار میں اُستاد تھے،۔ابوبکرانباری کہتے تھے۔ بغداد اور کوفے میں کسائی اور فراء کے ماسوا کوئی بھی دانش وبصیرت والا عالم نہیں تھا اور یوں بھی حقیقت ہے کہ علوم کی ان دونوں پر انتہا تسلیم کر لی گئی ہے امام فراء کی تحریروں کے تین ہزار ورق تھے۔

72 بشر بن المعتمر (825م)

بشر بن المعتمر البغدادی ابوسھل (825م) معتزلہ کے بڑے فقیہ اور منجھے ہوئے مناظر تھے۔شریف مرتضیٰ کہتے ہیں کہ۔ان جمیع معتزلة بغداد کانوا من مستجیبه . له مصنفات فی الاعتزال .

بغداد کے تمام معتزلہ آپ کے ہوا خواہ تھے بے حد احترام کرتے تھے۔

اعتزال کی حمایت میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔

(امالی المرتضیٰ جلد 131/1 ۔دائرۃ المعارف الاسلامیه 660/3)

یہ بشر بڑے ہی زاہد تھے عابد تھے خدا کی طرف بلانے والے تھے۔کچھ مجبرہ عقیدے والوں نے بشر کے ساتھیوں سے کہا تم لوگ اپنے مؤمن ہونے کی وجہ سے اللہ کا حمد (اور شکر) بجالاتے ہو؟ بشر کے ساتھیوں نے کہا۔ہاں۔ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔اس پر مجبرہ نے کہا کہ تو گویا اللہ ایسے فعل پر خوش ہوتا ہے جو ہوا ہی نہیں۔ حالانکہ اس نے خود ہی فرمایا ہے ویحبُّون ان یحمدوا بمالم یفعلوا

یہ چاہتے ہیں کہ ان کاموں پر سراہے جائیں جو انہوں نے کبھی نہیں کئے۔ (عمران، 188)

ایسے میں ثمامة۔سامنے آیا اور کہا کہ مجبرہ نے جو جواب دیا سو دیا اب یہی بات ابومضر سے دریافت کرو۔ابومضر نے کہا۔لا بل هو یحمدنی علی الایمان انه امرنی به ففعلته وانا احمده علی الامر به والتقویة علیه . فانقطع المجبر . فقال بشر شنعت المسئله فسهُلت

اللہ نے مجھے ایمان لانے کی توفیق بھی اور حکم بھی دیا چنانچہ حکم کے مطابق ایمان لایا جس پر اللہ نے میرے کردار کو سراہا۔اور میں اللہ کی ذات کو سراہتا ہوں کہ اس نے مجھے عمل کا حکم بھی دیا اور توفیق بھی۔

(طبقات المعتزلہ صفحہ 4/53 تا 8)

اس پر مجبرہ ۔ لاجواب ہوگیا اور بات ختم ہوگئی ۔ بشر نے کہا بات کچھ مشکل تھی جو خود بخود ہی آسان ہوتی چلی گئی ۔

❁

73 ثمامہ بن اشرس النمیری (828م)

ثمامہ بن اشرس النمیری ابومعن من کبار المعتزلہ ۔(زرکلی 86/2) یہ قدآور معتزلی تھے فصاحت و بلاغت میں بے مثل تھے ۔ علمی نوادرات اور دیگر دلچسپ باتوں کا حافظے میں بڑا محفوظ ذخیرہ رکھتے تھے ۔ جاحظ کہتے ہیں:

ماعلمت انهٔ كان فى زمانه قروى ولا بلدى بلغ من حسن الافهام مع قلة عدد الحروف ولا من سهولة المخرج مع السلامة من التكلف ما كان بلغهٔ

میں نے ثمامہ کے زمانے میں کسی بستی میں کسی شہر میں ایسا کوئی نہیں پایا جو ثمامہ کی طرح نابغۂ عصر ہو ۔ فہمائش کا بہترین انداز رکھتا ہو تھوڑے لفظوں میں معانی کا دریا بہا دیتا ہو اور یہ کہ آسان لہجہ میں ایسے الفاظ جو زبان پر آسانی سے اور بغیر کسی تکلف کے چڑھنے والے ہوں استعمال کرتا ہو یعنے اس کا کلام محاسن سے بھرا ہو ۔

(البیان والتبیین 61/1-تاریخ بغداد 145/7-لسان المیزان 83/2-میزان الاعتدال 173/1)

❁

74 معمر بن عباد السلمی (830م)

عنوان'' ملاحدہ کے سامنے فقہا کی درماندگی'' ۔ میں قرآنی ہیرو معمر بن عباد السلمی (830م) کی ناگہانی شہادت کا آپ پڑھ چکے ۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ عباسی عہد میں جب علومِ عقلیہ کی بہتات ہوئی تو دفاعِ اسلام کا روایاتی انداز بھی بدل گیا اور لوگ جب کبھی مبلغینِ اسلام کے لئے اسلامی مراکز سے مدد طلب کرتے تو محدثین اور فقہاء قطعی طور پر ناکام ہو جاتے اور حکام کو دانشورانِ قرآن کی تلاش رہتی تاکہ وہ اپنے کو اپنی زبان کو اپنے اُبھرتے ہوئے کلچر کو اور اپنے نظریۂ حیات کو محفوظ کرسکیں اس طرح دانشِ قرآن کی طبعی ضرورت نمودار ہوئی مگر وائے افسوس کہ اہلِ روایات کی مسلسل معاندت اور پیہم مخاصمت نے اس قرآنی تحریک کی راہ میں ــــــ

روڑے اٹکائے اور پھر ایسا وقت بھی آ گیا کہ اسلام کے دفاع کے لئے اچھے مدافعت کاروں کی دستیابی ایک مسئلہ بن کر رہ گئی اور اسی کمیابی کا نتیجہ کہ ہمارے ہاں قرآنی دانشوروں میں باصلاحیت گنتی کے لوگوں کو پیش کیا جاتا ہے جب وہ مخالف کی سازشوں سے موت کے گھاٹ اُتار دیئے جاتے تو زبردست خلا واقع ہو جاتا۔ اور نتیجہ یہ کہ آنے والوں میں سے کوئی نہ تھا۔ جو جانے والوں کا خلا پُر کر لیتا ہمارے معمر بن عباد سلمی ایسے ہی قرآنی ہیرو تھے جو موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے۔

❋

75 ابو زید لغوی (830م)

سعید بن اوس انصاری بصری عرف ابو زید لغوی (830م) لغت اور نوادراتِ لغت کے امام تھے آپ مفضل ضبی (836م) کے شاگرد اور اصمعی (832م) اور ابو عبیدہ (840م) سے نحو میں زیادہ فائق تھے۔ کتابیں بے شمار تصنیف کیں۔ موضوع قرآنیات تھا اور مسلک ''حسبنا کتاب الله''۔

(وفیات الاعیان 207/1۔تاریخ بغداد 77/9۔وجمهرة الانساب صفحہ 352)

❋

76 ابنِ عُلیه (833م)

ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم الاسدی ابو اسحاق بن علیہ (833م) بنیادی طور پر راوئ حدیث تھے مگر عقلیت پسندی نے درِ قرآن پر پہنچا دیا۔ امام شافعی کے ساتھ آپ کے مناظرے اور مباحثے مشہور ہیں۔ فقہ میں جتنی کتابیں لکھیں انداز مناظرانہ اور جدلی تھا۔ ایسا بھی ہوا کہ معتزلہ نے اسے حدیث کا ایجنٹ اور اہلحدیثوں نے اسے قرآن کا ایجنٹ کہنا شروع کر دیا جبکہ حقیقت صرف اتنی تھی کہ روایت انکی ''ہابی'' تھی اور ایمان بالقرآن ان کا عقیدہ۔ وہ بلاشبہ خلق القرآن پر زیادہ بحث کرتے تھے جبکہ مسئلہ قرآن حادث یا غیر حادث کا تھا بہرحال وہ مؤمن بالقرآن تھے۔

(تاریخ بغداد 20/6)

❋

77 خلیفه مامون عباسی (833م)

قرآن کے راہواروں میں مامون عباسی (833م) عبداللہ بن ھارون الرشید بن محمد المہدی جس کی بابت احمد بن یحییٰ لکھتے ہیں کان اوسع العباسیین علما و ابعدهم غورا واعظمهم عفوا وانداهم راحة وافصحهم منطقا وقوله بالعدل مشهور

خلیفہ مامون عباسی

یہ عباسیوں میں سب سے زیادہ علم والے تھے نہایت گہرائی سے سوچنے
والے اور سب سے زیادہ درگذر کرنے اور لوگوں کو آسائش فراہم کرنے والے اور
گفتگو میں سب سے زیادہ فصیح تر تھے خاص کر عقید تا مشہور توحیدی اور عدلی تھے۔

(طبقات صفحہ 122 و صفحہ 123)

مامون صاحبِ تصنیف بھی تھے۔ مانی کے پیروکار بڑے زور میں تھے ان کے اور یہود و نصاریٰ کے جواب میں بڑی کتابیں تصنیف کیں اسی طرح صاحبِ سیف و قلم بھی تھے۔ انہیں جب پتہ چلا کہ۔ ملاحدہ (منکرینِ قرآن و محمدؐ) کہتے ہیں کہ ان اهل الاسلام قهروا بالسيف لا بالحجة فوقع الجرح عليهم جمع من كل فرقة في حضرته جماعةً و امر متكلمي الاسلام بمناظراتهم

اسلام تلوار سے پھیلا ہے دلیل و برہان سے نہیں۔ یہ بات مامون کے
دل میں تیر بن کر اُتر گئی اور چاہا کہ اس بکواس کا علمی جواب دیا جائے چنانچہ اس نے
ہر فرقے سے عالموں کو جمع کیا اور ان کو معقولیت سے جوابات دینے کے لئے معتزلہ
کو زحمت دی کہ وہ ان سے دو دو باتیں کریں۔ (طبقات صفحہ 123)

کہتے ہیں کہ اسلام کے تلوار کے زور پر پھیلنے کے طنز پر مامون کا دل اتنا دُکھا کہ اس نے دفاعِ اسلام کے لئے الگ ادارہ قائم کیا جس میں فقہا، محدثین، متکلمین، اہلِ لغت اور تاریخ کا عمیق درک رکھنے والے نیز انساب اور گذشتہ واقعات پر ناقدانہ شعور رکھنے والے جمع کئے گئے اور سب سے کہا گیا کہ پوری آزادی سے خیالات کا اظہار کریں اور متکلمین و فلاسفہ کے ذمہ لگایا کہ دفاع کی ذمہ داری صرف وہی پوری کریں۔

(تاریخ بغداد جلد 183/10 . ابن اثیر 148,144/6 . طبری 293/10)

مامون کے آزادیٔ اظہار کے بعد معتزلہ نے اپنا کام شروع کیا اور پھر مخالفین سے پوری آزادی سے باتیں کیں اور اس کا اثر یہ ہوا کہ مخالفین کا لب و لہجہ از خود ہی درست ہونے لگا اور محاسن کا اعتراف کرنے لگے۔

❁

78 بشر المريسي (833م)

بشر بن غیاث بن ابی کریمہ عبد الرحمان المریسی (833م) معتزلہ کے بڑے قد آور فقیہ اور اسالیبِ فلسفہ کا گہرا درک رکھنے والے تھے۔ فقہ کے لئے قاضی ابو یوسف کی شاگردی اختیار کی۔ ہارون رشید کے عہد

میں اعتزال کی راہ میں بڑے دُکھ سہے۔ 70 سال کی عمر پائی۔

(وفیات الاعیان 91/1۔تاریخِ بغداد 56/7۔میزان الاعتدال 150/1)

79 موسیٰ ابو العباس (839م)

موسےٰ بن ثابت عرف ابوالعباس (839م) 219 ہجری میں مصر کے گورنر بنادیئے گئے۔ سخت گیر قسم کے معتزلی تھے مصری علماء کو تشدد اور اکراہ کے زور پر قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل کر دیتا تھا۔ جبکہ یہ قرآن کے نام پر قرآن سے کُھلا تصادم تھا۔ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق سرے سے قرآن کا مسئلہ ہی نہیں ہے۔ قرآن نے اپنے کو جب ''محدث'' (ذکرِ حادث) کہا ہے تو اسی پر اکتفا کرنا چاہئے۔ لیکن ہمارے اکابر نے پتہ نہیں جبر اور تشدد کی راہ کیوں اپنالی۔ یہ موسے ابوالعباس گورنری کے 4 سال پورے کر کے واپس بغداد پہنچے۔

(الولاۃ والقضاۃ صفحہ 195۔النجوم الزاہرہ 231/2)

❁

80 خلیفہ معتصم عباسی (841م)

خلیفہ معتصم باللہ عباسی (841م) ابو اسحاق محمد بن رشید۔ پکے معتزلی تھے (طبقات صفحہ 123) ویسے تو خوشی کی بات ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی فیملی کے افراد خرد افروز اور خرد افزا تھے لیکن خوشی تب ہوتی جب معتصم بھی اپنے اکابر کی طرح صلح و مدارات، علم اور نظر سے مخالفین سے نمٹ لیتے۔ نظریئے کی خاطر تشدد کا راستہ اختیار کرنے سے کبھی کوئی رام نہیں ہوتا اس سے تو مخالف کہہ سکتا ہے کہ تلوار کے زور سے معتصم امام احمد بن حنبل پر مشقِ ستم روا رکھ کر تمام روایات پرستوں کو متحد کرنے کا سبب بنا اہلحدیثوں نے گھر گھر پہنچ کر اپنی مظلومیت کی داستانیں سنانا شروع کر دیں اور ساتھ ہی غیر اعتزالی افکار کی حمایت میں وضعی احادیث کے انبار لگا دیئے جبکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ حدیث کسی بھی معیار کی ہو لوگ رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے قابلِ احترام اور قابلِ عمل سمجھتے تھے۔ معتصم کے قاضی ابن ابی داؤد کے اکسانے پر امام ابن حنبل کو جسمانی اذیت پہنچانے سے بہتر تھا کہ خاموش ہو جاتے کہ عفو و درگذر سب سے بڑی ڈھال ہوتی ہے جس پر کوئی وار کارگر نہیں ہوتا۔ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق ایک سراپا کلامی مسئلہ ہے جبکہ کلامی مسائل میں کُشتی علم کی لڑی جاتی ہے۔ قلم کے مقابلے میں ظلم ناکامی کی سب سے بڑی دلیل ہوتی ہے۔ معتزلہ کا غالباً یہ خیال ہوگا کہ قرآن۔ کو غیر مخلوق کہہ دینے سے

قرآن کا قدیم ہونا لازم آجاتا ہے جس سے قدماء کا تعدد لازم آجاتا ہے جو کہ عقیدۂ توحید کے خلاف ہے اور اسے جبر سے مٹانا چاہئے۔ اور یہی صفاتِ باری کے بارے میں ان کا فیصلہ ہے جبکہ ضروری نہیں کہ صفات کو عین ذات کہہ دینے سے قائم بالذات کا اصول مجروح ومتاثر ہو۔ ادھر امام ابن حنبل کے استدلال کی خامی اس سے ظاہر ہے کہ آپ **مایأتیهم من ذکر من ربهم محدث**

انہیں جب کبھی اللہ کی جانب سے نئی ہدایت (ذکر) ملتی ہے۔ (انبیاء، 2)

سے کشید کرتے تھے کہ

''وہ ذکر بھی ہے جو اللہ کی طرف سے نازل ہوتا ہے اور وہ ذکر بھی ہے جو نبی کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ یہ ''محدث'' کا لفظ اس ذکر کے بارے میں ہے جو نبی کی وساطت سے ہوتا ہے۔ جہاں صرف قرآن کا ذکر ہو وہاں محدث یا مخلوق کا لفظ بولنا صحیح نہ ہوگا۔'' (نوادرات اسلم جیراجپوری صفحہ 183)

اس طرح امام احمد نے ''ذکر'' کو دو حصوں میں تقسیم کر کے بلاوجہ قرآنی تصریح میں دست اندازی فرمائی ہے کیونکہ ابن حنبل نے مِن ذکر ۔ میں ''مِن'' کو تبعیضیہ سمجھ کر وہ ذکر بھی ہے۔ اور وہ ذکر بھی ہے۔ کی گردان کر ڈالی جبکہ یہ ''مِن'' بیانیہ۔ ہے یعنے اس میں بیان ہے کہ وہ ذکر . من ربھم. سے متعلق ہے یعنے وہ ذکر جو رب کی جانب سے ہے اب فرمایئے۔ حدیث کب سے۔ رب۔ کی جانب سے تسلیم کی گئی ہے؟

یہ یاد رہے کہ قرآن کے مخلوق ہونے کا دعویٰ جعد بن درھم (736ء) اور پھر جہم بن صفوان (745ء) نے اس بنا پر کیا کہ اہلحدیثوں نے معتزلہ کے واجب القتل ہونے کا فتوے دے کر اشتعال دلایا تھا اور پھر انہوں نے بھی سلفیوں کو سنگین انتقام کا نشانہ بنا کر ظالمانہ تشدد کا جواز ڈھونڈا اور معتصم کے زمانے میں قاضی ابن ابی داؤد کے فرمانے پر ابن حنبل کو تیرِ جفا کا شکار بنا دیا گیا حالانکہ درمیانی اور قابلِ مفاہمت صورت نکالی جا سکتی تھی آخر سلفی اور حنبلی مسلمان تھے۔ توحید کا انہیں بخوبی ادراک تھا خاص کر اہلِ قبلہ تھے قرآن کو مخلوق کہنے سے مشرک تو نہ ہو سکتے تھے خاص کر قرآن کو اگر غیر مخلوق نہیں کہا گیا تو مخلوق بھی نہیں کہا گیا۔ معتزلہ نے کس بنا پر اہلِ قبلہ کا قتلِ عام روا رکھا وہ قرآن کو حادث کہہ کر قرآن کا منشا پورا کر سکتے تھے۔ اب ماننا نہ ماننا حنبلیوں کی ذمہ داری تھی منوانے کے معتزلی جوابدہ نہیں تھے۔ ادھر ان ہی ایام میں حدیث سازی کا آغاز ہو چکا تھا خلیفہ متوکل اپنے اجداد کے برعکس سلفیت کا خواہاں بن کر تمام عقلیت پسندوں کے استیصال پر کمر بستہ ہو چکا تھا فتوے اور احادیث کی پشت پناہی نے سلفیوں سے فہم وادراک کا عنصر چھین رکھا تھا۔ انہوں نے ضد میں آکر

بعض یا اکثر قرآنی آیات کے ظاہر مفہوم کو روایت کے تناظر میں مسترد کر دیا۔ رویتِ باری قرآن کی رو سے قطعاً ثابت نہیں کہ ''بے مثل'' کی رویت ناممکن ہے مگر روایات نے خدائے لایزال کو صورت بھی دیدی اور انکی رویت بھی ممکن بنادی۔ جادو کے بارے میں قرآن میں قطعی وضاحت ہے کہ لا یفلح الساحر حیث اتیٰ جادوگر کہیں سے بھی حملہ آور ہو کامیاب نہیں ہوسکتا (۔۔۔) یعنے کسی بھی فرد بشر پر اسکی تاثیر غیر معقول ہے اور کافروں کی اس بات کو رد کرتے ہوئے فرمایا وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا یہ کافر اور ظالم لوگ کہتے ہیں مسلمانو تم تو ایک جادو کے مارے شخص کے پیچھے چل پڑے ہو۔ (اسراء، 47) اس طرح قرآن مسلمانوں کی صفائی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ کی سحر زدگی مسلمانوں کا نہیں کافروں کا عقیدہ ہے۔ اب اتنی صراحت کے باوصف روایت کہتی ہیں کہ رسول پر جادو کے اثر انداز ہونے کا انکار کفر ہے اب کتنی ستم ظریفی ہے کہ روایت پوری تحدی سے کہتی ہیں کہ جادو نہ صرف پیغمبر پر اثر انداز ہوا آپ 6 ماہ تک جادو کی اتنی گرفت میں رہے کہ ازواج کے پاس جاتے اور بھول جاتے کہ نہائے ہیں یا نہیں۔

دوستو ہم نے صرف اس خیال سے کہ معتزلہ سے جب کوئی استفسار ہوتا ہے تو وہ صرف قرآن کے حوالہ سے بات کرتے ہیں نہ فقہ کا حوالہ دیتے ہیں نہ روایات کا نہ تصوف کی باطنیت کا نہ صوفیا کے ملفوظات کا۔

❁

81 ابراھیم نظام (845م)

قرآنی دانشوروں میں سب سے اونچا مقام اور سب سے زیادہ اُجلے کام ابراہیم نظام (845م) کے ہیں آپ قرآنی دانشوروں میں بڑے ہی تیز وطرار اور حاضر جواب اور دفاعِ قرآن کی ایسی صلاحیتوں کے حامل تھے جو ہم عصروں یا بعد کے ادوار میں اپنا مثیل اور مانند نہیں رکھتے تھے آپ قرآن پر کسی بھی اعتراض پر لمحہ ضائع کئے بغیر دلائل کے انبار لگا دیتے اور عصری شعور کے مطابق نہایت فاضلانہ طنطنہ کے ساتھ مخالف پر چھا جاتے اور اُسے خاموش کر دیتے تھے۔ آپ کی نثر نظم ہی کا نمونہ پیش کرتی تھی۔ ایک بار ہواؤں کے جھکڑ چل پڑے اور بجلی کے خوفناک آوازے بلند ہوگئے آپ نے دستِ دُعا بلند کیا اور کہا،

> ''اے اللہ اگر یہ عذاب کی شکل ہے تو ہم سے اسے ٹال دے اور اگر ہماری بہتری کے لئے ہے تو اس میں اضافہ کردے اللہ حالتِ ابتلا میں ہمیں برادشت کی توفیق عطا فرما۔ اور حالتِ خوشحالی میں ہمیں شکر کی توانائی نصیب ہو۔

ابراہیم نظام

اے اللہ۔ آپ کی طرف سے عطائے بے پایاں ہو تو اپنا احسان جاری فرما۔ اگر عتاب اور تکلیف کا رنگ غالب ہے تو اپنے احسان کو ستر اور پردہ پوشی میں بدل دے''۔

آپ بڑے سخی اور مال کے انفاق کے عادی تھے۔ اپنی ضرورت جتنا روک کر باقی فی الفور مستحقین کے در تک پہنچا دیتے ایک بار نظام اپنے زمانہ کم سنی میں ابوالہذیل علاف کی معیت میں مشہور انٹی قرآن کے رکن صالح بن عبدالقدوس (799م) کے بیٹے کی وفات پر تعزیت کے لیے گئے۔ ابوالہذیل نے صالح کو بہت غمگین پایا اور کہا کہ۔ آپ کی غمگینی سے موت کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ ہم آپ کے غم میں شریک ہیں۔ صالح نے کہا میری وجہ پریشانی اس لئے بھی ہے کہ میرا بیٹا میری کتاب پڑھنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا۔ ابوالہذیل نے کہا کہ کتاب کا نام اور موضوع کیا ہے؟ صالح نے جواب دیا کتاب کا نام ''کتاب الشکوک'' اور موضوع یہ کہ جو اسے پڑھے شک میں پڑ جائے حتیٰ کہ جو ہو رہا ہے وہ شک کرے کہ نہیں ہو رہا۔ اور جو نہیں ہو رہا وہ شک میں پڑ جائے کہ ہو رہا ہے۔ اس پر ابوالہذیل سے پہلے ننھا۔ نظام بولا۔ تو تمہیں چاہئے کہ تم اپنے بیٹے کی موت میں شک کرو اور سمجھو کہ وہ نہیں مرا اور اگر زندہ ہے تو شک میں پڑ جاؤ کہ مر گیا ہے۔ اور تم یوں سمجھو کہ تمہارے بیٹے نے یہ کتاب اگر چہ نہیں پڑھی مگر شک کرو کہ پڑھی ہے۔ نظام کے ان منطقی تعاقبات سے صالح نہ صرف حیرت زدہ ہوئے ورطۂ ندامت میں ڈوب بھی گئے۔

اس واقعہ سے نظام کی فطانت و ذہانت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے معنے یہ نہیں کہ ''شک'' کی حقیقت سے وہ آگاہ نہیں تھے۔ وہ اہلِ زبان تھے شک کے مفاہیم کا انہیں بخوبی ادراک تھا کہ۔ شک دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو دو متضاد چیزیں کسی شخص کی نگاہ میں ایک جیسی اور یکساں ہو جائیں۔ راغب نے اسی کا ذکر کیا ہے اور دوسرا یہ کہ جس طرح علم سے یقین کی ابتدا ہوئی ہے اسی طرح شک سے ''ریب'' کی۔ یہی وجہ ہے کہ عربی میں ''شک مریب'' تو کہتے ہیں مگر ''مشکک'' نہیں کہتے۔ یہ تشریح محیط نے نقل کی ہے کیونکہ جس شک کے شکم سے یقین کی کونپلیں پھوٹ نکلیں وہ قابلِ مذمت نہیں ہوتا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ نظام اور جاحظ یقین کا دروازہ شک سے کھولتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو عنوان۔ یقین سے پہلے شک) وہ شک کی نفی نہیں کرتے بلکہ صالح عبدالقدوس کے جس شک کو نشانۂ تضحیک بناتے ہیں وہ ''ریب'' کی نوعیت کا شک تھا۔

ہمارے نظام کی روشنی طبع ۔۔۔ تھی کہ آپ نے تمام علوم عقلیہ، شعر، ادب، لسانیات، گرامر، فقہ و حدیث کے علاوہ معانی، بدیع، بلاغت، فلسفہ و منطق میں بھی کافی دسترس حاصل کر رکھی اور دراور وقت کے تمام

مدارسِ فکر کا درک رکھا یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک پر جس زاویہ سے بھی حرف گیری ہوئی گرامر کے زاویہ سے ادب کے زاویہ سے محاورات اور مفاہیم کے زاویہ سے آپ اسی زاویہ سے پیش آئے اور حریفوں کو چاروں شانے چت گرا کر اپنی ذہانت کی دھاک بٹھادی۔ علاوہ مادیئین۔ اور۔ دہریین کے دوسرے مسالک سے آگاہ تھے۔ خردنواز تھے۔ خردافروز تھے خاص کر دانشوروں کی آج کی زبان میں بھی ''ترقی پسند'' دانشور تھے جس کی وجہ سے مذہبی حلقے ذہن بگاڑ کر ان کا نام لیتے تھے۔ جاحظ آپ کے بڑے معتقد اور طبیعت آشنا اور مداح تھے کتاب الحیوان میں لکھتے ہیں کان ابراھیم مامون اللسان قلیل الزلل و الزیغ فی باب الصدق

بلا شبہ نظام لسانی لغزشوں سے محفوظ تھے کلام کی کجی اور کمزوری آپ کی تحریر میں نادر دہے صدق بیانی میں لاثانی تھے۔

نظام کی عقلیت پسندی اپنے معاصرین اور اقران سے بہت تیز تھی وہ یقینیات کی اساس شک اور تجربہ پر رکھتے تھے جبکہ آج کا یورپ اسی اساس پر ارتقاء کی منزلیں طے کر چکا ہے اور کر رہا ہے شک جسے نظام بحث کی مبادیات میں شامل کرتا اور کہتا تھا کہ شک جحود سے زیادہ پذیرائی چاہتا ہے۔ کوئی بھی یقین اس وقت تک یقین نہیں بنا جب تک اس میں شک کا سراغ نہیں ملا۔ کوئی بھی شخص اپنے کسی نظریئے سے دوسرے نظریئے کی طرف ذہن کو منتقل نہ کر سکا تاوقتیکہ ان دونوں نظریوں میں شک گھس نہیں آیا یقین کا راستہ کھل نہیں سکتا۔ یہ تو تھی نظام کے پاس ''شک'' کی حیثیت۔ اب آیئے اسکے تجربہ کی بات کریں تو اس کی بابت نظام اور جدید سائنسدانوں کا ایک ہی تجربہ ہے کہ۔ تجربہ کسی امر طبیعی یا امر کیمیاوی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے آج کل آلات اور لیبارٹریوں کی مدد سے تجربے کیے جاتے ہیں پہلے دماغی لیبارٹریوں میں ان کو دہرایا جاتا یا طبی نسخوں کا بار بار تجربہ کر کے کسی حتمی نتیجہ تک پہنچا جا سکتا تھا تو گویا ''نظام'' کے وقت میں آلات کی مدد یا لیبارٹریوں کا سہارا لینا ممکن ہو جاتا تو نظام دنیا کا سب سے پہلے سائنسدان اور کیمیادان ہوتا۔

نظام کے زمانے میں یونانی فلسفہ کا ایک مسئلہ زوردار طریقہ سے نمودار ہوا اور علمی حلقوں میں گردش کرنے لگا کہ۔ جز۔ تقسیم ہو سکتا ہے یا نہیں؟ نظام کی رائے یہ تھی کہ۔ لا جزء الا ولہٗ جزء . ولا بعض الا ولہ بعض ولا نصف الا ولہ نصف وان الجزء جائز تجزئتہٗ ابداء اغایۃ لہ فی باب التجزء

کوئی ایسا جز نہیں ہے جو مزید اجزاء میں تقسیم نہ ہو سکتا ہو۔ کوئی بعض نہیں

جس کا مزید بعض نہ ہو سکتا ہو کوئی ایسا نصف نہیں جس کے مزید حصے نہ ہو سکتے ہوں
اس طرح جز۔ ہر دور اور ہمیشہ قابلِ تجزیہ ہے اور تجزیات کی کوئی انتہا نہیں ہے۔
(کتاب الجزو تصنیف نظام بحوالہ کتاب البیان و التبین جاحظ جلد 7)
اس طرح جز و کی تقسیم در تقسیم لا انتہا۔ بن کر آج کی اصطلاح میں ''ایٹم'' توڑنے کی اصطلاح سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

❁

82 حبیب الطائی (846م)

حبیب بن اوس بن الحارث الطائی (846م) جس کی بابت (ط،م) میں لکھا ہے کہ و من العدلیۃ من الشعراء شاعروں میں سے جو ''عدلیہ'' (اعتزال) سے وابستہ تھے۔ ابو تمام حبیب بن اوس الطائی اخذ عن ابی الھذیل ورثاہ بقصیدۃ فریدہ

ان میں ابوتمام اوس بن الحارث بھی تھے جس نے ابوالھذیل (850م)
سے اعتزال کی تعلیم پائی اور ابوالہذیل کے مرنے پر اپنی نوعیت کا منفرد اور لاجواب
قصیدہ لکھا۔ (صفحہ 136)

پھر اسی ہی صفحہ پر ''کمیت'' شاعر کے معتزلی ہونے کی خبر بھی دی۔ یہ ابوتمام۔طائی قبیلے کے بڑے قد آور شاعر تھے، ادیب تھے امام البیان تھے۔ حوران (شام) کے گاؤں ''جاسم'' (Jasim) میں پیدا ہوئے۔ معر چلے گئے۔ بغداد کے معتصم نے اسے اپنے پاس بلوالیا۔ انعام و اکرام سے نوازا، شعراء عراق پر اسے فوقیت دی، لمبے قد اور سفید و سنہرے رنگ کے تھے۔ فصیح تھے۔ باتوں میں لوچ تھی، رس گھولتے تھے۔ پُر وقار تھے فطنہ والے تھے۔ جاہلیت اور اسلام کے شعرا کے کلام میں سے 14000 رجزیہ اشعار یاد تھے قصیدے اور قطعات علاوہ۔ اہلِ زبان ہونے کے ناطے سے لسانیات و ادبیاتِ عرب پر بیشمار کتابیں لکھیں ''دیوان الحماسہ'' ان کی مشہور کتاب ہے جو ہندو پاک کے درسِ نظامی میں شامل ہے۔

(وفیات الاعیان 121/1-خزانۃ الادب عبداللطیف البغدادی 464,172/1)

❁

83 ابو یحییٰ الزہری (846م)

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کی اولاد میں سے ہارون بن عبداللہ بن محمد ابو یحییٰ الزہری (846م) ایک

زبردست عالم ہوگذرے ہیں۔ مالکی مسلک سے وابستہ تھے۔ اہلِ مکہ میں سے تھے خلیفہ مامون نے 217ھ میں اِسے مصر کا جسٹس بنا کر بھیجا اور اسے حکم دے رکھا تھا کہ۔ جوشخص قرآن کو ''مخلوق'' تسلیم نہ کرے اس کی گواہی قبول نہ کی جائے بااین ہمہ وہ ایسے انتہا پسندانہ حکم کی تعمیل میں تساہل سے کام لیتا اور چشم پوشی کر جاتا تھا۔

(لسان المیزان 179/6. مرأة الجنان 107/2)

84 الجمحی (846م)

محمد بن سلام الجمحی بن عبدالله الجمحی (846م) بڑے امامِ ادب تھے۔ طبقات الشعراء الجاهلیین والا سلامیین جیسی شہرہ آفاق کتاب کے مصنف تھے۔ ان کی تمام کتابیں امتیازی حیثیت رکھتی ہیں قدری (معتزلی) تھے لہٰذا اہلحدیث ان سے روایت تو نہ لیتے مگر ان کو ادبیات اور مشکل الحدیث کی تشریح میں سند مانتے تھے۔

(ارشاد الاریب 13/7 ۔ابن الندیم صفحہ 113 ۔میزان الاعتدال 182/3 ۔تاریخ بغداد 327/5)

85 محمد بن سمّاعه (847م)

امام محمد بن الحسن الشیبانی کے ایک شاگرد جو اپنے وقت کے بڑے عالم تھے نظریہ عدل کے بڑے پرچارک اور مبلغ تھے اہلِ علم کے حلقوں میں ابوعبداللہ محمد بن سماعہ (847م) کے نام سے متعارف تھے دربارِ معتصم اور ابنِ سماعہ کے مابین نظریہ توحید اور عدل۔ مشترکہ عقیدے کی حیثیت رکھتا تھا ایک بار ابنِ سماعہ نے معتصم کے کام کو سراہتے ہوئے کہا کہ۔ امیر المؤمنین آپ نے ابنِ حنبل کے خلاف جو مؤقف اختیار کیا تھا۔ اللہ کا حق بھی ادا کیا اور اسے راضی بھی کر لیا۔ اللہ نے آپ کو اس کا صلہ دیدیا یعنے ابنِ سماعہ نے ابنِ حنبل کے ساتھ اذیت اور توہین آمیز رویہ پر معتصم کو آفرین کہی حالانکہ یہ ایک فعل شنیع اور ظالمانہ عمل تھا جبکہ اللہ سبحانہ ظلم کے نہ خود فاعل ہوتے ہیں اور نہ ہی مشقِ ستم کرنے پر راضی ہوتے ہیں۔ معتصم نے جو کچھ کیا اس پر اسکی سرزنش ہونی چاہئے تھی کیونکہ یہ سب کچھ اگر قرآن کے مشن اور علم کو اونچا کرنے کے لئے تھا تو اسے سوچنا چاہئے تھا کہ قرآن انسانوں سے محبت سکھاتا اور اپنی ہر وہ بات جو کسی کے فہم کی رسائی سے باہر ہے منوانے پر مجبور نہیں کرتا (زمر، 18) کیونکہ اولی الالباب تو وہی ہیں جو بات کو دل کی گہرائی سے قبول کریں لیکن افسوس کہ یہاں ابنِ سماء اور معتصم کی دل کی گہرائیوں میں قرآن نہیں اُتر سکا۔ ابنِ حنبل اگر قرآن کو غیر مخلوق یا قدیم کہہ کر قدماء کے تعدد میں اضافہ

کے قائل تھے تو بھی عقیدے کی تطہیر یا۔ پاکیزگی کے یہ معنے نہیں کہ اس سے لوگوں کی گردنیں ناپنے یا ننگے جسم پر کوڑے برسانے کا پروانہ مل گیا ہو۔

یہ ابنِ سماعہ ہارون رشید کے زمانے میں چیف جسٹس آف بغداد تھے۔ روزانہ 200 رکعتیں بطور عبادت ادا کرتے تھے۔ سو سال کی عمر پائی تھی آخر میں بصارت کم زور ہو چلی تھی احادیث کو بہت کم ہی مانتے تھے اہل الرائے جسے اہلِ حدیث منکرِ حدیث کہتے تھے ان سے تعلق تھا۔ امام اعظم کے فقہی مسلک کے حامی تھے اور ان کی تائید میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔ ادب القاضی۔ اور ''النوادر''۔ ان کی مشہور تالیفات ہیں۔

(الجواهر المضيئة 58/2 . تاريخ بغداد جلد 341/5)

86 ابن الزیات (847م)

محمد بن عبدالملک بن ابان بن حمزہ ابوجعفر الزیات (847م) معتصم اور واثق کے وزیر تھے، شاعر تھے بلیغ تھے معتصم نے مملکت کے اہم امور اس کے سپرد کر دیئے تھے آخر میں عباسی وارث کے تعین میں فریق بن گئے جس پر دوسرے فریق نے اسے قتل کرا دیا۔

(وفیات الاعیان 54/2۔طبری 27/11۔تاریخ بغداد 342/2)

اسی ابن الزیات نے جاحظ کے افلاس کو دیکھ کر بصرے میں چار سو جریب کا زرعی رقبہ دیدیا۔ اب جس وقت ابن الزیات قتل ہوئے تو اس کے ساتھیوں میں سے جاحظ کو گرفتار کر کے گردن میں زنجیر ڈال کر گھسیٹا گیا۔ (طبقات صفحہ 69)

87 ابن عائذ دمشقی (847م)

محمد بن عائذ۔ بن احمد القرشی الدمشقی (847) حافظ الحدیث تھے ثقہ تھے، معتزلی تھے۔ خلیفہ مامون کے بااعتماد ساتھی تھے مامون نے اُسے ''غوطه'' (دمشق) کا خراج وصول کرنے پر مقرر کیا تھا۔

(الوافي بالوفيات 181/3۔الاغالي 60/2)

88 جعفر بن مبشر (848م)

جعفر بن مبشر بن احمد الثقفی (848م) علم اور تقویٰ کا نمونہ تھے خیاط نے اس سے یضل من یشاء و

یهدی من یشاء (النحل، 93۔فاطر،8)اور۔ختم الله. اور طبعٔ کی بابت سوال کیا تو فرمایا۔ان باتوں کا فرداً فرداً جواب چاہیئے یا یکبار گی؟۔میں نے کہا یکبارگی!۔تو فرمایا۔اعلم انه لایجوز علیٰ احکم الحاکمین ان یأمر بمکرومة ثم یحول دونها ولا ان ینهیٰ عن فاذورة ثم یدخل فیها وتأمل الایات بعد هذا کیف شئت؟

آگاہ رہو کہ ناممکن ہے کہ اللہ سبحانہ کسی احسان یا اچھائی کا حکم دیں پھر تعمیل میں خود ہی رکاوٹ بنجائیں؟ اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ گندوغلاظت کے ڈھیر سے دور رہنے کا حکم دیں پھر خود ہی اس میں کود پڑیں اسی اصول کو ملحوظ رکھ کر مسئولہ آیت کی تم جو تاویل کرنا چاہو کرلو۔

(طبقات صفحہ 76۔تاریخ بغداد جلد 162/7)

ابن یزداد کہتے ہیں کہ۔جس طرح انصاف اور حسنِ سیرت میں دو عمروں۔عمر بن خطاب۔اور عمر بن عبدالعزیز کی مثال دی جاتی ہے۔اس طرح علم وعمل کی انتہاؤں کی مثال دو جعفروں۔جعفر بن حرب اور جعفر بن مبشر کی دی جاتی ہے۔ (طبقات صفحہ 76,75)

احمد بن یحیٰ اپنے ذرائع سے لکھتا ہے کہ ایک دفعہ جعفر بن مبشر نے کسی تاجر کا خطبۂ نکاح پڑھا۔تاجر نے خوش ہوکر سو(100) دینار۔نذرانہ پیش کردیئے آپ نے سوچا کہ یہ تو خطبۂ نکاح میں جو دُعا کی جاتی ہے اس کا معاوضہ لینے کے مترادف ہے نیز خطبہ نکاح میں جو وعظ کیا تھا اس کا بھی معاوضہ ہے چنانچہ تمام تر رقم واپس کردی۔

کہتے ہیں کہ بعض سلاطین نے آپ کو دس ہزار درہم کی خطیر رقم نذر کی وہ ٹھکرادی اور اسکے مقابل اپنے دوستوں کے ذریعے دو درہم کی معاونت قبول فرمالی۔لوگوں نے کہا حضرت یہ کیا ہے؟ فرمایا میں دو درہم کا مستحق تھا جس کا اللہ نے انتظام فرمادیا۔اب مجھے کیا پڑی ہے کہ کوئی مشتبہ امداد لے کر اپنا ضمیر خراب کرلوں۔

احمد بن یحیٰ لکھتا ہے کہ۔ایک دفعہ خلیفۂ واثق باللہ (۔۔۔) نے احمد بن ابی داؤد سے کہا کہ تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ۔محکمہ قضا (عدلیہ) پرصرف ایسے اشخاص کا تعین کرو جو صرف قرآن کی حاکمیت پر ایمان رکھتے ہوں؟ قاضی ابن داؤد نے جواب دیا۔امیر المؤمنین کل ہی کی بات ہے کہ آپ نے جعفر بن مبشر کو دس ہزار درہم کی رقم ارسال کردی اس نے واپس بھجوادی تب میں بذاتِ خود وہی رقم لے کر اسکے پاس حاضر ہوا تو۔ سختی سے ڈانٹا اور بے اجازت پیشکش کو واجب القتل جرم کے برابر کیا۔اب آپ ہی فرمادیں کہ میں ''عدلیہ''

کے لئے ایسے لوگوں کو کیسے رام کرلوں؟ ❁ (طبقات احمد بن یحیےٰ صفحہ 77)

89 خلیفہ منصور عباسی (850م)

خلیفہ منصور عباسی (850م) مشاہیر معتزلہ میں سے تھے 136ہجری میں انکی بیعت ہوئی 22 سال تک حکومت کی ابوبکرھذلی (۔۔۔) کے ذریعہ اعتزال سے متعارف اور متمسک ہوئے سیرت اور بلند اخلاق میں نام کمایا۔ ❁(ابن اثیر طبع مصر جلد 93,88,83/6 ۔ وجلد 19/7)

90 جعفر بن حرب (850م)

جن لوگوں کا علم ۔ صداقت، پاکیزگی، عبادت اور کفایت شعاری بام شہرت پر پہنچے ہوئے تھے ان میں عظیم دانشور جعفر بن حرب (850م) عرف ابوالفضل کا اسم گرامی نمایاں ملے گا ۔ وہ علم کلام کے خفی اور جلی سے بخوبی واقف تھے ۔ پرائے مال سے نفرت اس حد تک کہ آخر عمر میں گھر کا اثاثہ ۔ مال وملکیت حتےٰ کہ جسم کے کپڑے تک لوگوں میں بانٹ دیئے ۔ جسم کا نچلا حصہ پانی میں رکھا تاکہ کوئی عریانی نہ دیکھ سکے ۔ ایسے میں ایک واقف کار کا ان پر گذر ہوا اس نے لمبا جبّہ پہنا دیا اور پانی سے باہر لے آیا ۔ پوچھا کہ یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ کہا میرا والد سرکاری اعلےٰ منصب پر فائز تھا اور نہ معلوم کہ ان کا مال کس حد تک حلال تھا ۔ آخر عمر میں باریک مسائل پر لکھنا چھوڑ کر صرف واضح باتوں پر لکھنا شروع کیا تھا ۔ اور پھر لکھ لکھ کر اہلِ علم کے پاس فروخت کر کے ضرورت جتنا کاغذ وقلم ۔ ہانڈی اور آٹے کا بندوبست کرلیا کرتا تھا یعنے ۔ کتاب الایضاح . نصیحة العامة. المسترشد. التعلم اوراصول خمسه ۔ لکھ کر ایک عورت کو دیدیتا وہ جا کر فروخت کرتی اور پھر ہانڈی پکتی۔ ❁ (تاریخ بغداد 162/7)

91 ابو الهذيل علاف (850م)

امام محمد بن الہذیل بن عبداللہ بن مکحول العبدی ابوالھذیل علاف (850م) ائمہ معتزلہ میں اونچا مقام رکھتے تھے بصرے کے مولود تھے علم الکلام میں مہارت اور شہرت پائی خلیفہ مامون کہتے تھے ۔ اطل ابو الهذیل علی علم الکلام کا طلال الغمام على الانام. ابوالھذیل علمِ کلام پر بارش کا پہلا قطرہ تھا جیسے بادل عام آبادیوں پر برستے ہیں (زرکلی 355/7) یعنے ابوالھذیل برستے بادل کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ اعتزال سے متعلق ان کے بیشمار مقالات اور مناظرات ہیں ۔ زبردست قوت استدلال کے مالک تھے ۔ حاضر جواب تھے ہر

خلیفہ منصور عباسی

استدلال کے لئے شعر و ادب کے وافر حوالے رکھتے اور نہایت اچھے اُسلوب سے کلام کرتے تھے۔

(وفیات الاعیان 408/1. لسان المیزان 413/5. مروج الذھب 298/2. تاریخ بغداد 366/3)

علاف (گھاس بیچنا) آپ کا پیشہ نہیں تھا جس محلے میں پیدا ہوئے کسی زمانے میں اس کا نام ۔حارۃ العلافین ۔تھا یحییٰ بن بشر کا بیان ہے کہ آپ نے ساٹھ کتابوں میں نہایت نازک اور حساس مسائل پر بحث کر کے مخالفین کو خاموشی کی نیند سُلا دیا تھا۔عثمان طویل آپ کے اُستاد تھے اور ابراہیم نظام (845ء) آپ کے گہرے دوستوں میں سے تھے۔ان کی ذہانت کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ ایک بار نظام نے ایک نہایت ہی حساس مسئلہ میں یہ خیال کیا کہ ابوالھذیل نے ابھی اس مسئلہ کو موضوع بحث نہ بنایا ہوگا ان سے بحث چھیڑ دی مگر وہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ ابوالھذیل نے جواب کے آغاز ہی میں اشارہ دیدیا کہ وہ اس پر نہایت قابلیت اور حذاقت سے بحث کر سکتا ہے۔ قاضی عبدالجبار کہتے تھے کہ آپ کے اکثر مناظرے بُت پرستوں، آتش پرستوں اور منکرین خدا سے ہوتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی تمام صلاحیتیں اور توانائیاں ایسے ہی فرقوں کی فہمائش کے لئے صرف کر رکھی تھیں اس کے نتیجہ میں تین ہزار سے زیادہ لوگ مسلمان ہوئے۔مبرد۔اور۔جاحظ کہتے تھے کہ اپنی ہر بات میں شعر و ادب سے استدلال ضروری سمجھتے تھے۔ایک شخص ان سے ملا اور کہا کہ مجھے آیاتِ الٰہی میں کچھ تناقضات،اور کچھ اشکالات کا سامنا ہے۔میرا ذہن کام نہیں کر رہا۔پریشانی کا عالم ہے۔یہاں میں آیا کہ اپنے اشکالات کی تشفی کراؤں لیکن یہ معلوم کر کے مایوسی ہوئی کہ میری تشفی کوئی نہیں کرا سکتا چنانچہ بے نیلِ مرام واپس جا رہا تھا کہ کسی نے یہ کہہ کر آپ کی نشاندہی کر دی کہ یہیں سے آپ اپنا مطلب پا سکتے ہیں۔لہٰذا اب خدارا میری مدد فرماویں۔ابوالھذیل نے کہا کہ اشکالات کیا ہیں؟ سائل نے کہا۔قرآن میں لسانی خامیاں اور تناقضات ہیں۔اس پر سوال ہوا کہ یکبارگی جواب چاہئے یا جُدا جُدا؟ سائل نے کہا یکبارگی چنانچہ ابوالھذیل گویا ہوئے کہ۔تم جانتے ہو کہ رسول اللہ متوسط خاندان سے تعلق رکھتے تھے جن کی زبان کی پُختگی مسلمہ تھی اور کسی نے بھی نہ ان کے لہجہ پر اعتراض کیا اور نہ بول چال پر۔اس نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ابوالھذیل نے کہا تو ان جھگڑالوؤں نے آپ کی تکذیب میں تمام جتن کئے ہونگے اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ہوگا کیا یہ سچ ہے یا اس سے انکار ہے؟ اس نے کہا بالکل سچ ہے۔اس پر ابوالھذیل نے کہا کہ اتنی ساری وجوہات کے باوصف لوگوں نے آپ کی زبان اور ''کریکٹر'' کو نشانہ نہیں بنایا۔کیا یہ سچ ہے؟ سائل نے کہا بالکل صحیح ہے۔تو پھر کیا وجہ ہے کہ جو لوگ اپنی زبان پر نازاں اور اپنے اصنافِ سخن، فصاحت اور بلاغت کے زور پر پچھاڑنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے تم ان کی بات چھوڑ کر ایک متوسط فیملی کے فرد کی سُننے اور ماننے پر تیار ہو جاتے ہو؟ سوچو اور صداقت کو

رکھتے تھے تم ان کی بات چھوڑ کر ایک متوسط فیملی کے فرد کی سُننے اور ماننے پر تیار ہو جاتے ہو؟ سوچو اور صداقت کو انصاف کے پلڑے میں تولو۔ یعنے جب زبان کی ناپختگی اور کردار کی ''پختگی'' پر ان کو اعتراض نہیں ہے تو تمہارے دل میں شکوک وشبہات نے کیوں راہ پالی؟۔ یہ بات سائل کی عقل کو لگی اور وہ عقیدے کی رسمی تجدید کے بعد آئندہ اسلام اور قرآن کا بول بالا کرنے کا عہد کر کے چلے گئے۔ اور جاتے جاتے کہا کہ میرے لئے یہ جوابات کافی ہیں۔ (ط۔م صفحہ 1/45 تا 14)

ثمامہ۔ کا بیان ہے کہ میں نے خلیفہ مامون (۔۔) سے ابوالھذیل کے حق میں توصیفی کلمات کہے تو مامون نے کہا ابومعن۔ اس پر مجھے ابوالھذیل پر غصہ آیا کہ وہ صرف ثمامہ کہہ کر بلاتا ہے جبکہ خلیفہ تک کنیہ کے ساتھ ابومعن کہہ کر بلاتا ہے۔ لیکن جب مجلس گرم ہوگئی اور ابوالھذیل نے اپنے استدلالات میں سات سو بیت پیش کر دیئے۔ اس پر مرے ہوش کے طوطے اُڑ گئے اور میں نے باادب ہو کر عرض کیا کہ۔ حضور۔ دل کرے تو کنیہ سے بلائیں اور نہ کرے تو خالی نام لے کر۔

❁

92 الآدمی

معتزلہ کے چھٹے طبقے میں اسماعیل بن ابراہیم ابوعثمان۔ عرف الآدمی کا نام ملتا ہے جو بلند پایہ عالم تھے۔ فاضل تھے زاہد تھے اور کلامی مسائل میں نہایت قابلیت، حذاقت اور مناظرے کے مسلمہ اصولوں کے مطابق بحث کرتے تھے۔ (ط،م صفحہ 58)

❁

93 ابو یعلیٰ زرقان

نظام کے ہم نشینوں اور شاگردوں میں ابو یعلیٰ محمد بن شداد بن عیسےٰ المسمعی معتزلہ کے ساتویں طبقے سے تعلق رکھتے تھے جس نے اپنے نظریئے کی تائید میں بڑے مقالات لکھے۔ ابوالخیاط کہتے تھے مجھے اسماعیل بن ابراہیم ابوعثمان عرف الآدمی نے بتلایا کہ خلیفہ واثق نے یحییٰ بن کامل کو بُلوایا اور زرقان کو کہا کہ اس سے مناظرہ کرلو۔ زرقان نے ارادۂ خداوندی پر بات کی اور یحییٰ کو مات کر دیا تب واثق نے اسی موضوع پر خود بھی مناظرہ کیا اور ہار گیا۔ (ط،م صفحہ 78)

❁

94 یوسف الشحام

ابوالھذیل علاف کے نامی گرامی تلامذہ میں ابو یعقوب، یوسف بن عبداللہ بن اسحاق الشحام کا نام ہر

طالبِ قرآن کی زبان پر ملے گا بلکہ بصرے میں قرآنی دانشوروں کی نظامت ان ہی پر منتہی ہوتی ہے اس نے نہ صرف مخالفین کے جواب لکھے قرآنی مقالات بھی ترتیب دیئے آپ فنِ مناظرہ کے بے خطا امام تھے ابوعلی جبائی آپ کے متوسلین میں سے تھے کہتے ہیں کہ۔ خلیفہ واثق نے حکم دے رکھا تھا کہ تمام انتظامی دفاتر میں معتزلہ کا آدمی ضرور ہونا چاہئے کہ یہ لوگ دیانتدار بھی ہیں، پاکیزہ کردار اور پرائے مال سے پرہیز کرنے والے بھی۔ خاص کر قرآن کے عالم اور دانشور ہونے کے علاوہ فریادیوں کو انصاف دلانے کے لئے ظالموں پر پھرتی سے ہاتھ ڈالنے والے بھی ہیں۔ چنانچہ آپ نے قاضی ابن ابی داؤد اور یوسف الشحام کو اپنے اپنے محکمے کا رئیس بنا دیا۔ شحام نے تو پہلا کام یہ کیا کہ فضل بن مروان پر ہاتھ ڈالا اور اس کے ظلم کا بدلہ چکا دیا۔ ابوعلی قاضی عبدالجبار کہتے تھے کہ شحام۔ ابولھذیل کے چھوٹے بچوں میں سے تھا بڑا ذہین اور طویل العمر تھا اسی سال کی عمر پائی تھی۔

❁

95 علی الاسواری

علی الاسواری۔ ایک بڑے صاحبِ علم اور مفرداتِ قرآن کے ماہر شناسا تھے زیادہ حالات معلوم نہ ہو سکے۔ یہ امام ابوالھذیل علاف (850م) کے شاگردوں میں سے تھے مگر حالات نے اسے دوسرے قرآنی دانشور ابراہیم نظام (845م) کے پاس بغداد پہنچا دیا۔ نظام نے کہا تم یہاں کیسے؟۔ اسواری نے کہا فقر و فاقہ نے ستایا اور یہاں چلا آیا۔ نظام نے ایک ہزار دینار دے کر کہا اب یہاں سے چلے جاؤ۔

(طبقات المعتزلہ صفحہ 72)

❁

96 ابو عفان

ابوعفان الوقی النظامی طبقات کے اعتبار سے ساتویں طبقے سے تعلق رکھتے تھے، نامور قدری تھے نظام (845م) کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔

(ط،م صفحہ 78 سطر 9)

❁

97 مالک الایادی (854م)

امام احمد بن ابی داؤد بن جریر بن مالک الایادی (854م) معتزلہ مسلک کے مشہور قاضی تھے۔ ابو العیناء۔ کا کہنا ہے کہ۔ میں نے ابی داؤد جیسا فصیح اور قادر الکلام دانشور نہیں دیکھا۔ تاریخ و انساب میں یدِ طولےٰ رکھتے تھے۔ عباسیوں میں زیادہ اکرام سے دیکھے جاتے تھے۔ سخی تھے۔ خیر کے گرویدہ تھے مامون کے

بعد معتصم نے اسے چیف جسٹس بنا دیا تھا۔ ذھبی ۔ کے بقول خلق قرآن ۔ کا مسئلہ انہوں نے کھڑا کیا تھا۔ (جبکہ یہ قرآن کا مسئلہ ہی نہیں تھا) ❀ (ابن خلکان 22/1۔تاریخ بغداد 141/4)

98 اسکافی (854م)

محمد بن عبداللہ ابوجعفر الاسکافی (854م) معتزلہ کے بڑے امام اور متکلم تھے کرابیسی سے ان کے مناظرے اور تبادلۂ فکر کے واقعات مشہور رہیں وہ اصل میں سمرقند کے تھے بغدادی مشہور ہوئے خلیفۂ معتصم ان کا بہت احترام کرتے تھے مقریزی (346/2) نے ایک عجیب افسانہ تراش ڈالا وہ کہتے تھے:

''اللہ سبحانہ عاقلوں پر ظلم کرنے پر قادر نہیں۔ بچوں اور بے وقوفوں کے ظلم پر قادر ہے۔''

حالانکہ معتزلہ کا بنیادی عقیدہ ہے کہ وما الله بظلام للعبيد۔

اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہی نہیں۔ ( ) معلوم ہوتا ہے مقریزی سے تسامح ہوا ہے انہوں نے بلاوجہ اللہ کی قدرت کو تقسیم کرکے معاملہ کی نزاکت کا احساس نہیں کیا۔ (مقریزی 346/2- لسان المیزان 221/5)

99 یحییٰ بن اکثم (857م)

جسٹس یحییٰ ابن اکثم بن محمد بن قطن التمیمی الاسدی (857م) اپنے عہد کے بڑے قدآور فقیہ اور مقنن تھے خلیفہ مامون کے دل پر قابض تھے ہمدم و ہم نشین اور خلوت و جلوت کے یار باش تھے کہتے ہیں کہ شاہد باز بھی تھے۔ ویسے اگر سوچا جائے کہ جب وسائل تعیش فراوانی سے میسر اور قربِ شاہی کا سہارا ہو۔ شباب ہوا منگ ہو اور پھر انسان حسبِ پسند گناہ سے پرہیز کرے تو یہ بڑی قربانی کی بات ہوگی لیکن اگر کوئی ذہنی دباؤ میں آکر کچھ کر ہی بیٹھتا ہے تو بقول اسد ملتانی (1961م)۔

پئیں نہ رند یہ واعظ کے بس کی بات نہیں
تمام شہر ہے دو چار دس کی بات نہیں

بہرحال جیسے تھے جس حال میں تھے احمد بن یحییٰ نے انہیں معتزلہ میں شمار کیا ہے کہ خود خلیفہ مامون بھی معتزلہ کے دامن سے وابستہ تھے اور عین ممکن ہے سلفیوں نے غلط الزامات ہی لگائے ہوں۔

(وفیات الاعیان 217/2. اخبار القضاۃ 161/2-167. تاریخ بغداد 204,203/14)

ایک دفعہ مامون نے فیصلہ کیا کہ منبروں پر معاویہ پر لعنت بھیجنے کا حکمنامہ جاری کریں۔ لیکن یحییٰ ابن اکثم نے مشورہ دیا کہ امیر المومنین یہ حرکت ہرگز نہ کرنا کہ اس حرکت سے عوام مشتعل ہونگے امیر المومنین کے خلاف نفرت پھیلے گی خاص طور پر خراسان اور وسط ایشیاء میں ان دنوں صحابہ کے بارے میں ذہن صاف تھے لہٰذا آپ عامۃ الناس کو یہ تصور نہ دیں کہ سیاسی فریق ہیں (ط،م صفحہ 65-64) چنانچہ مامون کو یہ بات سمجھ آگئی اور وہ اپنے ارادے سے باز آگئے۔

❋

100 شعیب بن سہل الرازی (860م)

امام شعیب بن سہل بن کثیر الرازی (860م) معتصم کے زمانے میں ''رصافہ'' کے جج تھے۔ رویتِ باری (ان آنکھوں سے اللہ کے دیدار) کے منکر تھے۔ قرآن کے مخلوق ہونے کا عقیدہ رکھتے اور صفاتِ باری کی تاویل کرتے تھے۔ سلفیوں نے 222 ہجری میں ان کے گھر کو لوٹا اور باہر کے دروازے کو آگ لگا دی۔

❋ (تاریخ بغداد 243/9. تھذیب ابن عساکر 322/6)

101 اسحاق تنوخی (866م)

احمد بن یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن بہلول الانباری التنوخی (866م) ابوالحسین الازرق۔ علمی فیملی سے تعلق رکھتے تھے علمِ کلام ابوھاشم عبدالسلام جبائی سے فقہ ابوالحسن الکرخی۔ قرآن ابن مجاھد اور گرامر کی تعلیم ابن السراج سے حاصل کی۔ حسنِ اخلاق اور عجز وانکساری نے اس کے علم کو حسن بخشا تھا۔ علاوہ اعتزال کا حسن مستزاد (طبقات صفحہ 108) فقیہ بھی تھے، محدث بھی تھے انبار میں وقار اور وجاہت والی فیملی سے وابستہ تھے۔ بغداد، کوفہ، بصرہ اور حصولِ علم کے لئے حجاز وغیرہ کے سفر کئے متوکل عباسی نے اسے علمی باتیں سنانے کے لئے اپنے پاس رہنے کی زحمت دی اور احترام دیا۔

(تذکرۃ الحفاظ 326/6. تاریخ بغداد 366/6. الجواھر المضیئۃ 137/1)

102 جاحظ (869م)

معتزلہ دنیا میں اس لحاظ سے خوش قسمت تحریک ہے جس میں کوئی اَن پڑھ نہیں ہے سب کے سب نابغہ

جاحظ

عصر اور خلاصۂ انسانیت تھے ان میں 5 فی صدتو ویسے ہی سنجیدہ فکر اور اصابتِ رائے کے حامل تھے باقی 95 فی صدتو بلا مبالغہ درجۂ اجتہاد پر فائز اور دریائے معانی کے ماہر تیراک اور غوطہ خور تھے۔ قرآن کی گہرائی اور گیرائی میں اتر نا ان کا محبوب شیوہ تھا اور ان ہی غواصانِ معانی میں ہمارے ابوعثمان عمرو بن الجاحظ (869م) ایک نمایاں شخصیت تھے آپ کی امتیازی شان یہ تھی کہ آپ اپنی فکری چادر بُنتے وقت تانے اور پیٹے میں تمام علوم کو اس طرح بُنتے کہ نہایت خوبصورت نقش اُبھر آتا۔ علمِ کلام۔ تاویل القرآن۔ استعارے۔ مجازات، ایام عرب کے علاوہ فصاحت و بلاغت کے نوادر بھی شامل ہوتے موضوعات میں توحید، اثباتِ نبوت، معتزلہ کے فضائل اور حکمرانوں کو مشورے دینا بھی جاحظ کے پسندیدہ موضوع تھے۔ مناظرہ میں بھی آپ کو خصوصی کمال حاصل تھا ایک دفعہ ابو یعقوب خریمی(KHURAIMY) سے کہا کہ گناہ اور معاصی کا خالق کون ہے؟ خریمی نے کہا اللہ! جاحظ نے پھر کہا کہ گناہوں پر مزا دینے والا کون ہے؟ خریمی نے کہا اللہ!۔ جاحظ نے اپنے سوال کے اگلے مرحلے کو پھر دہرایا کہ وہ کیوں؟ خریمی نے درماندہ ہو کر کہا کہ واللہ مجھے پتہ نہیں۔

جاحظ کا قول ہے۔ جس سے تمہیں ڈر نہیں اس سے ڈرو جبکہ تم اس سے ڈرتے ہو جس سے ڈر نہیں۔

جاحظ کھلے دل کے تھے۔ گروہیت اور جانبداری اسے پسند نہیں تھی وہ علم و تحقیق کو ہر ایک کی میراث جانتے تھے وہ کہتے تھے جو بھی کوئی مسلک رکھتا ہو اسے روکا نہیں جاسکتا البتہ اس سے اُمید رکھنی چاہئے کہ حق کے لئے مخلص ہو۔ حصولِ معرفت کا محبّ ہو سچائی کا شیدا اور انصاف کا دلدادہ ہو۔ وہ نصیحت کے لہجہ میں بات کرتے ہیں کہ۔

جنبک اللہ الشبهة وعصمک من الحيرة وجعل بينک وبين المعرفة نسبا وبين الصدق سببا وحبب اليک التثبت وزين فی عينيک الانصاف واذاقک حلاوة التقوی والشعر قلبک عزالحق'

> اللہ نے تمہیں شکوک و شبہات سے نکال کر یقین کی راہ پر ڈال دیا ہے۔
> تمہیں حیرت کے چوراہے سے ہٹا کر صدق و صفا کی پگڈنڈی پر چلایا ہے، تمہارے اور حقائق کی معرفت میں صلہ پیدا کیا ہے۔ اور سچائی اور تمہارے مابین رشتہ قائم کیا ہے۔ اس نے حق پر قائم رہنے کے لئے تمہارے لئے ثابت قدمی کو پسند کیا اور انصاف پرکھنے کے لئے تمہاری آنکھوں کو حسین بنایا۔ تقوےٰ (خود حفاظتی) اور پاکیزگی کی مٹھاس شامل کر دی اور تمہیں حق کی عزت اور شان بڑھانے کا شعور عطا کیا۔

(الحیوان. بحوالۃ مقام العقل عندالعرب قدری طوقان طبع دارالمعارف مصر صفحہ 94)

یہاں جاحظ حقیقت پسندی کو انسان کی عقل اور گہرے شعور سے مربوط کرتا ہے وہ حقیقت کی تلاش کو صرف اور صرف عقل اور حواس کے واسطے سے معلوم کرنے کا مشورہ دیتا ہے جس میں مشاہدہ اور تجربہ کو درمیان میں لانا ضروری ہے اس طرح وہ کہنا چاہتے ہیں کہ تجربہ، مشاہدہ اور ریسرچ کے ذریعہ ہی انسان کا فطری جوہر کھلتا، نظریہ اور رائے توانائی حاصل کرتے ہیں کہ خود انسان کے اندر ایسی صلاحیتیں موجود ہیں جو تقدم، پیش قدی اور ارتقاء کی طرف دھکیلتی ہیں۔

جاحظ کہتے ہیں کہ ہمارا سلسلۂ دریافت ایسا ہو کہ ہمارے بعد میں آنے والے اسے مثال بنا کر چلتے جائیں اسکے لئے وہ کہتے ہیں کہ کوئی بھی ثقافت اس وقت تک فروغ نہیں پاسکتی جب تک اس کی بنیاد اعتماد اور تخلیق پر نہ ہو۔مصریوں نے بابلیوں۔ کلدانیوں۔ اور فینیقیوں پر اعتماد کر کے اپنے آرٹ اور ثقافت کو فروغ دینے کا راز معلوم کر لیا اسی طرح یونانیوں نے مصریوں اور بہت سی دیگر اقوام پر اعتماد کر کے راہ کی دشواریاں آسان بنالیں۔ اسی طرح ہم ایسی قرآنی ثقافت کو متعارف کرائیں کہ ہمارے بعد میں آنے والے بغیر کسی دشواری کے اسے اپنا سکیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن فہمی کا اول و آخر ایک ہی معیار ہے کہ عقل کا سہارا لیا جائے کہ بالآخر یہ عقل ہی وحی کی مخاطب ہے بلکہ اس راہ میں وہ آنکھوں دیکھی پر بھی کم ہی اعتماد کرتے اور ''الحیوان'' میں لکھتے ہیں فلاتذهب الی ماتریک العین واذهب الی مایریک العقل وللامور حکمان حکم ظاهر للحواس وحکم باطن للعقل والعقل هوا لحجة

جو کچھ تمہیں آنکھ دکھاتی ہے اس پر مت جاؤ جس کی طرف عقل اشارہ کرتی ہے اسے ہی چلنے کے لئے مشعلِ راہ بناؤ تمام امور کے لئے دو ہی حکم ہیں حواس کے لئے ظاہری حکم اور عقل کے لئے اندرونی حکم اور عقل ہی سے حجت تمام ہوتی ہے۔ (الحیوان بحوالۃ مقام العقل عندالعرب صفحہ 98)

روایات اور منقولات کے بارے میں جاحظ ایک رائے رکھتے ہیں کہ یہ حجت نہیں۔ کیونکہ انکی اصلیت اور اسباب واضح نہیں ہوتے۔ ولو کان یروون الامور مع عللها وبرهانا تها خفت المؤنة ولکن اکثر الروایات مجردة وقد اقتصر واعلی ظاهر اللفظ دون حکایة العلة ودون الخبار عن البرهان

اگر یہ محدث حضرات اپنی روایات کے اسباب وعلل اور برہان سے بھی

آ گاہ کرتے تو بوجھ ہلکا اور اُلجھنیں دور ہوتی چلی جاتیں لیکن یہاں اُفتاد یہ ہے کہ روایات کا بے ہنگم سلسلہ۔ عقل و اسباب سے قطعی طور پر عاری ہے اہلِ روایات ظاہری الفاظ پر اکتفا کرتے اور علتیں بیان نہیں کرتے نتیجہ ظاہر ہے کہ ان میں حجت کی توانائی نہیں رہتی۔

(الحیوان بحوالہ مقام العقل عندالعرب صفحہ 11/99 تا 13)

ہمارے لا ثانی جاحظ خوش شکل نہیں تھے مگر معنوی حسن یعنے علومِ عصریہ اور قرآن فہمی کے حسن سے آراستہ و پیراستہ تھے ان کے معنوی افکار بے حد حسین اور مقابلۂ حسن میں اعلٰے معیار پر فائز تھے یہ فرزندِ عراق تھے اور حکومت نے ان کے اپنے ہی شہر بصرہ میں ''بصرہ یونیورسٹی'' کے مین گیٹ کے اندر ایک نمایاں چبوترہ پر ان کا مجسمہ نصب کر کے خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ جاحظ۔ تم کتنے حسین ہو؟

❀

103 خلیفہ مہتدی عباسی (870م)

معتزلہ میں سے قرآن کے حوالہ سے بات کرنے والے خلیفہ مہتدی عباسی (870م) ابوعبداللہ محمد بن واثق نے بھی اچھی شہرت پائی تھی 255 ہجری میں بیعت یافتہ ہوئے ابوعمر باہلی اس کے خاص الخاص دوستوں اور ندیموں میں شامل تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ خلیفہ مہتدی عباسی نے اپنے دوستوں سے کہا کہ سامنے حوض ہے۔ ہر ایک بتلائے کہ اسکی خواہش کس سے بھرنے کی ہے۔؟ کسی نے کہا سونے سے۔ بعض نے کہا چاندی سے۔ ابو عمر باہلی نے کہا جو خدا کے لئے اعضا اور جسم مانتے اور لیس کمثلہ شیئی کا انکار کرتے یعنے اہلحدیثوں میں سے فرقہ۔ مشبہ کے خون سے۔

باہلی کے مشورے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بیوروکریٹ کو اسلام آباد سے امپورٹ کیا گیا تھا۔ جو بہتری کی بجائے بدتری کا مشورہ دینے میں پیش پیش تھا۔ جبکہ مہتدی اس مزاج کا نہیں تھا وہ معتزلی تھا عدل و انصاف میں ظلم کا حلیف نہیں تھا۔ اس کی بابت لکھا ہے کہ کان حمید السیرۃ فیہ شجاعتہ یأخذ اخذ عمر بن عبدالعزیز فی الصلاح

بہادر تھے حسن سیرت والے تھے اصلاحات کے لئے عمر بن عبدالعزیز کا وطیرہ اپنائے ہوئے تھے۔

(ابن اثیر 77,64/7 . طبری 162/11 . 212 و تاریخ بغداد 347/3)

گیارہ ماہ چند دن حکومت کی پھر ترکی افواج نے بے وفائی کر کے پھر سے خلیفہ معتز کو بٹھا دیا۔

❁

104 ابو سعید الاسدی

ابو سعید احمد بن سعید الاسدی کے بارے میں ابوالحسن زفرویہ کتاب المشائخ میں لکھتے ہیں کہ۔ بلا کا حافظہ رکھتے تھے، لغت، حدیث اور فقہ کی اسناد حافظے سے بیان کرتے تھے، جبریوں اور اہلِ تشبیہ کے بارے میں شدید رائے رکھتے بلکہ شدت پسند تھے۔ مسلکِ اعتزال میں لچک رکھنے والے نہیں تھے حالانکہ یہ مسلک اعتدال پر مبنی ہے۔ بااین ہمہ ''وعید'' کے بارے میں ''نرم رو'' تھے لیکن وہ جب ''ارجان'' شہر میں پہنچے تو وہاں یحییٰ بن بشر ارجانی سے بات ہوئی تب سے وہ وعید کے بارے میں پکے ہو گئے۔ ساتویں طبقے سے تھے۔ (ط۔م صفحہ 79)

❁

105 ابو الحسن الشطوی

ابوالحسن احمد بن علی الشطوی آٹھویں طبقے سے تھے۔ زبردست عالم تھے بااین ہمہ کھلا ذہن نہ رکھتے تھے۔ صرف اہلِ علم کی تعظیم کرتے اور عام لوگوں کی توقیر سے گریز کرتے تھے جس سے ان کی علمیت کا سورج گہنا گیا اور اعتزال کی شمع روشن نہ ہو سکی۔ (ط۔م صفحہ 93)

❁

106 عمر بن شبہ (876م)

عمر بن شبہ بن عبیدہ بن ربطہ النمیری ابو زید البصری (876م) شاعر تھے، مؤرخ تھے، قدری اور مانے ہوئے ادیب تھے۔

(طبقات المعتزلہ صفحہ 140۔تہذیب التہذیب 460/7۔الوفیات 378/1)

❁

107 ابو الحسن المنجم (888م)

بغداد کے اونچی قامت والے ابوالحسن علی بن یحییٰ بن علی عرف المنجم (888م) ایک زبردست متکلم تھے

ابوالحسن المنجم

خطیب تھے ۔ فاضل تھے اس کے پاس متکلمین کی بڑی میٹنگیں ہوا کرتی تھیں بغداد کے قد آور معتزلہ میں سے تھے (ط ۔ م صفحہ 100) بلاشبہ امویوں نے لوح وقلم کی پرورش کی ۔ اپنی لائبریریوں کو کتابی نوادرات سے معمور بھی کیا لیکن عباسیوں کے بااعتماد ابوالحسن علی المنجم نے شاہی اور عوامی لائبریریوں کا جال بچھا کر جس طرح ہر فن اور ہر علمی ذخیرے کو جمع کیا فاطمیینِ مصر کے علاوہ اس کی مثال کہیں نہیں ملتی ۔ ابن المنجم کا ایک معاصر اس سے کہتا ہے کہ تم میں بہت سی باتیں اکٹھی ہوگئی ہیں ۔ تم ایک قابل ترین طبیب ہو ۔ بہترین جانشین ہو ۔ ماہر طباخ ہو ۔ بے مثل موسیقار ہو ۔ ذہین شاعر ہو ۔ سخن سنج ہو سخن راں وسخن طراز ہو غرض کوئی ایسی کمی نہیں جس سے ملوک وسلاطین محظوظ نہ ہو سکتے ہوں ۔

یوں بھی وہ متوکل عباسی کے ندیم خاص تھے بلکہ معتمد کے زمانے تک جتنے بھی خلفا گذرے ہیں سبھی کا ہمنشین تھا محلات وقصور کی خواتین میں آزادانہ آنا اور جانا تھا ۔ اس طرح گھر اور مجالس ودربار کے تمام اہم راز اس کے سینے میں محفوظ ہوتے ۔ بہت بااعتماد آدمی تھے ۔ علمی گھرانے کے چشم وچراغ تھے ۔

❁(تاریخ بغداد 230/14. وفیات الاعیان 235/2)

108 ابن قتیبه (889م)

امام عبداللہ مسلم بن قتیبہ دینوری (882م) قرآن کے بڑے عالم ۔ مجازاتِ قرآن کے باخبر راہوار اور مشکلات القرآن کے شناسا راہ رو تھے ۔ بلکہ ان کی مشکل القرآن کو دیکھتے ہوئے ہر شخص یہی کہے گا کہ قرآن کے سب سے بڑے دانشور صرف ابن قتیبہ ہی تھے ۔ راقم نے اس کتاب سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے ۔

(وفیات الاعیان 251/1 ۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ 260/1)

❁

109 ابو حنیفه دینوری (895م)

معتزلہ کے آٹھویں طبقے میں احمد بن داؤد ابوحنیفہ دینوری (898م) کا ذکر آتا ہے جو اپنے ہمعصروں میں قد آور اور ڈھیر سارے علوم وفنون میں یکتا تھے ابوعلی ان کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ۔ ''ارجاء'' کے بارے میں بحث چھڑ گئی ۔ اور دینوری کے سامنے دو عظیم دانشور جو ایک ہی مسلک کے حامل تھے یعنے ابوعمرو بن العلا (774م) اور ابوعثمان عمرو بن عبید (761م) ان میں بحث چھڑ گئی یعنے ابوعمرو بن العلا نے ۔ ابوعثمان سے کہا لا ملان جھنم منَ الجنة والناس اجمعین (ہود 119 ،السجدہ 13) کیا جہنم واقعی جنوں اور انسانوں سے

بھر دی جائے گی؟ جواب میں عمرو بن عبید نے کہا۔ ان اللہ وَعَدَ وعداً و اوعد ایعادا فھو منجز وعدہ و وعیدہ

اللہ نے وعدہ بھی کیا ہے اور وعید بھی سنائی ہے اور وہی دونوں کو ایفا کرنے والا ہے۔ (ط۔م صفحہ 83)

یعنے بالکل بھر دی جائے گی! ابو عمرو ابن العلاء نے کہا اگر نہ بھری جائے تب بھی کہو گے کہ ہاں بھر گئی؟ یعنے اللہ نے اپنے وعدے کی وفا کا ضرور کہا ہے لیکن وعید کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اس پر عمرو بن العلا نے کہا تم بالکل عجمیوں کی سی بات کرتے ہو یعنے عجمیوں کی سوچ پر چلتے ہو جبکہ عرب وعید میں خلاف ورزی کو معیوب نہیں سمجھتے شاعر کہتا ہے،

وانی وان او عدتہٗ او وعدتہٗ

اخلف ایعادی و منجز بوعدی

میں وعدہ کرتا ہوں یا وعید سناتا ہوں۔ وعدہ تو پورا کرتا ہوں وعید کو نظر انداز کیئے دیتا ہوں۔

اس پر عمرو بن عبید نے جواب میں کہا۔ شاعر کبھی ایک بات کہتا ہے پھر اس کے خلاف بھی بول پڑتا ہے لہٰذا اس کی بات میں جھوٹ بھی ہوسکتا ہے مگر اللہ کے۔ کہے میں جھوٹ نہیں ہوتا۔ میں نے اگر اللہ کا کلام (ہود 119، السجدہ 13) پیش کیا ہے تو تمہیں بھی اللہ کے حوالے ہی سے بات کرنی چاہئے۔ پھر ایک اور شاعر کا بیت بھی پیش کر دیا جو پہلے شاعر کے برعکس وعید پر بھی ایفاء کا اطلاق کر چکا ہے،

ان ایا ثابت لمجتمع الرائی شریف الآباء والبیت

لا یخلف الوعد والوعید ولا یُبیت من ثارۂ علی فوت

اس پر ابن العلا بالکل ہی خاموش ہو گئے اور جناب دینوری بھی جو غالباً مرجیہ عقیدے کو پسند کرتے تھے خاموش ہو کر ہمنوا ہو گئے۔ (ط۔م صفحہ 84) ❁

110 امام مبرد نحوی (899م)

ادبیاتِ عرب کے بڑے شناور۔ معانی اور مفاہیم کے نباض امام ابو العباس محمد بن یزید عبد الاکبر الثمالی مبرد (899م) جسے طبقات المعتزلہ میں دانشورانِ قرآن میں شمار کیا ہے (صفحہ 131) آپ کی کتاب

''الکامل'' نحواورادب میں اتھارٹی مانی گئی ہے۔

(تاریخ بغداد 380/3. طبقات النحویین طبع مصر صفحہ 108 و صفحہ 120)

❋

111 ابو مجالد بغدادی

ابومجالد احمد بن الحسین بغدادی کا حافظہ ضرب المثل تھا۔ ابوالقاسم الصفار بلخی حنفی کہتے تھے۔ بغداد کے اہلحدیثوں نے جمع ہو کر ابومجاہد سے کہا کہ۔ ہمیں نادر اور دقیق قسم کی حدیثیں سناؤ۔ اس پر انہوں نے بن دیکھے صرف حافظے کے زور پر پانچ ہزار حدیثیں سُنا دیں جبکہ اسے ایک لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ بااین ہمہ لاکھوں حدیثیں بھی اسے ''عقلیت پسندی'' سے بیگانہ نہ کرسکیں اور کُھلے بندوں اپنے معتزلی اساتذہ جعفر بن حرب (850م) اور جعفر بن مبشر (848م) کی حمایت کرتے رہے۔ آپ کا آٹھویں طبقے سے تعلق تھا۔ ابوالحسین الخیاط (912م) آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔

❋

112 ابو محمد بن حمدان

امام ابومحمد بن حمدان حبّ الٰہی میں انتہا درجہ مستغرق رہتے تھے آپ معتزلہ کے نویں طبقے سے تعلق رکھتے تھے جب کوئی مشبہ یا مجبرہ (اہلحدیث) شانِ خداوندی میں ناشائستہ زبان استعمال کرتے یعنے کہ اللہ سبحانہ انسانوں ہی کی طرح کرسی پر بیٹھتے اور اُٹھتے ہیں یا اللہ کے پاؤں اور دیگر حساس صفات کا بغیر کسی تاویل وتوجیہ بیان کرتے۔تو یلحقه الرعشة اعظا ما لله تعالی۔

تو عظمتِ خدا کے تصور سے ان پر کپکپی طاری ہو جاتی یعنے اہلحدیثوں کی

نوکیلی زبان کی وجہ سے آپ پر رعشہ طاری ہو جاتا تھا۔ (ط۔م صفحہ 102)

❋

113 ابو القاسم وزیر السلطان

ابوالقاسم بن سعد الاصفہانی وزیر السلطان ــــ ایک نامور عالم تھے ایک دفعہ بصرے میں ابن ہاشم اور۔اخشید۔کے مابین مجلسِ مناظرہ قائم کی جس پر فساد کا اندیشہ تھا۔ قاضی عبدالجبار (916) کہتے ہیں کہ ہم بھی اس مناظرے کو دیکھنے اور سُننے کے لئے پہنچ گئے۔ ابوعبداللہ حبشی نے از راہِ حقارت کہا کہ۔ وہ کون سی چیز ہے

جو۔ متحرک کرتی اور ساکن کرتی ہے؟۔اس پر ابوالقاسم سیرانی نے غصے اور ناراضگی میں کہا کہ۔اے حبشی کیا تم اس ذریعہ کو جسے اللہ نے اپنی ذات کے تعارف کے لئے خاص کیا ہے۔ مذمت کا ذریعہ ٹھیراتے ہو؟ اس کے بعد اس نے اپنے دلائل سنانے شروع کر دیئے جس سے لوگوں کو بڑی معلومات ہوئیں۔مثلاً حرکت سے مراد زندگی اور سکون سے موت ہے۔قرآن پاک میں ہے۔خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا o

برکتوں والی خدائے لایزال کی ذات جس کے قبضۂ قدرت میں ساری
کائنات اور زندگی وموت پر کنٹرول حاصل ہے۔ (تبارک، 1)

❁

114 الاسفندیانی

الاسفندیانی علم کے دریا تھے نویں طبقے سے تھے۔کلام، تفسیر اور حدیث کے موضوع پر بیشمار کتابیں لکھیں۔ابو ہاشم (933م) سے جب کہا گیا کہ صمیری اور اسفندیانی میں مابہ الامتیاز وصف کون سا ہے؟ تو ابو ہاشم نے کہا صمیری (Sumeri) ایک بہت بڑے محل کی مانند ہے جس کے بیشمار کمرے ہیں ان میں آباد بھی ہیں اور ویران بھی اور اسفندیانی ایک ایسے کمرے کی مانند ہے جو متناسب تقسیم کے مطابق تعمیر ہوا ہے۔یہ اشارہ تھا کہ اسفندیانی کے پاس علم اگرچہ کم تھا مگر جتنا کچھ تنظیم، تنسیق اور حسنِ ترتیب کے زاویہ سے تھا صمیری سے بہتر تھا۔

(طم صفحہ 99)

❁

115 خلیفہ معتضد عباسی (902م)

خلیفہ معتضد عباسی (902م) ابوالعباس احمد بن موفق۔اپنے بھائی معتمد عباسی کے ولیعہد تھے اور مثل مشہور ہے کہ متقدمین عباسیوں میں مأمون اور متأخرین میں معتضد جیسا کھرا نہیں گذرا۔یہ بھی قرآنی دانشور تھے۔مبرد (898) کہتا ہے کہ میں نے رات کو کہانیاں سناتے ہوئے کہا کہ۔محمد بن الھذیل نے بتلایا کہ۔اس پر خلیفہ نے کہا محمد بن ابوالھذیل کہو۔میں نے کہا ٹھیک ہے تب پھر کہا کہ فکنہ اذا۔ تو پھر کنیہ (ابو۔) کا باقاعدہ اظہار کرو یہ خلیفہ ابوالھذیل کو زیادہ چاہتا تھا۔اسی طرح یہ اور اکثر عباسی خلفا رویتِ باری و دیگر مسائل میں قرآن کی واضح پالیسی پر ایمان رکھتے تھے حتےٰ کہ خلیفہ مامون کو کہنا پڑا کہ۔میرے اجداد میں سے کوئی نہیں تھا جو مجبرہ عقیدے کا ہو سبھی اعتزال پسند تھے۔اور جبریہ کے تعارف میں۔المنجد لکھتا ہے۔تنکر الاختیار و

تقول ان الانسان مجبر في اعماله و تخالف بذالک القدريه

جبر یہ مسلک والے انسان کے ارادے اور اختیار کونہیں مانتے۔ اس طرح وہ قدریہ کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں جو اپنی اچھی اور بری کرتوتوں میں آزاد ہیں۔ (المنجد 27 واں ایڈیشن طبع بیروت صفحہ 208 کالم نمبر 2)

تاریخ بتلاتی ہے کہ معتضد بنی عباس کی ان پانچ نمایاں شخصیات میں سے تھے جنہوں نے منصفانہ عدالتی سسٹم نافذ کیا۔ رعایا پر پیسہ خرچ کیا۔ بگڑے حالات کو سنوارا۔ فریضۂ حج ادا کیا، شرپسندوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیا۔ محدثین و دیگر اہلِ علم و اصحابِ فضیلت سے روابط بڑھائے اور ایسے وقت میں حکمران بنے جبکہ بیت المال میں 8 قیراط سونا جو دو دیناروں کے مساوی رقم بنتی تھی موجود تھا۔ مگر اسکی ہمت اور حکمتِ عملی سے کچھ ہی عرصے میں کروڑوں روپے بیت المال میں جمع ہو گئے۔

(شذرات الذهب طبع مصر جلد 199/2 . وفيات الاعيان جلد 45/1 . تاريخ بغداد 403/4)

❁

116 الناشي الانباری (906)

عبداللہ بن محمد۔ الناشی۔ الانباری (906) بلند پایہ شاعر تھے، ادیب تھے۔ بختری۔ اور روی کے پائے کے تھے دین اور منطق میں خصوصی درک رکھتے تھے۔ معتزلی تھے۔

(طبقات المعتزلہ صفحہ 92-93۔تاریخ بغداد 92/10۔ابنِ خلکان 263/1)

❁

117 رزق الله

رزق اللہ ابوعلی (916م) کے مشہور تلامذہ میں سے تھے پھر ان کے بیٹے ابو ہاشم (933م) سے منسلک ہو گئے۔ وسیع اور عظیم علمی ورثے کے مالک تھے۔ قاضی کہتے تھے بڑے عمر رسیدہ بزرگ تھے ابوعلی اور ابو ہاشم کے بعد میرے پاس بغداد چلے آئے تھے نویں طبقے سے تھے۔ (ط۔م صفحہ 99)

❁

118 عبدالرحیم الخیاط (912م)

قرآنی دانشوروں میں ابوالحسین الخیاط (912م) عبدالرحیم بن محمد بن عثمان کا نام روشن ملے گا قاضی کا کہنا ہے جعفر کے ساتھیوں میں الخیاط پیش پیش تھے۔ الخیاط کا بڑا کارنامہ ہے کہ اس کی زیادہ کتابیں مشہور منکرِ قرآن۔ ابن راوندی کے رد میں ہیں حالانکہ وہ فقیہ بھی تھے، حافظِ حدیث اور متکلمین کے مسالک سے باخبر نیز۔ ابوالعباس حلبی نے الخیاط سے دریافت کیا کہ۔ کیا یہ درست ہے کہ ابلیس نے فرعون کو کفر پر آمادہ کیا۔ خیاط نے اثبات میں جواب دیا۔ حلبی نے کہا تب تو اللہ کے ارادے پر ابلیس غالب رہا۔ خیاط نے جواب میں کہا کہ۔ اس میں اللہ کے ارادے پر غالب آنے کی کیا بات ہے؟ جبکہ اللہ نے پہلے واضح فرما دیا تھا کہ **الشیطان یعدکم الفقر ویأمرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا**

شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور برائیوں کی ترغیب دیتا ہے لیکن
اللہ تمہیں ایسی راہ کی طرف بلاتا ہے جس میں اس کی مغفرت اور اس کے فضل وکرم کا
وعدہ ہے۔ **(بقرہ، 268)**

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اللہ کے ارادے پر ابلیس کا عمل غالب نہیں آیا۔ کیونکہ اللہ نے فرعون کو ایمان کے لئے مجبور کیا ہی نہیں۔ اسی خیاط نے۔ ابن راوندی کے رد میں ''الانتصــار'' کے عنوان سے ایک جان لیوا تحریر یادگار چھوڑی ہے نیز۔ ''الاستدلال'' بھی انکی دوسری دھماکہ خیز تالیف ہے۔

(تاریخ بغداد جلد 87/11)

❁

119 احمد دینوری قاضی (915م)

احمد بن مروان الدینوری قاضی ابوبکر (915م) نامور معتزلی تھے وضع حدیث کی تہمت لگائی گئی تھی جبکہ معتزلہ اس جنسِ فکر سے نامانوس تھے وہ رجال الحدیث نہ تھے۔ انہیں سند اور روایت سے قطع نظر اگر کوئی بات عقلی لگتی۔ یا۔ قرآن کی پالیسی کے ہم آہنگ ہوتی تو اسے حدیث مان لیتے۔ آپ قضاء کے منصب پر فائز تھے **84** سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ **(لسان المیزان 309/1۔ کشف الظنون صفحہ 1591)**

❁

120 ابو علی جبائی کبیر (916م)

علم کلام کے امام اعظم ابوعلی محمد بن عبدالوہاب الجبائی الکبیر (916م) کی بابت ابوبکر احمد بن علی کا کہنا ہے کہ جبائی کو علم کلام میں اس حد تک رسائی حاصل تھی کہ وہ اس علم کو سہل، آسان اور مسخر کرنے پر پوری قدرت

رکھتے تھے یوں سمجھو کہ جس طرح داؤدؑ کے لئے لوہا نرم بنالیا گیا تھا اسی طرح جبائی کے لئے علم کلام کو۔ وہ فقیہ تھے باورع تھے جلیل القدر تھے اور علم کے اونچے مقام پر فائز تھے ابوالھذیل کے علاوہ۔ کسی بھی درجے کے معتزلی کے لئے تقدم اور فوزیت کے قائل نہیں تھے۔ برکانی نے ابوعلی جبائی سے کہا کہ ایک حدیث جسے ابوالزناد۔ اعرج سے اور وہ ابوہریرہ سے روایت کرتا ہے کہ لاتنکح المرأة علی عمتها ولا علی خالتها

پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی ایک نکاح میں نہیں آسکتیں۔

کیا آپ اُسے صحیح مانتے ہیں؟ جبائی نے کہا بالکل صحیح مانتا ہوں۔ اس پر برکانی نے دوسرا سوال داغا۔ کہ اس ہی سند کے ساتھ ابوہریرہ سے دوسری روایت ہے کہ۔ موسےؑ اور آدم کا جنت میں مناظرہ ہوا۔ موسےؑ نے کہا تم اگر جنت میں معصیت نہ کرتے تو نکالے نہ جاتے۔ جواب میں آدم نے کہا۔ میرے پیدا ہونے سے دو ہزار سال پہلے خدا نے لکھ دیا تھا کہ میں معصیت کروں گا۔ اب بتاؤ میں تو لکھے کو نہ ٹال سکتا تھا۔ موسےؑ نے یہ سن کر کہا برحق ہے۔ برکانی کا مقصد یہ تھا کہ دونوں روایتیں ابوہریرہ سے مروی ہیں اور دونوں ہی کی سند بھی ایک ہی ہے مگر پہلی روایت کی توثیق اور دوسری کی تکذیب کرتے ہو۔ کیوں؟ جبائی نے کہا کہ دوسری روایت قرآن، اجماع امت اور دلیلِ عقل کے منافی ہے لہٰذا باطل ہے۔ کیوں کہ آدم کی اس معذرت کو اگر تسلیم کرلیا جائے تو آدم کی تمام اولاد کے گناہوں کی پیشگی لکھی جانے والی معصیت اور عذرِ گناہ کو موجب عفو ٹھیرایا جائے تو جزا و سزا کا فلسفہ صلہ و سرزنش کی بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔ جبائی کی اس بات پر برکانی کی بات خاموشی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک بار جبائی ایک ایسے مناظرے میں شامل ہوئے جس میں امام ابوحنیفہ بھی موجود تھے اور مسئلہ بھی ''ارجاء'' کا تھا جبائی نے امام ابوحنیفہ سے کہا لاملأن جهنم من الجنة والناس ۔ ہم جہنم کو انسانوں سے بھر دیں گے (ھود۔ 19۔ السجدہ، 13) کیا آپ جہنم کا بھر جانا سچ سمجھتے ہیں؟۔ ابوحنیفہ نے کہا بالکل سچ سمجھتا ہوں۔ جبائی نے کہا اگر جہنم بھر جانے کی بات پوری نہیں ہوتی تب بھی کہو گے سچ ہے؟ اس پر امام ابوحنیفہ خاموش ہو گئے نسکت ابو حنيفة (طبقات المعتزلہ صفحہ 83) (امام صاحب کسی مفروضہ استثناء کا جواب خاموشی کے سوا کیا دے سکتے تھے؟)

ابوالحسن کہتے تھے کہ۔ كان من احسن الناس وجها وتواضعا واكثرهم موعظة فبينما هو فى صلاقته حتى ذكر الموت فتحدر الدموع

جبائی حسین تھے خوبصورت تھے وجیہ تھے اور شکیل تھے۔ ملنسار تھے ہنس

مُکھ تھے۔ اچھی باتوں کی وصیت کرتے تھے (دل کے پتلے اور رقیق القلب بھی تھے) ایک بار خوش خوش تھے کہ موت کا ذکر چھڑ گیا۔ بس پھر کیا تھا۔ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی آہوں اور سسکیوں سے ہچکی بندھ گئی۔

علم الکلام کے بارے میں فرماتے تھے اسھل شیئی لان العقل یدل علیہ. آسان ترین علم ہے کہ عقل کے تابع ہے اور عقل ہی اس کا پشت پناہ ہے۔

آپ ابوالھذیل علاف کو صحابہ کے بعد اونچا درجہ دیتے اور انکے شاگردوں واصل بن عطاء۔ اور عمرو بن عبید کی شخصیت کے گرویدہ تھے۔ (طبقات صفحہ 7/82 تا 9)

جبائی کبیر۔ بچپن ہی سے ذہانت و فطانت کی اعلےٰ صلاحیتوں سے مالا مال تھے۔ مناظرانہ افتاد پائی تھی قطان کہتا ہے ایک دفعہ مناظرہ کی مجلس گرم ہوئی کسی کے انتظار میں وقت گذر رہا تھا اتنے میں مجبرہ (سنیوں) میں سے ''صقر'' نامی ایک صاحب تشریف لے آئے۔ ایک نوخیز بچے نے اس کے سینے پر ٹھوکر مار کر کہا میرے ایک سوال کا جواب دو۔ حاضرین حیران ہوکر اس بچے کو دیکھنے لگے۔ سوال تھا کہ کیا۔ اللہ تعالےٰ عدل کے فاعل ہیں؟ صقر نے کہا بالکل فاعل ہیں۔ اس پر بچے نے کہا کہ عمل کرنے پر آپ اللہ کو عادل کے نام پر ہی پکاریں گے نا؟ صقر نے اس کا جواب بھی اثبات میں دے دیا۔ اگلے مرحلے پر بچے نے کہا کہ۔ اللہ ظلم کا فاعل بھی تو ہوگا؟ صقر نے کہا ضرور۔ بچے نے کہا تو کیا اللہ کو ظالم کے نام سے پکارو گے؟ صقر نے کہا نہیں نہیں۔ اس پر مجلس برخواست ہوگئی اور لوگوں نے بچے کی بابت معلوم کرنا شروع کر دیا تو پتہ چلا کہ یہ ''جباء'' کا لونڈا محمد بن عبدالوہاب ہے۔ یہ یاد رہے کہ مشہور عالم دین ابوالحسن اشعری جنہوں نے بغاوت کر کے آپ کے برعکس عقائدی نظام تیار کیا تھا آپ ہی کے شاگرد تھے۔ ❁

121 الفارسی (917م)

امام ابوبکر احمد بن الحسین الفارسی (917م) اعتزال کو دلائل سے پختہ ثابت کرتے تھے۔ آپ نے اصولِ فقہ میں بھی ایک ضخیم کتاب چھوڑی ہے۔ (کشف الظنون، 1188)

بغداد میں ان کا حلقہ درس تھا جہاں سائنٹفک اور علمی بنیادوں پر اعتزال پر ریسرچ کی جاتی تھی ابن المنجم (۔۔۔) وغیرہ اس کے فیلو تھے۔ ❁ (طبقات المعتزلہ صفحہ 102)

122 قاضی احمد سریح (918م)

احمد بن عمر بن سریج ابو العباس البغدادی القاضی (918م) فقہ شافعی کے بڑے مجتہد تھے۔ بدعات سے محترز تھے (۔۔۔صفحہ 129) حاضر جواب تھے۔ صائب فکر تھے قرآن کی محبت کے قائل تھے یعنے معتزلی تھے۔

(البدایة و النهایه 129/11۔ طبقات الشافیه 87/2۔ تاریخ بغداد 287/4)

☆❁

123 الحسن نوبختی (922م)

الحسن بن موسےٰ بن الحسن بن محمد نوبختی (922م)۔ ابو محمد۔ جسے شیعہ اپنا ہم مسلک سمجھتے اور معتزلہ اپنا آدمی کہتے تھے اُن کی کتابوں۔ النکت علے ابن الراوندی۔ الرد علی الغلاة۔ اور الرد علی اصحاب التناسخ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ خالص معتزلی تھے کیونکہ دفاعِ اسلام اور دفاعِ قرآن میں عقلیات اور وحی کا سہارا صرف معتزلی ہی لیتے رہے ہیں۔ (لسان المیزان 258/2۔ اعیان الشیعه 333/23)

❁

124 امام طبری (923م)

قدرت نے جن لوگوں کو تمام علمی صلاحیتوں سے نوازا ہے ان میں محمد بن جریر طبری (923م) کا نام زیادہ نمایاں ملے گا لغت ہو کلام ہو شعر ہو سند ہو گرامر اور ادب ہو ان میں جو مقام طبری کا تھا بہت کم لوگ وہاں تک پہنچ پائے ہیں۔ اس کی بنیادی خصوصیت یہ تھی کہ وہ کسی بھی آیت کے بارے میں اگر دو رائیں ہوتیں دونوں کی سند بیان کر دیتے جس سے تاریخ وار اختلاف کا پتہ چلتا اور لطف یہ کہ ان میں سے کوئی بات اگر ان کے ذاتی مسلک کے خلاف پڑتی تو بے دھڑک اس کا بھی ذکر کر دیتے جس سے ان کی وسعتِ علمی اور وسیع الظرفی کا پتہ چلتا ہے آپ رازی، ابن حزم، ابوحنیفہ اور واصل کی طرح مالدار مصنف نہیں تھے فاقہ مست قلم کار تھے ایک بار ایسا ہوا کہ اپنے وقت کے تین مشہور علماء ایک مکان میں رہنے لگے۔ تینوں مفلس اور قلاش تھے کئی دن کے فاقوں کے بعد فیصلہ ہوا کہ ان میں سے ہر ایک۔ ایک دن گداگری کرے گا چنانچہ ان میں سے قرعہ اندازی میں ایک صاحب کا نام نکل آیا یہ تینوں شرم و حیا کے مجسمے اور دریوزہ گری جیسے حیا شکن پیشے سے نفور تھے مگر اب پیٹ کے ایندھن کو کسی طرح بھرنا تھا چنانچہ جس کے نام پہلے بھیک مانگنے کا نمبر نکل آیا اس نے چند لمحے کی مہلت مانگی اور وضو کر کے دوگانہ شروع کیا اور دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے کہ

''اے ربِ کریم تو وسیع رحمتوں کا مالک ہے یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ ہم

امام طبری

تیری ذات کو چھوڑ کر غیروں سے حاجت روائی کی التجا کریں؟ اے کریم تو ہمیں رسوائی سے بچا''۔

چنانچہ ابھی اس نے دُعا ختم ہی کی تھی کہ غریبوں میں وظائف اور صدقات تقسیم کرنے والوں کی سرکاری ٹیم پہنچ گئی جس نے اتنا بے انتہا پیسہ ادرسال دیا کہ انہیں دریوزہ گری کا دل میں خیال ہی نہیں آیا۔ یہ تھے ہمارے ممدوح امام محمد بن جریر طبری جو علم کے لحاظ سے بڑے مالدار اور پیسے کے لحاظ سے مفلس ترین انسان تھے۔

طبری کے بارے میں امام محی الدین تمنا عمادی (1971م) نے شدید تنقیدات کیں اور شیعہ ثابت کیا ہے لیکن میرا نقطۂ نظر اپنے ہم سفر ناقدوں سے مختلف رہا ہے میرے نزدیک کوئی صاحب کسی بھی مدرسہ فکر سے وابستہ رہ کر ایک گونہ اطمینان محسوس کرتے ہیں تو بہ صد شوق کریں۔ لیکن اگر اپنے اقوال اور تحریروں میں 5% فی صد تک بھی قرآن کی حمایت کرتا اور عصمت نبی میں واضح مسلک رکھتا ہے تو اُسے قرآنی دانشوروں کے زُمرے میں شامل کرنا چاہئے بلکہ ارشاد ہے کہ لا یجرمنکم شنأن قوم علیٰ ان لا تعدلوا. اعدلوا. اگر کسی مخالف کے منہ سے کلمۂ حق نکلا ہے تو انصاف یہ ہے کہ یہ انصاف اسی کے نام سے ذکر کیا جائے۔ اس اصول کے مطابق ابنِ جریر طبری کی ایک دو باتیں ذکر کروں گا تا کہ ان کے عقلی مذہب کا احساس کیا جا سکے۔

عقلیت پسندوں کا استیصال کرنے کے لئے امام احمد بن حنبل بطورِ خاص آلۂ کار بنے ہوئے تھے ابھی آپ کا کفن بھی مَیلا نہیں ہوا تھا کہ بغداد مکمل طور پر حنبلیوں اور سلفیوں کے استعلاء میں چلا گیا تھا ان ہی دنوں ابنِ جریر طبری بغداد میں وارد ہوئے تو انہیں قرائن سے معلوم ہوا کہ ابنِ حنبل محدث تھے فقیہ نہ تھے یعنے وہ اللہ کی صفات میں تاویل۔ یا تو جیہ کو جرم سمجھتے تھے ان کا مذہب تھا کہ الرحمان علی العرش استویٰ (طہ،5) میں عرش سے یہی کرسی نما تخت مراد ہے جو کارپنٹر سے بنوا کر ہم آرام سے بیٹھتے ہیں بلکہ ابن تیمیہ استواء۔ کی تفہیم میں تخت سے اُتر کر پھر بیٹھ جاتے اور کہتے کہ اسی طرح اللہ سبحانہ اُترتے اور چڑھتے رہتے ہیں۔ اسی طرح حنبلیوں اور داؤد ظاہری (۔۔) کے مسلک میں اللہ کی تنزیہہ و تقدیس کا پتہ نہیں چلتا۔ ایسے ہی حالات میں ابنِ جریر طبری بغداد کی جامع مسجد میں صلاۃ الجمعہ قائم کرنے کے لئے گئے۔ آپ کو حنبلیوں نے گھیرے میں لے کر امام احمد کے بارے میں سوال کیا آپ چونکہ جری اور نڈر رہتے تھے فرمایا۔ احمد بن حنبل فلا یعد خلافہ۔ احمد بن حنبل کے خلاف کچھ کہنے میں مضائقہ نہیں ہے اسپر انہوں نے اللہ کے ساتھ عرش پر بیٹھنے کی بات چلائی۔ ابنِ جریر نے کہا یہ محال ہے اور یہ شعر پڑھا۔

سبحان من لیس لہٗ انیس'

ولیس لہ فی عرشہٖ جلیس'

اس کا مفہوم ہے کہ

''پاک ہے وہ ذات جس کا کوئی مونس و ہمدم نہیں ہے اور نہ ہی اسکے عرش (حکمرانی) پر کوئی بیٹھ سکتا ہے''۔

بس یہ کہنا تھا کہ حنابلہ اور اصحاب الحدیث کے ہاتھوں معقولیت کا دامن چھوٹ گیا اور ہزاروں لوگ ان پر جھپٹ پڑے۔ اور اتنی سنگباری کی کہ دروازے کے آگے پتھروں کا ٹیلہ بن گیا۔ ابنِ جریر میں یہ جرأت اور بے باکی علم اور عقل نے پیدا کی تھی آپ نے لغت کا علم اپنے دور کے سب سے بڑی لغوی شناور امام ثعلب (904) اور علمِ نحو امام مبرد (898) اور امام زجاج (924) سے حاصل کیا تھا جو اپنے عہد کے نابغہ تھے اور علومِ عقلیہ کے بڑے شہسوار۔ غرض امام طبری جو کچھ تھے عقلیات کے علمبردار تھے آیات ۔ الـلـه يستهزئ بهم (بقر، 15) يخادعون الـلـه وهو خادعهم (نساء، 141) اور۔ نسو الـلـه فنسيهم (توبہ، 68) والـلـه خير الماكرين (عمران، 24) کی لغت ادب اور اصنافِ سُخن کی مراعات سے تشریح فرماتے تھے۔ (ملاحظہ ہو تفسیرِ طبری دارالمعارف مصر جلد 303/1_304_ بہ تحقیق احمد شاکر)____ اسکے باوجود کہ طبری اپنے مفہوم میں پیچیدگی سے گریزاں تھے بعض جزائیہ فقروں کو اتنا کھینچ لے جاتے تھے کہ کئی کئی سطروں کے بعد۔ جا کر ''جزاء'' معلوم ہوتی۔

ابنِ جریر کی دل میں چبھنے والی باتیں بھی ہیں کہ وہ صرف ''سند'' کے سہارے سید البشرؐ کے حضرت زینب سے معاشقہ کو صحیح ٹھیراتے ہیں جبکہ یہ انتہا درجہ جھوٹی روایت ہے اور تعجب ہے کہ گروہِ ''مکھی'' مارا ں آج بھی اس کو جوں کا توں قبول کئے ہوئے ہے۔ ابنِ کثیر نے اس روایت کو ''بیمار کی بڑ'' کہہ کر بالکل مسترد کر دیا ہے جسکے بعد ہی اس پر تنقید کی ریت پڑ گئی۔ ابنِ جریر نے شادی نہیں کی تھی کتابوں سے رشتہ اُستوار کر رکھا تھا ربیع بن سلیمان کے ہاں رہائش تھی ایک بار ربیع نے شادی کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا۔ لا ولـدلـي وما حللت سراويل على حرام ولا حلال قط.

میری کوئی اولاد نہیں میں نے حرام (زنا) کے لئے ازار بند کھولا اور نہ حلال (نکاح) کے لئے۔

❁

125 محمد بن بحر الاصفهانی (934م)

قرآنی دانشوروں میں امام ابومسلم محمد بن بحرالاصفہانی (934م) قد آور دانشور تھے۔تمام اصنافِ علم کے عالم تھے شاعر تھے ادیب تھے اور الفاظ کے مزاج سے معانی کشید کرتے تھے۔خلیفہ مقتدعباسی (۔۔۔) کی جانب سے بلادِ فارس اور اصفہان کے گورنر بھی تھے یعنے کہ 321 ہجری تک حکمران بھی تھے اس کے بعد بنی بویہ نے بغاوت کر کے اصفہان پر قبضہ کیا تو آپ حکومت سے علیحدہ ہو گئے۔(ارشاد الاریب طبع مصر 420/6)

زرکلی لکھتے ہیں معتزلی من کبار الکتاب کان عالما من صنوف العلم وله شعر..... من کتبه: جامع التاویل، فی التفسیر اربعة عشر مجلدا

> معتزلی تھے اونچے درجے کے رائٹر تھے تمام اصنافِ علم کے سکالر تھے اور شاعر بھی تھے ...... کتابوں میں انکی تفسیر ''جامع التاویل''۔جو چودہ 14 جلدوں میں مکمل ہوئی مشہور ہے۔امام رازی نے (12) اس تفسیر سے کثرت سے حوالے دیئے اور دفاعِ اسلام میں بھرپور مدد لی ہے۔

(زرکلی طبع مصر 273/5 بحوالۂ ارشاد الاریب 420/6)

126 الخُجندی

ابوالحسن الخجندی (KHUJANDDI) بڑے عالم باعمل تھے۔عدل اور توحید کا عقیدہ رکھتے تھے کتاب ''اللطیف'' املاء لکھی تھی اور کسی کو دکھلانے سے گریز کرتے تھے لوگوں نے ان کے اُستاد ابوعلی سے شکایت کی۔تو اللطیف۔دوبارہ لکھ دی۔نویں طبقے سے تھے۔ (ط۔م صفحہ 101)

127 قرمیسینی

ابوحفص القرمیسینی۔علم الکلام میں بڑے امام تھے قاضی کہتے ہیں میں نے ''البقاء'' کے موضوع پر اس کی تحریر پڑھی تھی بڑی جاندار تھی وہ ہمارے ہی مشائخ کی طرح ملائکہ اور جن کے بارے میں خیالات رکھتے تھے۔نویں طبقے میں سے تھے۔ (ط۔م صفحہ 101)

❁

128 النقاش

ابومسلم النقاش کا زبیری گروپ سے تعلق تھا۔ دین اور فضیلت میں خاص مقام رکھتے تھے دار۔ بدر کے امیر کی طرف سے ایک انگشتری بھیجی گئی تا کہ اسکی نقاشی کر کے خوبصورت نگینہ جڑ دیں لیکن النقاش نے انکار کر دیا۔ امیر کے ملازم نے کہا اگر اُجرت زیادہ چاہتے ہو تو اضافہ کئے دیتے ہیں۔ اور پھر اضافہ کرتے کرتے سو دینار تک اضافہ کر دیا مگر نقاش نے انکار جاری رکھا۔ اس پر اندرون خانہ سے آواز آئی کہ ہم فاقوں مر رہے ہیں تم ہو کہ نگینہ جڑ دینے کا اتنا معاوضہ بھی مسترد کر رہے ہو۔ اس کے بعد ہوا یہ کہ ایک تاجر آیا اور انگشتری پر نقاشی اور جڑائی کے دس درہم دے کر چلا گیا۔ نقاش وہ مبلغ لے کر اندرون خانہ چلے گئے اور دس درہم کو ان کے منہ پر دے مارا اور کہا کہ میں نے چالیس سال تک کوشش کی کہ تمہیں حرام نہیں کھلاؤں گا مگر تم ہو کہ حرامخوری پر مصر رہے۔ بھلا جو امیر دس چاندی کے درہم کی بجائے سو دینار سونے کے دے رہا ہے اس کی کمائی کیا حلال کی ہوگی؟۔ اللہ اللہ۔ اس دنیا میں اللہ کے ایسے بندے بھی ہو گذرے ہیں۔ نویں طبقے سے تھے۔ (ط۔م صفحہ 103)

❁

129 ابن السقطی

ابوالحسن بن الخباب عسکر کا رہنے والا تھا ابن السقطی کے نام سے مشہور تھا۔ معتزلی تھا ابوعلی جبائی کے جاں نثاروں میں سے نویں طبقے سے وابستہ تھا۔ ❁ (ط۔م صفحہ 98)

130 الصالحی

ابوالحسین الصالحی محمد بن مسلم عظیم القدر معتزلی تھے علمِ کلام میں اپنی مثال آپ تھے مرجیہ کے لئے بھی نرم گوشہ رکھتے تھے۔ ❁ (ط۔م صفحہ 72)

131 زفرویہ

ابوالحسن بن زفرویہ کی بابت قاضی کہتے تھے کہ اس کا دین کے بارے میں بڑا مقام تھا جس سے ہر شخص مستفید ہوتا تھا بصرے کے سرسبز اور کھلے باغات میں رہتے اور وہیں پر تدریس کا کام کرتے تھے جس کی وجہ سے ساتھیوں اور شاگردوں میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ ادب، شعر اور مردم شناسی میں بڑا درک تھا۔ ابوعلی کے شاگرد تھے عبدالسلام جبائی کے مداح تھے۔ ❁ (ط۔م صفحہ 100)

132 المقانعی

ابوبکر محمد بن ابراہیم المقانعی الرازی۔ 9ویں طبقے سے تھے یہ بلند پایہ علماء میں سے اگر چہ نہیں تھے۔ تاہم اصفہان میں ان کے شاگردوں کی تعداد کسی بڑے سے بڑے عالم کے شاگردوں سے کم نہ تھی۔ اعتزال کے مبلغ تھے۔ ❁ (ط۔م صفحہ 102)

133 ابو القاسم البلخی (931م)

امام ابوالقاسم البلخی (931م) عبداللہ بن احمد بن محمود الکعبی۔ کے بارے میں لکھا ہے کہ ابوالقاسم احد ائمۃ المعتزلہ۔ ابوالقاسم بلخی معتزلہ کے نامور اماموں میں سے تھے۔

(تذکرہ الحفاظ 232/2۔ تہذیب ابن عساکر 287/7)

خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ بلخی نے اپنے نظریئے کے اثبات میں بہت کچھ لکھا ہے بغداد میں ان کی کلامی تحریر کی بڑی پذیرائی ہوئی اور لوگوں نے جی بھر کر لطف اُٹھایا۔ آپ قرآن کی علی الاطلاق حاکمیت کے قائل تھے اور لطف یہ کہ ساتھ ہی اہل الحدیث بھی تھے۔ بلکہ مشہور ہے کہ تین اشخاص اہل الحدیث بھی تھے اور باکمال معتزلی بھی ان میں ہمارے ممدوح ابوالقاسم البلخی (931م) قاضی القضاہ عبدالجبار الہمدانی (1025م) اور ابن یزداد (1067م) بھی تھے۔ ❁ (طبقات المعتزلہ صفحہ 133)

134 ابو ہاشم جبائی صغیر (933م)

امام محمد بن عبدالوہاب کی طرح ان کے بیٹے ابو ہاشم عبدالسلام بن محمد (933م) بھی بیشمار خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے جب یہ پیدا ہوئے تو باپ نے کہا رزقت ولدا یخرج من فکیہ کلام الانبیاء۔ اللہ نے مجھے ایسا بیٹا عطا فرمایا ہے جس کے جبڑوں سے پیغمبروں کا کلام نکلے گا۔ (طبقات المعتزلہ صفحہ 94) جبائی صغیر اپنے باپ ہی کی طرح حسن اور فطانت سے لیس تھے اور بڑے ہو کر باپ ہی کی طرح بڑے دانشور بن کر نمودار ہوئے۔ ابوالحسن کہتے تھے کہ۔ عبدالسلام علم کی جن بلندیوں پر پہنچے تھے دوسرا کوئی نہیں پہونچا۔ وہ علم کے اتنے حریص تھے کہ سوالات کے ذریعہ اپنے ابو کو پریشان کیئے رہتے تھے۔ سارا دن علمی سوالات کی بوچھاڑ رہتی جوابات حاصل کیئے بغیر ٹلنے کا نام نہ لیتے پھر بھی کوئی بات رہ جاتی تو چپکے سے اپنے ابو کے کمرے میں گھس جاتے اور کھڑے ہو کر سوالات شروع کر دیتے۔ باپ تھک کر منہ پھیر لیتے تو سونے نہ دیتے۔ اب جس انسان

کے حصولِ علم کا یہ حال ہو وہ کیوں نہ آنے والے وقت میں اپنے ہم عصروں پر فائق ہو۔

(طبقات صفحہ 94 مقریزی 348/2. تاریخ بغداد 5/11. وفیات الاعیان 292/1)

❁

135 مکحول بیروتی (933م)

اپنے عہد کے بلند قامت عالم اور اعتزال کی آبیاری کرنے والے۔ عالمِ بے بدل۔ امام مکحول بن عبداللہ بیروتی (933م) کا نام روشن ملے گا۔ مجبرہ یعنے سلفی سُنی کہتے تھے کہ۔ ہم نے معتزلہ میں حسن بصری اور مکحول سے بڑا عالم نہیں پایا۔ (طم صفحہ 41۔تذکرۃ الحفاظ 37/3. شذرات الذھب 291/2)

❁

136 الاخشید (936م)

احمد بن علی بن مجور ابوبکر۔ الاخشید (936م) بڑے عالم تھے، فصیح تھے، بلیغ تھے روساء المعتزلہ میں شمار ہوتے تھے عربی ادب اور فقہِ اسلامی کے ماہر تھے۔ مرزبانی کا کہنا ہے کہ۔ ابوبکر الاخشید او۔ ابوبکر بن المنجم۔ دونوں معتزلہ کے آخری بزرگ تھے جو ہمارے مشاہدے میں آئے۔ دونوں ہی عزت اور وقار سے دیکھے جاتے اور بغداد کے معتزلہ میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ خلقِ خدا نے ان کی علمیت سے بے پناہ استفادہ کیا۔ ❁ (لسان المیزان 231/1)

137 امام ابوالحسن اشعری (936م)

امام علی بن اسماعیل اسحاق ابوالحسن الاشعری (936م)۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی نسل سے تھے عالم تھے مجتہد تھے مذہبِ اشعری کے بانی تھے ابتداء میں معتزلہ کے بڑے امام تھے تمام علوم خاص کر علمِ کلام معتزلہ ہی سے حاصل کیا تھا قصہ مختصر کہ درسگاہِ معتزلہ کے فارغ التحصیل عالم تھے اعتزال ہی آپ کا پسندیدہ عقیدہ تھا۔ لیکن پھر ایسا ہوا کہ سلفیت ہی کو آپ نے اوڑھنا بچھونا بنا کر عقلیت کو خیر باد کہہ دیا تاہم اتنا بھی خیر باد نہیں کہ ابن الراوندی کی طرح شدید ردِ عمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود قرآن ہی کو ٹارگٹ بنایا ہو اور پھر واپسی کا دروازہ ہی بند کر دیا ہو۔ کیونکہ سُنیوں کا امام ہوتے ہوئے بھی جہاں کہیں وحیِ قرآن اور اسکی مبادیات پر اعتراض اُٹھا آپ نے روایات اور نقل کا سہارا لئے بغیر ہی عقل کی حکمرانی اور دفاع کے متبادل طریقوں کو حکم بنا کر جوابات عنایت

امام ابوالحسن اشعری

فرمائے۔ بلکہ آپ کی دو کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ معتزلہ کو شدید تنقیدات کا نشانہ بنانے کے باوصف "السرد علی المجسمہ" لکھ کر سلفیوں اور اہلحدیثوں کو پوری توانائی سے دبوچ لیا ہے کہ اللہ کا کوئی جسم نہیں۔ جسم کے اعضاء نہیں۔ ہاتھ اور چہرہ کا ذکر ہے تو حقیقی رنگ میں نہیں عرب کے وسیع تر محاورات میں ان کے پاکیزہ مفاہیم موجود ہیں۔ یہاں تنزیہ و تقدیس کو ملحوظ رکھ کر روایات کو مسترد کیا جا سکتا ہے اسی طرح آپ عرصہ دراز تک اشعری بھی رہے اور لغت، ادب، محاوراتِ عرب اور عقلیات کے تناظر میں قرآن کا دفاع بھی کرتے رہے تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ سلفیوں نے صفات کے بارے میں آپ کی پرانی اور نئی رائے کو تسلیم نہیں کیا اور اشعری کے درمیانے اور عبوری دور کے عقائد جو روایات سے ماخوذ تھے انہیں ہی پرنسپل بنا کر ڈٹے رہے حالانکہ دورِ انتقال پر رُک جانے سے بہتر تھا کہ آپ کی آخری پالیسی کو ملحوظ رکھا جاتا۔ کیونکہ حالات کے جبر نے آپ کو پھر سے قرآن کا حلیف بننے پر آمادہ کر لیا تھا اس ضمن میں آپ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "مقالات الاسلامیین" لکھ کر واضح کیا تھا کہ دفاعِ قرآن اور صفاتِ باری کے لئے عقلیات کی چھتری تلے آنا ضروری ہے۔ عہدِ حاضر کے سکالر اور مؤرخ۔ قاہرہ یونیورسٹی میں قانون کے پروفیسر ابوزہرہ۔ اشعری کے بارے میں اپنا اور علماء کا متفقہ مؤقف پیش کرتے ہیں کہ بدأبالاعتزال ثم مال الی اهل السنة ولکن ابقی علی اسلوب المعتزله فی الجدل

اعتزال سے کام کا آغاز کیا پھر سُنی بن گئے اس کے باوصف دفاعِ قرآن اور دفاعِ اسلام کے لئے وہی اسلوب اختیار کیا جو معتزلہ کا تھا۔

(العربی الکویت)

اور غالبًا یہی وجہ ہے کہ آپ کے سب سے بڑے معتقد امام فخر الدین رازی نے اشعری ہونے کے باوصف آپ کے پہلے اور آخری دور کی تلویحات اور توضیحات کو وسیلۂ فلاح بنایا تھا۔ کیونکہ اب آپ نہ معتزلی تھے اور نہ اشعری۔ معتدلی بن چکے تھے۔

(طبقات الشافعیه 245/2 ۔البدایه والنهایه 187/11 ۔دائرۃ المعارف الاسلامیه 218/2)

❁

138 یحییٰ بن منجم (937م)

منجم فیملی کے دوسرے چشم و چراغ اور بغداد کے بڑے علمی خاندان کے ممبر ابوالحسن احمد بن یحیےٰ بن علی

المنجم (937م) بغداد کے بڑے معتزلہ میں سے تھے۔ مشائخ میں فاضل بھی ہوئے اور وجیہ ونبیل بھی لیکن وہ کسی بھی حیثیت سے منجم ہذا کے درجہ کے نہیں تھے ستر سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

139 ابوبکر ابن مجاهد (939م)

احمد بن موسے بن العباس التمیمی ابوبکر بن مجاہد (939م) اپنے عہد کے بڑے قاری اور عالم تھے تنزیہی عقیدہ رکھتے تھے معتزلہ تھے (طبقات ص 108) فطین تھے سخاوت کے دھنی تھے پاکیزہ سیرت و پاکیزہ کردار تھے۔ (ابن الندیم31/1)

❁

140 العبدکی

ابومحمد العبدکی۔ ابوہاشم عبدالسلام 933 کے شاگرد تھے اس نے بہت سی باتیں حفظ کرلی تھیں اور دعویٰ تھا کہ ان کا مؤلف ہے خراسان پہنچے تو ابوالقاسم کی مجلس میں جانے لگے۔ یہاں بہت سی باتیں جو اسکے خیال میں رجوع کرنے کے قابل تھیں رجوع کرلیں۔ اس سے بڑی نیک نامی کمائی۔ ابوالقاسم اس کا احترام کرتے تھے اور ابوسہل محمد بن عبداللہ۔ کو لکھا کہ میرے پاس ایک نوجوان ہے جسے ابن عبدک۔ کہا جاتا ہے بڑا ہی ذہین ہے اس کی ایک کتاب ہے جو نہایت باریک مسائل پر مشتمل ہے۔ یہ عبدکی دسویں طبقے سے تھا۔ (ط۔م صفحہ 109)

❁

141 جمل عائشه

ابوبکر البخاری دسویں طبقے سے تھے۔ جمل عائشہ کے لقب سے شہرت رکھتے تھے۔ کیونکہ آپ صدیقہ عظمیٰ کا بیحد احترام کرتے تھے ابوہاشم جبائی صغیر (933) سے کلام اور ابوالحسن سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ بیحد صاحب علم تھے۔ (ط۔م صفحہ 109)

❁

142 الخالدی

ابوالطیب محمد بن ابراہیم بن شہاب الخالدی دسویں طبقے سے تعلق رکھتے تھے مرجیہ کے لئے نرم گوشہ رکھتے تھے فقیہ تھے، متکلم تھے۔ معتزلی تھے۔ البرزعی (961م) کے شاگرد تھے بغدادی مسلک کے معتزلی تھے

بصرے کے معتزلیوں کو اچھا نہیں سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ ابو ہاشم (933م) پر تنقید کرتے تھے۔ (ط۔م صفحہ 110)

143 حسین بن علی بصری

الشیخ المرشد ابوعبداللہ الحسین بن علی دسویں طبقے سے تھے ابوعلی الخلاد کے شاگرد تھے علم کے حریص تھے اپنی محنت اور لگن سے ابو ہاشم (933م) کے شاگردوں میں سے بہت آگے نکل گئے تھے فقہ ابوالحسن (952م) سے حاصل کی تھی بغداد میں افلاس و تنگدستی میں دن بسر ہو رہے تھے علم الکلام میں اتنے فائق تھے کہ ان کے اپنے استاد ابوالحسن بھی ان سے رجوع کرتے تھے، ورع اور تقوے اور پاکیزگی پسند اتنے کہ طہارت کو وہم کی حد تک اپنائے ہوئے تھے، بیت الخلاء کے لئے جوتی الگ ہوتی تھی، وضو کے لئے الگ اور عام استعمال کے لئے الگ، ایک دفعہ ـــــ عضد الدولہ ـــــ نے خاص کھانا تیار کرا کے بھجوا دیا آپ نے ایک لقمہ تک نہیں لیا واپس بھجوا دیا اور سادہ کھانا کھا کر گذارہ کر لیا۔ (ط۔م صفحہ 105)

❋

144 ابوبکر زبیری

حضرت زبیر بن عوام پاکیزہ گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ طلبِ جاہ سے دور بھاگتے تھے جناب ابوبکر محمد بن ابراہیم الزبیری اسی خانوادے سے نسبی تعلق رکھتے تھے انہوں نے مشکل اور آسان تقریباً 33 کتابیں دفاعِ قرآن میں لکھیں۔ آپ نے وقت کے بڑے منکرِ قرآن ابنِ راوندی کے خلاف چار کتابیں لکھیں۔ اصفہان میں رہائش تھی۔ سلطانِ اعظم نے حسبِ رُتبہ نوازا۔ اصفہان کی جامع مسجد میں ہر وقت ہزار آدمی جمع رہتے اور آپ کی تعلیمات سے مستفید ہوتے رہتے۔ وہ ہمیشہ دُعا کرتے کہ انہیں ''نایافت'' کی موت نصیب نہ ہو کسی کا دینا نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ جو لوگ ان سے گھر پر ملنے جاتے (آخری عمر میں)۔ ان کا اندازہ ہے کہ گھر میں تمام اثاثہ چند ٹکوں سے زیادہ نہیں تھا۔ قاضی عبدالجبار کا کہنا ہے کہ۔ اس نے ابوبکر زبیری کی دُختر کو جبکہ وہ عمر رسیدہ ہو چکی تھیں دیکھا تھا۔ وہی اپنے باپ کی چال ڈھال نہ گھر میں حسبِ منشا اثاثہ نہ دیگر ٹھاٹ باٹ۔ قرآنیات میں ابوالھذیل علاف کا طریقِ استدلال پسند تھا۔

دوستو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے نام پر کوئی دُکان قائم ہوئی نہ روحانی ٹھپہ لگا ورنہ تو زبیری فیملی کا کوئی بھی فرد جہاں کہیں ہوتا خوشحال اور مالدار ہوتا۔

❋

145 ابو عمران السیرانی

ایک اور سیرانی ابو عمران کے کنیہ سے مشہور تھے امام احمد بن یحییٰ نے اسے توحید اور عدل۔ کے راہواروں میں شمار کیا ہے ابو ہاشم جبائی صغیر کے شاگردوں میں تھے۔ بعد میں ابو بکر الاخشید (946م) کے ساتھیوں میں شامل ہو گئے عقیدۂ اعتزال کے مؤمن تھے جنہیں مخالفوں نے بڑی اذیتیں دے رکھی تھیں۔

(طبقات احمد بن یحییٰ صفحہ 108) ❁

146 ابو الحسن عبیداللہ الکرخی (952م)

متاخرین فقہائے احناف میں سے ابو الحسن الکرخی (952م) بلاشبہ قدآور احناف میں سے تھے لکھا ہے انتهت الیه ریاسته الحنفیة بالعراق. عراق میں حنفیت کی سلطانی آپ کی ذات پر منتہی سمجھی جاتی ہے آپ نے اصول کے باب میں ایک رسالہ تصنیف کیا جس پر حنفیت کے فروعات کی تشکیل ہوئی ہے۔(الفوائد البهیه 107) آپ اپنے عہد کے مسلّم پیشوا اور راسخ العقیدہ حنفی تھے۔ لکھتے ہیں کہ۔ ہر وہ آیت جو اس طریقہ کے مخالف ہو جس پر ہمارے اصحاب ہیں وہ یا تو مؤول ہے یا منسوخ ہے!

(تاریخ فقه اسلامی ترجمہ عبدالسلام ندوی طبع اعظم گڑھ صفحہ 421 سطر 12 تا 13)

اس طرح گویا انہوں نے حنفیت کو جمود کی نذر کیا اور اہلحدیثوں کی طرح قرآن کو سپریم لاء تسلیم نہیں کیا تاہم عقائد کے باب میں وہ حنفیت سے مطمئن نہیں تھا۔ ان کا علم اور زہد۔ عقیدۂ ''توحید'' میں رسوخ کی ضمانت فراہم کرتا ہے بلاشبہ وہ علمی دنیا میں بلند مقام پر فائز تھے شیخ ابو عبداللہ سے علمِ کلام حاصل کیا اور پھر اسی پر قائم رہے آپ کا یہ معمول تھا کہ۔ کان ابوالحسن لا یدخل منزلا فیه مصحف علی غیر طهارة اعظاماله

جس گھر میں مصحف مجید رکھا ہوتا اس میں بغیر وضو کے داخل نہ ہوتے۔

(طبقات المعتزله صفحہ 8/130)

147 ابو القاسم تنوخی کبیر (953م)

مجتہد علے الاطلاق۔ صاحبِ فہم و فراست علی بن محمد بن ابو الفہم داؤد بن ابراہیم بن تمیم ابو القاسم تنوخی کبیر (953م) قاضی تھے۔ ادیب تھے، شاعر تھے معتزلہ کے اصولوں کے راہبر تھے فقہ حنفی میں امتیاز حاصل کر

رکھا تھا زبردست فقیہ تھے بایں ہمہ اعتزال ان کے رگ وریشہ میں سمایا ہوا تھا۔ زمانۂ دراز تک بغداد میں رہے۔ وزیر علبی کے خاص ندیموں میں سے تھے۔ بصرہ اوراہواز کے قاضی رہے۔ تنوخ اور قضاء والوں کو آپ پر ناز تھا۔(وفیات الاعیان طبع مصر جلد 353/1. تاریخ بغداد 77/12. الفوائد البھیة صفحه 137)

148 مسعودی (957م)

تاریخ، اخلاقیات، مذہب اور ثقافت میں اپنا مقام پیدا کرنے اور حقیقت آفرینی کی صلاحیتوں کا لوہا منوانے والوں میں علی بن الحسین بن علی ابوالحسن مسعودی (957م) کا نام ہمیشہ اونچا رہے گا۔ ان کی بابت امام ذہبی لکھتے ہیں عداده فی اهل بغداد. نزل مصر مدة و کان معتزليا

ان کا شمار اہلِ بغداد میں ہوتا ہے مصر میں کافی عرصہ رہے عقائد میں پکے

معتزلی تھے۔ (تذکرہ الحفاظ 70/3-220)

مسعودی کی کتابیں مسلمان اور یورپ والے یکساں طور پر پڑھتے اور اپنی معلومات میں اضافہ کرتے ہیں بلکہ مغرب میں بجا طور پر آپ کو عربوں کا ''ہیروڈیٹ'' پکارتے ہیں۔

(العرب والروم صفحہ 283)فوات الوفیات45/2۔لسان المیزان224/4۔تذکرہ الحفاظ 70/3)

149 العسال (960م)

ابوعثمان محمد بن احمد بن ابراہیم الاصفہانی۔ العسال (960م)۔ دینی علوم کی ''پہچان'' تھے سب سے پیش پیش تھے اس کی بابت قاضی کا کہنا ہے کہ اس کا گھر صاحبانِ علم وفضل کا مرکز بنا ہوا تھا وقت کے بڑے بڑے فضلا مثلاً ابوالقاسم بلخی (931م) اور ابوبکر زبیری (۔۔۔) جیسے قدآور علماء کا جمگھٹا رہتا تھا۔ اس کے باوصف خود عسال علمی مشاغل میں اس قدر مصروف رہتا تھا کہ کسی کو وقت نہ دے سکتا تھا۔ ادھر اصفہان پر آپ کی حاکمانہ حیثیت بھی تھی لوگوں سے سال میں صرف ایک مرتبہ اور وہ بھی اپنے خاندان والوں سے ملنے کے لئے نکلتے تھے جس سے لوگوں میں بے چینی راہ پا گئی۔ 9ویں طبقے سے تھے۔

(ط۔م صفحہ 102-اخبارِ اصفھان 283/2-سیر اعلام النبلاء طبقہ نمبر 20)

150 ابوالحسن البرذعی' (961م)

فاضلانِ علم وادب اور دانشورانِ قرآن میں ابوالحسن احمد بن عمر بن عبدالرحمان البرزعی (961م) ایک روشن حوالہ ہے۔ بغداد کے علمی حلقوں میں نہایت احترام سے آپ کا نام لیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ ابوالعباس حلبی نے برزعی سے دریافت کیا کہ۔ فعل سے پہلے استطاعت کے ہونے پر آپ کے پاس کون سی دلیل ہے؟ برزعی نے فرمایا۔ اللہ کا یہ قول ہماری دلیل ہے۔ قال عفریت من الجن انا آتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک و انی علیہ لقوی امین.

سلیمانؑ سے عفریت نے کہا کہ۔ میں اتنی دیر میں کہ آپ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوں اس کا تخت لاسکتا ہوں! اور میں کہہ سکتا ہوں کہ مجھ میں اتنی سکت ہے۔ (نمل، 39)

اس طرح اس آیت میں اللہ نے خبر دی ہے کہ عفریت میں۔ عمل (فعل) سے پہلے۔ سکت موجود تھی۔ اس پر حلبی نے کہا۔ یہ جھوٹ ہے بالکل جھوٹ۔ عفریت کا جھوٹ ہے جو نا قابلِ قبول ہے اس سے بڑا جھوٹ معتزلہ کی تصدیق ہے اس پر امام برزعی نے فرمایا۔ اللہ کی تصدیق اور۔ سلیمان کے تسلیم کرنے کو جھوٹ کہنے کی آپ نے جرأت کیسے کی؟ معتزلہ دشمنی کے معنے یہ تو نہیں کہ آپ کو سب کچھ کہہ ڈالنے کا پروانہ مل گیا ہے۔ جب عفریت کی بات سن کر اللہ نے نہیں جھٹلائی۔ اور سلیمانؑ نے انکار نہیں کیا؟ تو جھوٹ کیسے ٹھیری؟ اللہ نے دیگر مقامات پر بھی فعل سے پہلے۔ استطاعت کی خبر دی ہے مثلاً فرمایا لو استطعنا لخرجنا معکم

اگر ہم میں استطاعت ہوتی تو ہم (عملی طور) پر تمہارے ساتھ نکل آتے۔ (التوبہ، 37)

پھر دوسرے مقام پر فرمایا و انھم لکاذبون (انعام 28۔ مؤمنون، 90۔ صافات، 152)۔ تو تمہاری یہ جسارت کہ تکذیب کا تیر ہر جگہ چلائے جاؤ جبکہ اللہ نے تکذیب کا اشارہ تک نہیں کیا۔ جبکہ تم نے اس کا انکار کیا جس کا انکار سلیمان نے بھی نہیں کیا؟ اس پر حلبی خاموش ہوگیا اور پھر بولنے کی جسارت نہیں کی۔ (طبقات صفحہ 90، صفحہ 91) ابن الندیم۔ کہتے ہیں کہ میں نے 340 ہجری میں برزعی کو دیکھا تھا انہیں مجھ سے پیار ہو گیا تھا۔ متعہ کے خلاف ان کی کتاب نے بڑی شہرت پائی تھی۔

(الفہرست ابن الندیم طبع مصر صفحہ 237)

151 ابو الطیب (961م)

ابراہیم بن محمد بن شہاب ابوالطیب (961م) بغداد کے بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے علمِ کلام آپ کا پسندیدہ موضوع تھا۔ علماء سے ان کے مناظرے اور مباحثے مشہور ہیں۔ (ابن الندیم مقالہ الخامۃ)

❀

152 یوسف (975م)

یوسف بن الحسن بن عبداللہ اپنے والد حسن بن عبداللہ کی طرح قافلۂ فکرِ قرآنی کے راہی تھے ان کے والد نے لغت میں ایک مبسوط کتاب لکھی تھی جو نامکمل تھی یوسف نے اسے مکمل کر لیا تھا۔ (الوفیات، 350/2)

❀

153 ابو الجیش بلخی (977م)

مظفر بن محمد بن احمد عرف ابوالجیش بلخی (977م) بڑے عالم تھے۔ مناظر تھے۔ متکلم تھے قدری تھے اور جلد ساز تھے۔ (الذریعہ 507/1-وجلد237,236/2)

❀

154 السیرانی (979م)

قرآنی فکر و دانش کے بڑے راہوار امام حسن بن عبداللہ بن مرزبان السیرانی (979م) نحو و ادب کے قد آور امام تھے بغداد میں نائب قاضی کے ذمہ دار عہدے پر فائز تھے۔ پاکیزہ کردار (متعففا) تھے۔ ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے کتابت روزی کا ذریعہ تھا۔ عقیدۂ اعتزال کے راسخ شہسوار تھے۔

(تاریخ بغداد 341/7۔ وفیات الاعیان 130/1)

❀

155 ابو بکر جصاص (980م)

ابوبکر رازی احمد بن علی جصاص (980م) قرآن کے بڑے پیروکاروں میں سے تھے۔ حاکم کا کہنا ہے کہ فقہا میں نہ اِن سے پہلے اور نہ ان کے بعد ان جیسا فائق گذرا ہے نہ علم میں نہ تقویٰ میں نہ تصنیف میں نہ تحریر

میں ۔قاضی القضاۃ بنائے جانے کی پیشکش ہوئی شانِ بے نیازی سے ٹھکرا دی وہ بہت بڑے صاحبِ تصانیف تھے وہ لوگوں کو تو حکم دیتے کہ فقہ کی کتابیں لکھیں مگر خود۔علمِ کلام کی کتابیں لکھتے اور کہتے تھے کہ۔علمِ کلام کی کتابت اور تدوین کے ذریعہ میں قربِ الٰہی کا مستحق بن جاؤں گا۔ کہتے ہیں کہ آپ نے احکام القرآن لکھ کر جہاں احناف کو زندۂ جاوید بنا دیا وہاں ان کے چہرے پر یہ داغ بھی دھو ڈالا کہ ان لوگوں کو قرآن نہیں آتا آپ حنفی۔قدری تھے۔ ❁ (الجواهر المضيئة جلد 84/1)

156 جُعل. الكاغذی (980م)

الحسین بن علی بن ابراہیم ابوعبداللہ عرف ''الجعل'' ایک بڑے قدآور عالم تھے زرکلی لکھتے ہیں۔فقیه من شیوخ المعتزلة . کان رفیع القدر انتشرت شهرته فی الاصقاع ولا سیما خراسان

فقیہ تھے معتزلہ کے قدآور اور بڑی وجاہت والے شیخ تھے۔خراسان اور اس کے نواحیات اور بیابانی علاقوں میں خوب نام کمایا۔ابوحیان کہتے تھے کہ بڑے دل جلے تھے گفتگو کے تمام زاویوں پر حاوی تھے۔با ایں ہمہ مخالف سے بات کرتے وقت کُھلے ظرف کا مظاہرہ نہ کر سکتے تھے۔قلم کے دھنی تھے لکھتے جاتے اور تھکتے نہ تھے تدریس میں بے مثل قوت کا اظہار فرماتے تھے۔

(زرکلی 266/2 بحوالہ۔المنتظم۔101/7-شذرات الذهب 68/3)

157 عبدالغفار الفارسی (987م)

حسن بن احمد بن عبدالغفار الفارسی (987م) علوم عربیہ کے باکمال راہی تھے۔التذکرہ کے نام سے بیس جلدوں میں علوم کا تعارف کرایا۔معتزلی تھے۔

(زرکلی 194/2۔نیز وفیات الاعیان 131/1۔انباہ الرواۃ 273/1)

158 المیزوکی

ابوالقاسم احمد بن علی المیزوکی منفرد صلاحیتوں کے مالک تھے علمِ قرآن و دیگر علوم، ادب، لغت کے

ماہر تھے علمی زندگی میں متورع اور پاکیزہ تھے نیشاپور وارد ہوئے تو صاحب بن عباد (995م) نے اسے اپنے ہاں بُلوانے کی استدعا کی تو اُسے جواب میں منظوم خط لکھا کہ

قل للذی لقب یا لصاحبِ	و لستُ فیما قلتُ با للاعیب
تعتمد العدل ولا ترعوی	اُفّ لهٰذا القولِ من کاذب
و تدعی انک مستبصر''	یا شاهدا فی صورة الغائب
عاریتُ من والیتُ ان لم اکن	منک و من فِعلک فی جانبِ

مفهوم:- جس نے الصاحب کے لقب سے شہرت پائی ہے اسے کہہ دو کہ میں فضول بولنے کا عادی نہیں ہوں دُکھ تو اس بات کا ہے کہ تم ''عدلی'' ہونے پر یقین کر لینے کے باوصف عدل کی آبیاری سے قاصر ہو۔ تو کیا یہ تمہارا جھوٹا دعویٰ نہیں؟

تم اپنے بارے میں بڑی دیدہ ریزی کا دعویٰ کرتے ہو جبکہ نظر ہمیشہ اس پر رکھتے ہو جو نظر سے غائب ہے یعنے خام خیالی اور سراب پر نظر رکھتے ہو جو حقیقت میں وجود ہی نہیں رکھتے۔

میں تمہاری چاہت سے غرض نہیں رکھتا اگر چہ تمہارے فعل اور عمل سے یکسو بھی نہیں ہوں۔

آپ بارہویں طبقے سے تعلق رکھتے اور بڑے لوگوں کی ندیی اور ہم نشینی سے دور بھاگتے تھے۔

(ط۔م صفحہ 117-118)

❋

159 علی الجامع

ابوالحسن علی بن عیسےٰ۔ عرف ''الجامع''، تفسیر اور علمِ کلام کے بڑے جامع تھے فقہ، حدیث علوم قرآن، صرف ونحو، لغت اور ادب غرضے کہ تمام علوم ان میں جمع ہو گئے تھے وہ ایک معنے میں ''جامع العلوم'' تھے اور بجا طور پر ''علی الجامع'' کے لقب سے شہرت پائی تھی جب صاحب بن عباد (995م) سے کہا گیا تم نے تفسیر کے موضوع پر بھی کچھ لکھا ہے؟ تو جواب میں کہا کہ۔ علی بن عیسےٰ نے کوئی کسر چھوڑی ہوتی تو میں لکھتا۔ یہ علی الجامع دسویں طبقے سے تھے مالی حیثیت صفر تھی مگر تنگدستی میں بھی شانِ بے اعتنائی وشانِ کج کلاہی نمایاں تھی وہ اپنی تفسیر کو بہت بڑے ''بُستان'' سے تشبیہ دیتے تھے جس میں سایہ تھا۔ گھاس کے تختے تھے، پودے تھے، پھولوں کی کیاریاں تھیں۔ نیز ہر فن اور علم سے حصہ وافر پایا تھا۔ سیبویہ (779م) کی شرح کی۔ انشید (936م) پر تشریحی نوٹ لکھے۔

(ط۔م صفحہ 110)

❋

160 ابو الفضل کشی

معتزلہ کے علمائے بارزین میں علامہ امام ابوالفضل الکشی معتزلہ کے نویں طبقے سے تعلق رکھتے تھے ابو علی (916م) کے پسندیدہ شاگرد تھے۔ تین کتابیں لکھیں اور اپنے موضوع کے لحاظ سے تینوں ہی لاجواب اور بے مثل تھیں۔ I. المخلوق ___ II. الاستطاعة ___ III. الارادة ___ اور یہ تینوں مسائل معتزلہ کے بنیادی مسائل ہیں۔

❁

161 اسماعیل البستی

امام ابوالقاسم اسماعیل بن احمد البستی نیز ابوعلی قاضی محمد بن عبدالجبار (916م) سے منسلک تھے زیدی تھے لیکن عقائد اور کلام میں اپنے اُستاد ابوعلی کی کُھل کر حمایت کرتے تھے۔ اور اسی نے معتزلہ کے جانی دُشمن قاضی ابوبکر باقلانی سے اعتزال کی حقانیت پر مناظرہ کر کے باقلانی کو شکست سے دوچار کر دیا تھا۔ آپ کا تعلق بھی معتزلہ کے نویں طبقے سے تھا۔

❁

162 سعید باھلی

ابوعمرو سعید بن محمد باھلی کی بابت قاضی عبدالجبار الہمدانی (1025م) فرماتے تھے کہ باھلی علمِ کلام میں یگانۂ روزگار تھے۔ شعر۔ اور گذشتہ زمانے کے حالات پر کامل دسترس رکھتے تھے جبائی (916م) کے شاگرد تھے اور جبائی ہی کہتے تھے میرے نزدیک ایسی صلاحیتوں والا آدمی قیامت تک پیدا نہ ہوگا۔ آپ کا تعلق نویں طبقے سے تھا عمر بھر اپنے اُستاد جبائی کے پاس رہے جب کبھی اپنے گھر والوں سے "عسکر" میں ملنے جاتے، پھر سیدھا استاد کے پاس پہنچ جاتے اور کہیں نہ جاتے یہ اپنے استاد ابوعلی جبائی کی باتوں کا اِملا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ۔ ابوعلی کے دقیق نکتے اور اس کا تمام کلام جو باھلی نے ڈکٹیٹ کر رکھا تھا یاد بھی کر رکھا تھا۔ لوگوں کو ہمیشہ نرمی اور خوشگواری سے دین کی باتیں سمجھاتا تھا جب سُنتے کہ فلاں آدمی باھلی کو بُرا بھلا کہتا ہے تو اس سے نہایت نرمی اور شفقت سے پیش آتے۔

کہتے ہیں کہ باھلی کا ماموں مجبری تھا اس نے محسوس کیا کہ لوگ کہیں اسے باھلی کے مسلک کا تصور نہ کریں۔ بنابریں اس نے ایک دفعہ اپنے بھانجے باھلی سے کہا کہ۔ آپ جتنا کچھ ہمارے عقیدے کے خلاف عقیدہ رکھیں مگر ہیں تو ہم میں سے؟ لہٰذا آپ کو چاہئے کہ اپنے خویش و خاندان سے الگ تھلگ نہ ہوں۔ اس پر

ابوالحسن برذعی (961م) نے اس کے ماموں سے کہا کہ اتنا انتقامی لہجہ استعمال کرنے کے بعد بھی آپ اُمید رکھے ہوئے ہیں کہ وہ آسانی سے اپنا مسلک چھوڑ دے گا کتنی غلط اُمید ہے؟ اس پر باہلی کے ماموں نے کہا میں تم سے اُلجھنا نہیں چاہتا یہ ہمارا کتا ہے اس سے مناظرہ کرلو۔ وہ کتا دراصل مجبرہ کا سردار تھا جس نے فخریتاً۔ کلب السنۃ ۔ اپنا لقب اختیار کیا تھا۔ اس پر ابوالحسن برزعی نے کہا۔ ہم انسانوں سے بات کر سکتے ہیں کتوں سے نہیں۔ (ط۔م۔صفحہ 97) معتزلہ کی ضد میں کوئی کتا بنے خواہ انسان۔ سعید بہرحال پکے مسلمان تھے معتزلی تھے اور قرآنی دانشور تھے ابن عمر لکھتے ہیں۔ من کبار المعتزلہ۔ باہلی قدآور معتزلہ میں سے تھے۔

❀ (لسان الميزان 360/5)

163 عبدالله . الرامهرمزی

رامہرمزکی جامع مسجد کے امام ابومحمد عبداللہ بن العباس رامہرمزی امام ابوعلی محمد بن عبدالوہاب (916م) کے عقائدی ہم سفروں میں سے تھے جو گاہے بہ گاہے ان کے پاس پہنچ کر فیضیاب ہوتے تھے قاضی عبدالجبار واقعہ بیان کرتے تھے کہ رامہرمزی کا بڑا علمی مقام تھا اور میں اکثر اس کی مسجد میں جایا کرتا تھا بلکہ میں نے اپنی ضخیم تفسیر "المغنی" کی تالیف کی ابتدا بھی اسی مسجد ہی میں کی تھی۔ امام رامہرمزی بلاشبہ عقلیات کے امام تھے معتزلی تھے 9 ویں طبقے سے تعلق تھا بڑے خوشخط تھے۔ ❀ (ط۔م صفحہ 98 و صفحہ 90)

164 عبدالله اللبّاد

ابومحمد عبداللہ بن سعید اللبادمعتزلہ کے 12 ویں طبقے سے وابستہ تھے قاضی عبدالجبار (918م) کے ساتھیوں میں سے تھے۔ قاضی نہ ہوتے تو ان کی غیر موجودگی میں درسِ قرآن بھی وہی دیتے تھے انہوں نے عقلیات کی حمایت میں "النکت" جیسی شاہکار کتاب لکھی ❀ (ط۔م صفحہ 116)

165 دُخترِ جبائی

شعور اور خرد کی دولت سے صرف مرد ہی مالا مال نہیں ہوئے ان کے پہلو بہ پہلو خواتین بھی عقل و دانش سے حصۂ وافر پاتی رہی ہیں ابوعلی جبائی کی بیٹی اور ابوہاشم جبائی صغیر کی بہن۔ بڑی عالمہ تھیں علم کے میدان میں بہت آگے تھیں انہوں نے اپنے والد ابوعلی سے بہت کچھ سیکھا وہ والد سے جو مسئلہ دریافت کرتیں اس کے جوابات کو ذہن اور حافظہ کا حصہ بنالیتیں وہ اپنے عہد میں عورتوں کو حسبنا کتاب اللہ کے متن کے مطابق

تیار کرتیں اور نور قرآن سے سب کا سینہ منور کرتیں۔ ❁

166 قاضی ابو نصر محمد بن سهل

قاضی ابو نصر محمد بن محمد بن سہل۔ خراسان اور عراق میں یکساں شہرت رکھتے تھے شیخ ابو حامد اسحاق کے شاگرد تھے معتزلی تھے۔ ❁ (ط۔م صفحہ 130)

167 ملاحمی

ابوالحسین البصری محمد بن علی۔ اصولِ فقہ کے بڑے امام تھے ان کے شاگردوں میں محمود بن ملاحمی جو کہ بارہویں طبقے میں سے تھے۔ علمائے متأخرین میں سے تھے بلکہ استاد تھے بہت احترام سے دیکھے جاتے تھے امام یحییٰ بن حمزہ۔ اکثر امامیہ اور مجبرہ میں سے امام فخر رازی اس کی رائے کا احترام کرتے تھے۔

❁ (ط۔م صفحہ 119)

168 ابو الحسین الطوائقی

ابوالحسین الطوایقی بغداد کے بڑے صاحبِ علم تھے اصولِ فقہ کی مبادیات، فروع اور استخراجات کے تمام "مظانات" سے بخوبی آگاہ تھے امام شافعی کے مسلک کے تھے دسویں طبقے سے وابستہ "عدلی" تھے۔

❁ (ط۔م صفحہ 108)

169 ابو القاسم العامری (991)

علم الکلام کے جری مجاہد اور مناظر ابوالقاسم العامری (991) سرمن رائے۔ کے باشندے تھے۔ علمِ کلام کی جوئے رواں تھے ایک بار حبال الرازی (۔۔۔) نے دریافت کیا کہ۔ کیا وجہ ہے کہ آپ قدرت کی تعریف میں کہتے ہیں کہ

> ''جو توانائی کسی چیز کو عدم سے نکال کر وجود میں لائے اسی کا نام قدرت ہے۔''

عامری کہتے ہیں۔ اگر قدرت کی یہ تعریف نہ کی جائے تو یہ قدیم سے متعلق ہو جائے گی۔ اور اللہ کی طرح قدرت بھی جامۂ قدامت میں نمودار ہوگی۔

عامری کی وضاحت پر بات ختم ہوگئی۔ (طبقات المعتزلہ صفحہ 102)

انہوں نے اعتزال کی بابت تفصیلی کتاب لکھی تھی۔ نام تھا "التقریر . لا وجہِ التقدیر" یہ بنیادی طور پر منطق اور فلسفۂ یونان کے شارح تھے۔ سن وفات غالباً ۹۹۱ تھا۔

(ابن مسکویہ 277/6۔ ارشاد الاریب 411/1۔ معجم الادبار 122/19)

❋

170 ابو الحسن الرمانی (994م)

جنہوں نے قرآن کے پیغام کو اپنے رنگ میں مقبول کیا اور روایات وملفوظات کی کثافت سے کلام خدا کو پاک سمجھا ان میں امام۔ علی بن عیسٰے بن علی بن عبداللہ ابوالحسن الرمانی (۹۹۴م) کا نام نمایاں ملے گا۔ آپ کا نحویوں سے تعلق تھا زبردست معتزلی اور برملا دانشِ قرآن کو فروغ دینے والے عالم تھے آپ نے معتزلہ کے استدلال کے بارے میں "صنعة الاستدلال فی الاعتزال" کے نام سے سات جلدوں میں ضخیم مجموعہ چھوڑا علاوہ ازیں کتاب التفسیر لکھ کر معتزلہ کے خزانہ استدلال کو براہین ودلائل سے مالا مال کر دیا۔

❋

171 محسن تنوخی (994م)

المحسن بن علی بن محمد بن ابی الفهم داؤد التنوخی (۹۹۴م) بڑے ادیب تھے سخن سنج اور روزین الرائے تھے قاضی تھے۔ بصرے میں پیدا ہوئے اور بصرے ہی میں جوان ہوئے جزیرہ میں قاضی مقرر ہوئے اضافی امور بھی انہی کے سپرد تھے اور پھر بغداد میں سکونت اختیار کی اور بغداد ہی میں وفات پائی قد آور معتزلی تھے۔

❋

172 محمد المرزبانی (994م)

محمد بن عمران بن موسے ابوعبیداللہ المرزبانی (۹۹۴م) خراسانی تھے مؤرخ اور ادیب تھے۔ جائے ولادت ووفات بغداد میں تھا عقیدے کے راسخ معتزلی تھے۔ عضدالدولہ اس کا بیحد احترام کرتا تھا۔

(الوفیات 507/1۔ تاریخ بغداد 135/3۔ میزان الاعتدال 114/3)

❋

173 ابو القاسم الطالقانی (995م)

اسماعیل بن عباد بن العباس ابو القاسم الطالقانی (995م) علم و ادب میں اپنے عہد کے نابغہ تھے۔ رائے کی اصابت یعنے پختہ فکری اور تدبیر امور میں آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ ثعالبی کہتے تھے علم و ادب میں ان کا مقام بہت اونچا تھا۔ جود و سخا میں اپنی شان کے آدمی تھے غرض بہت سی خوبیوں اور عمدہ خصائل کے مالک تھے قابلِ فخر باتیں ان کی ذات میں جمع تھیں آپ نے 7 جلدوں میں ''محیط'' کے نام سے لغت بھی لکھا تھا۔ سب سے بڑی خوبی یہ کہ وہ جواب اتنا جامع و مانع دیتے کہ انسان محوِ حیرت رہ جاتا آپ نہ صرف علم دوست تھے معتزلہ نواز بھی تھے۔

(معجم الادبا طبع مصر 273/2 - 343 - ابن الوردی 312/1 - ابن خلدون 466/4)

❁

174 محمد حارثی (996م)

محمد بن علی بن عطیہ ابو طالب الحارثی (996م) دو متضاد وصفوں کے حامل تھے صوفی بھی تھے اور معتزلی بھی یعنے خود ہی کپاس تھے اور خود ہی آگ۔ یعنے کہ لوگوں کے معیار سے ہٹ کر بات کرتے تھے۔

❁ (وفیات الاعیان 491/1 - تاریخ بغداد 89/3)

175 عبداللہ الاسدی (997م)

عبداللہ بن محمد بن جرد۔ ابو القاسم الاسدی (997م) کے بارے میں زرکلی لکھتا ہے معتزلی من العلماء بالعربیہ۔ موصل میں ادب عربی پر عبور رکھنے والے معتزلی عالم تھے۔

❁ (354/4 بحوالۂ ارشاد الاریب 5/5)

176 ابن خلّاد

ابوعلی خلاد بن محمد بن خلاد۔ جس نے کتاب الاصول لکھ کر نام کمایا عسکر میں ابو ہاشم سے تعلیم حاصل کی پھر مزید تعلیم کے لئے بغداد کا سفر کیا پہلے بہت کم فہم تھے اور اپنی اس خامی پر روتے تھے۔ تاہم محنت اور جدجہد پر زور دیا ذہن کھل گیا پھر ایسا ہوا کہ ہم عصروں کے مقابل زیادہ فائق نکلے قاضی عبدالوہاب (916) کا

کہنا ہے کہ۔ بصرے کے قیام کے دوران اس کی خالد بن محمد بن ابراہیم بن شہاب ابوالطیب سے ملاقات ہوئی جو ''مــرجیــہ'' تھے وعید کی بات کی ۔ان کے نزدیک اللہ وعید کے بارے میں اپنے حتمی وعدے میں تخفیف کرے گا۔ جبکہ اللہ کی بات جس طرح وعدے میں حتمی ہے وعید میں بھی وہی وزن رکھتی ہے ۔(ط۔م صفحہ 105)

معتزلہ میں طبقات کے لحاظ سے دسویں طبقے کے پہلے نمبر کے معتزلی تھے ۔ (صفحہ 105)

❋

177 محمد بن حنیف

ابوعبداللہ محمد بن احمد بن حنیف بصرے میں پیدا ہوئے ۔ ابوعبداللہ بصری کے شاگرد تھے ۔ بڑے علمی رُتبے پر فائز تھے اصول وفقہ اور مناظرے میں متعدد تصنیفات لکھیں ۔معتزلہ کے 11 ویں طبقے میں شمار ہوتے تھے ۔ (ط۔م صفحہ 115)

❋

178 النجار

ابوحامد احمد بن محمد بن اسحاق ۔النجار ۔ نے قاضی ابونصر بن سہل ،محمد خوارزمی اور ابوالحسن راہوازی سے تعلیم حاصل کی پھر ''رے'' چلا گیا۔اور قاضی القضاۃ کے زیرِ تعلیم رہے 12 ویں طبقے سے تھے ۔

(ط۔م صفحہ 118)

❋

ابتدائی صدیوں کے دیگر دانشورانِ قرآن کا اِجمالی تذکرہ

ناظرینِ محترم :- قرآن کا بول بالا کرنے والے عملاً بے شمار اہلِ علم ہیں ان کے تعارف کے لئے وسیع پیمانے پر کام کرنے کی ضرورت ہے جبکہ میں کمزور، ناتواں، رنجور اور دائمی نسیان کا مریض ہوں اتنی ذمہ داری کا بوجھ نہیں سہار سکتا بلکہ میں کیا اس موضوع پر وسائل پر دسترس ہونے کے باوصف جس نے بھی دشت پیمائی کی جلد ہی آبلہ پائی کا شاکی نکلا اس کی ہمت جواب دے گئی وہ تھکا ماندہ ہوکر رہ گیا امام احمد بن یحییٰ (1437م) جو اس میدان کے شہسوار تھے لکھتے ہیں۔ لما فرغنا من ذكر طبقات الفقهاء ترجح لنا ذكر فصل غريب في تفصيل القائلين بالعدل والتوحيد من علماء الحديث وائمة النقل ليظهر ان اهل هذه العقيدة هم اشهر المشهورين من هذه الامته بالفضل علما وروعا

> ہم جب فقہائے مسالک کے تمام طبقوں کے ذکر سے فارغ ہوئے تو خیال آیا کہ حدیث وروایات کے حاملین جو عدل اور توحید کا عقیدہ رکھتے تھے ان کا ذکر بھی ہو جائے تا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ ان کے یہ لوگ آفتابِ شہرت کے درخشندہ ستارے تھے زیادہ فضیلت، زیادہ تقویٰ اور زیادہ ''ترمعاصی'' سے بچے ہوئے تھے۔

(طبقات المعتزله مصنفه احمد بن يحييٰ طبع بيروت صفحہ 133)

اسی طرح یہ ناچیز بھی جتنے صاحبانِ علم وفضیلت کا توحیدیوں، قدریوں، عدلیوں اور معتزلہ کے حوالے سے ذکر کر چکا ہے مزید کا اجمالی تذکرہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ کہ اب تفتیش اور تلاش کی میری تنگ دامانی اجازت نہیں دیتی چنانچہ اس کے لئے معتزلہ کے چھ مراکز کا اجمالی تعارف حاضر ہے۔ ابتدا مدینۃ النبی ﷺ سے کر رہا ہوں۔

اس گروپ میں غالی شیعہ بھی ہیں اور معتدل مزاج زیدی بھی۔ اہلِ روایات بھی ہیں اور مقلد بھی یعنے اپنے مسلک کے پابند بھی اور عقیدتاً نظریۂ توحید وعدل کے متوالے بھی۔ رجال کے محاذ پر کمزور بھی اور توانا بھی۔ اس طرح مدینہ منورہ میں ''اعتزال'' سے فیضیاب 29 شخصیات کا سُراغ مِلا ہے جس میں سے سات کا ذیل کے نمبروں میں تعارف ہو چکا نمبر 13، نمبر 39، نمبر 67، نمبر 73، نمبر 47، نمبر 11، اور نمبر 42 دیگر کی تفصیل اس طرح ہے۔

179 سفیان ثوری (778م)

سفیان بن سعید بن مسروق الثوری (778م) کے بارے میں لکھا ہے کان سید اهل زمانه فی علوم الدین والتقویٰ زمانے بھر میں علم وتقوے کے سردار شمار ہوتے تھے۔ اپنے حافظہ کے بارے میں کہتے ہیں۔ ما احفظت شیئا فنیستهٔ میں نے ایسی کوئی چیز یاد ہی نہیں کی جو بعد میں میرے حافظہ سے محو ہوگئی ہو۔ شائستہ عدلی تھے۔ (ابن الندیم جلد 225/1- ابن سعد 257/6 . تاریخ بغداد 151/9)

❁

180 تا 183

سعید بن ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف ــــــــ عبدالحمید بن جعفر جو حدیث میں بھی ثقہ تھے اور اعتزال میں بھی پختہ ــــــــ قاسم بن عباس اللیثی ہاشمی المدنی اعتزال میں شہرت رکھتے تھے ــــــــ ابن اسحاق محمد بن یسار ابوبکر المخزومی المدنی احد الاعلام قال ابو دائود قدری ومعتزلی (765م)

❁

184 قاضی شریک (794م)

قاضی۔ شریک بن عبداللہ بن الحارث (794م) حافظہ اور ذکاء میں کمال رکھتے تھے۔ علم وتقویٰ کو آپ پر ناز تھا فتویٰ میں کمال درجہ کی احتیاط برتنے والے معتزلی تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ 214/1- البدایۃ والنہایۃ 171/10- میزان الاعتدال 444/1)

❁

185 تا 188

صفوان بن سلیم جو کثیر الروایت بھی تھے اور برملا معتزلی بھی ــــــــ نون بن زید ــــــــ شمر بن عباد ــــــــ محمد بن الحسن۔

❁

189 محمد بن عجلان (757م)

محمد بن عجلان کے بارے میں ذہبی نے لکھا ہے کان ابن عجلان من الرفعاء والائمة اولی الاصلاح و التقویٰ والفتویٰ ۔ ابن عجلان رفیع المنزلة اور تقویٰ اور اصلاح کے حاملین میں سے تھے

آپ کے فتوئی پر لوگ اعتماد کرتے تھے۔ اپنی والدہ کے پیٹ میں تین سال سے زیادہ عرصہ رہے 757 میں فوت ہوئے (تعجب ہے کہ 3 سال تک ماں کے پیٹ میں رہے پھر ابن عجلان یعنے جلد باز بھی مشہور ہوئے؟)

❁ (میزان الاعتدال ذهبی جلد 103,102/3)

190 تا 193

ولید بن کثیر المدنی الاسلمی ۔قدری تھے ۔زیادہ تر مکے میں رہتے تھے ______ ابو مردود ______ عبدالرحمان بن یمان ______ امام مالک کے چچا سہیل بن نافع بن مالک ۔

❁

194 صالح بن کیسان (757م)

صالح بن کیسان کی بابت لکھا ہے المدنی المؤدب ابنا عمر بن عبدالعزیز بن فقھا المدینة الجامعین بین الحدیث و الفقه ۔خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے دو بیٹوں کے اتالیق تھے ۔مدینہ منورہ کے ان فقہا میں سے تھے جو بیک وقت حدیث اور فقہ کا علم رکھتے تھے ۔معتزلی تھے 757 میں فوت ہوئے ۔

(تهذیب التهذیب 399/4- تهذیب ابن عساکر 378/6)

❁

195 تا 197

اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص ______ ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ المدنی الاسلمی ۔پختہ شعار قدری تھے 878 میں فوت ہوئے ______ عبداللہ بن ابی لبید الثقفی عابد، ثقہ۔ الا انه قدری یکنی ابو المغیره ۔عبداللہ ثقفی یوں تو ثقہ تھے مگر قدری تھے ۔❁ (ذهبی 64/2)

198 نفس ذکیه (762م)

امام محمد بن عبداللہ بن الحسن بن الحسین عرف نفس ذکیہ (762م) پارسا۔ پاکباز اور علوم کے دریا بے کنار تھے آپ امامت کے اُمیدواروں میں سے تھے لڑ بھڑ کر خلیفہ منصور کے کچھ لوگوں کو تابع بھی بنالیا تھا اور زندگی کی حرارت سے محروم بھی کیا تھا تاہم احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے تاریخ بتلاتی ہے کہ ان الاماميين

مالکا وابا حنیفہ کانا یریان امامۃ نفس الزکیۃ اصح من امامتہ المنصور ۔ وعرف المنصور ذالک فاذاھما ضرباً مالکا علی الفتیا فی طلاق المکرہ وحبس ابا حنیفۃ علی القضاء

امام مالک اور ابوحنیفہ نفس ذکیہ کے لئے نرم گوشہ رکھتے اور کہتے تھے کہ خلیفہ منصور کے مقابل نفس ذکیہ کی امامت برحق ہے۔ چنانچہ منصور کو دونوں کی رائے کا پتہ چل گیا۔ امام مالک کو تو زبردستی طلاق واقع نہ ہونے کے فتوے پر پٹوایا اور امام ابوحنیفہ کو حبسِ دوام میں رکھا۔

(ابن خلدون 190/3- ابن اثیر 201/5- شذرات الذھب 213/1)

199 تا 200

محمد بن عبداللہ بن مسلم الزھری (772م) مالدار تھے بیٹے نے نوکروں سے مل کر قتل کر دیا تھا______

جعفر بن محمد الصادق بن علی بن الحسین الہاشمی ابوعبداللہ۔ بڑے عظیم انسان تھے اور احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

❁

مکہ معظمہ

اعتزال پسندوں کے دوسرے مرکز مکۃ المکرّمہ کے 12 حاملینِ توحید وقرآن میں سے نمبر 29 و نمبر 67 کا تعارف ہو چکا۔ آیئے دیگر سے ملئے۔

201 مسلم زنجی (790م)

مسلم بن خالد الزنجی (790م) فقیہ اہلِ مکہ تھے۔ الساجی کہتے ہیں کان یری القدر . معتزلی تھے۔ ازرقی کہتے تھے کان فقیھا یصوم الدھر ۔فقیہ تھے سال بھر روزے سے رہتے تھے۔ ابراہیم حربی کہتے تھے کان فقیہ اھل مکۃ ۔ مکے والوں کے فقیہ تھے۔ یہ اپنے ذریعہ سے روایت کرتے ہیں ملعون من اتی النساء فی ادبارھن. جو اپنی بیویوں کا پچھلا راستہ چلتے ہیں ان پر لعنت ہے (میزان الاعتدال 165/3) جبکہ ابن حجر (1451) روایات کا جنگل اُگا کر ثابت کرتے ہیں کہ بیویوں کی دبر کو بڑے بڑے قدآور

لوگ استعمال کرتے آئے ہیں اس کا انکار کیسے ہوسکتا ہے؟ کسی نے کہا کہ آپ کے ممدوح امام بخاری اور امام ذہلی بھی عورتوں کی دُبر زنی کو حرام کہتے تھے۔ اس کے جواب میں اِرشاد ہوتا ہے کہ یہ بخاری اور ذہلی کون ہوتے ہیں اور اتنے سارے قدآور لوگوں کے مقابل ان کی حیثیت کیا ہے؟۔ یہ خالد بہت سفید رنگ تھے لہٰذا انہیں زنجی (کالا) مشہور کیا گیا۔ بلکہ ہمارے ہاں بھی یہی رواج پایا جاتا ہے کہ بہت سفید رنگ آدمی یا بچے کو کالا کہتے ہیں پیار سے بھی اور نظر نہ لگ جانے کی وجہ سے بھی۔

(طبقات الفقها صفحه 48. تذکرة الحفاظ ذهبی 236/1)

❁

202 تا 210

عبداللہ بن نجیح ______ زکریا بن اسحاق۔ ثقہ تھے قدری تھے (میزان الاعتدال 248/1) ___ سیف بن سلیمان المکی ثقہ تھے قدری تھے (میزان الاعتدال 437/1) ______ معروف بن ابی معروف حدیثوں میں کمزور تھے ______ ابراہیم بن نافع المکی عطاء کے ساتھی ثقہ تھے ______ سلیمان بن ابی مسلم ______ عطاء بن یسار المدنی ______ امام مجاہد بن جبر ایک قدآور مفسر اور ثقہ عالم ابوالحجاج المکی (722م) ______ یہ سبھی اہلِ روایات سُنی فکر کے دانشورانِ قرآن یعنے معتزلی تھے۔

❁

211 ابن طاؤس (750م)

عبداللہ بن طاؤس بن کیسان الہمدانی (750م) حدیث کے ثقہ راویوں میں سے تھے۔ (تہذیب التہذیب 267/5) قدآور معتزلی تھے۔ محترم تھے۔

❁

شامی اعتزال پسند

قرآن کے چشمۂ صافی سے سیراب ہونے والے شامی اعلام اسلامی کا نمبر 19، نمبر 17، نمبر 30، نمبر 135 اور نمبر 23 کا تعارف ہو چکا اب دیگر سے ملئے۔

212 ثور بن یزید الحمصی (770م)

ثور بن یزید الحمصی الکلاعی ابوخالد (770م)۔ثقہ محدثین اور حفاظ حدیث میں شمار ہوتے تھے اور ان کا شمار ان جہابذ ۂ علم وفضیلت میں ہوتا ہے جنہوں نے قرآن کی راہ میں بڑے دُکھ جھیلے اور اذیتیں برداشت کیں زرکلی لکھتا ہے کہ۔ کان محدث حمص و کان قدریا فاخوجه اهل حمص لذالک من بلدهم سحبا . واحرفوا داره فانتقل الی المدینة

حمص کے بڑے محدث تھے قدری ہونے کی وجہ سے حمص والوں نے انہیں شہر بھر میں گھسیٹتے ہوئے باہر نکال دیا اور ان کے گھر کو آگ لگا دی وہ بے کس و بے بس ہوکر مدینۃ النبی ﷺ کی طرف چلے گئے۔

(بحوالۃ تهذیب التهذیب 36/2- شذرات الذهب 234/1)

❁

213 تا 230

طلحہ بن یزید ____ برد بن سنان ابوالعلاء الدمشقی ۔۔۔صدق شعار قدری تھے ____ عبدالرحمان بن یزید بن جابر ابوعتبہ الاسدی الداوانی۔الدمشقی ثقہ علماء میں سے تھے (768م) ____ یزید بن یزید بن جابر ____ سعید بن بشیر (784م) قدری تھے بصرے میں تعلیم پائی ولادت اور وفات دمشق کی تھی (تهذیب التهذیب 8/4- تهذیب ابن عساکر 121/16) ____ عبدالرزاق بن ہمام (827م) ____ حسان بن عطیہ ثقہ تابعی تھے قدآور اور قدیم قدریوں میں سے تھے (میزان الاعتدال 122/1) ____ علاء بن حریث دمشق کے بڑے فقیہ تھے (753م) ____ عبید بن الحکیم ____ ثابت بن ثور ____ ابو وھب ____ عبدالرحمان السلمی ____ عبداللہ بن یزید السلمی ____ محمد بن ابی منان القزاز (835م) ____ یحیٰی بن عبدالعزیز ____ ابو خالد ____ یحیٰی بن حمزہ دمشق کے قاضی جو راست گو قدری تھے تیس سالہ محکمہ قضاء سے وابستہ رہے (799م)۔(تذکرة الحفاظ 294/1 . مرأة الجنان 396/1) ____ محمد بن راشد المکول الشامی قدری تھے (میزان الاعتدال 159/3) ابو عالم کہتے تھے کہ رافضی تھے مگر ذہبی کہتے تھے فکیف یکون دمشقیا ۔دمشقی ہوکر رافضی کیسے ہوسکتے تھے؟ جو کچھ بھی تھے قرآن والے تھے 888م میں فوت ہوئے۔

❁

231 علقمہ بن قیس النخعی (681م)

علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک النخعی (681م) تابعی تھے علم کے بحر بیکراں تھے معتزلہ کے دوسرے طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی حینِ حیات پیدا ہوئے تھے بہت قد آور فقہی دانشور تھے۔ ''فقیہ العراق'' کے امتیازی لقب سے شہرت پائی تھی۔

(ط. م صفحہ 16 تهذيب التهذيب 276/7 . تذكرة الحفاظ 45/1)

❁

232 وکیع بن جراح (812م)

وکیع بن جراح بن ملیح الرواسی 812۔ بلند پایہ محدث اور قدری تھے مروان بن معاویہ نے کچھ رافضیوں کی فہرست بنا رکھی تھی یحییٰ بن معین نے مروان سے کہا وکیع تم سے اچھا تھا۔ مروان نے کہا مجھ سے اچھا؟ میں نے کہا جی ہاں!! اس پر وہ چپ ہو گیا اور مجھے کچھ نہ کہا۔

(تذكرة الحفاظ 282/1-حلية الاوليا 368/8-تاريخ بغداد 466/13)

❁

233 تا 234

ولید بن مسلم ابوالعباس الدمشقی۔ (810م) اہلِ شام کے قد آور عالم تھے اتنے بڑے فرزانہ کہ امام احمد بن حنبل کو کہنا پڑا کہ۔ مارأيت في الشاميين اعقل منه ۔ میں نے شامیوں میں وکیع سے زیادہ عقل والا نہیں پایا۔ (تذكرة الحفاظ 278/1- تهذيب التهذيب 151/11- غاية النهايه 360/2)

______ وضین بن عطاء الشامی ابو کنانہ کوسوی (762م) بڑے علم والے قدری تھے۔

❁

بصرہ (مرکزِ اعتزال)

مدینہ منورہ کی طرح معتزلہ کا دوسرا آبائی وطن بصرہ تھا جو عرب و فارس کے سنگم پر واقع تھا ان میں سے۔ ذیل کا تعارف ہو چکا، نمبر 65، نمبر 102، نمبر 94، نمبر 36، نمبر 22، نمبر 53، نمبر 75، نمبر 106، نمبر 177، نمبر 91، نمبر 41، نمبر 172، نمبر 167، نمبر 120، نمبر 134، نمبر 43، نمبر 44، نمبر 49، نمبر 60، نمبر 81، اور نمبر 27۔ یہ تقریباً سبھی یا زیادہ تر مجتہد اور زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اب دیگر سے ملئے جن میں ہر

سطح کے علما ملیں گے جو قابلِ فخر بھی ہونگے اور باعثِ ندامت بھی۔

235 حسن بصری (728م)

حسن بن ابی الحسن بصری ابوسعید (28-م) جن کی علمی عظمت کی ہیبت دلوں پر طاری رہتی تھی امرا اور مناصبِ جلیلہ پر فائز لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نشانہ بناتے وقت سود و زیاں کو خاطر میں نہ لاتے۔ نیک و پارسا تھے۔

(تہذیب التہذیب، میزان الاعتدال 254/1، حلیۃ الاولیاء 131/2)

236 تا 251

مالک بن دینار بصرے کے پارسا لوگوں میں شمار اور مصحف مجید کی کتابت کر کے پیٹ پالتے تھے 747م میں فوت ہوئے ــــــــ محمد بن واسع بن واسع بن جابر الازدی 741م۔ عہدۂ قضا کی پیشکش ہوئی۔ اللہ کے ہاں جوابدہی کے خوف سے ٹھکرا دیا۔ پختہ کار اہلِ حدیثوں میں سے تھے قدری تھے۔

(تہذیب التہذیب 499/9، تاریخ الاسلام ذہبی 159/5-161)

محمد بن عبداللہ المزنی ــــــــ سلیمان الشاذکونی 848م ــــــــ معلےٰ بن زیاد ابوالحسن فردوسی بصرے کے پارسا لوگوں میں سے تھے ــــــــ مطر بن طہمان الوراق رجالِ حدیث میں سے تھے نہ پختہ کار تھے نہ بالکل ہی ناکارہ ــــــــ حسن بن ذکوان ابوسلمہ البصری ــــــــ حسن بن بنہان ــــ واصل بن عبدالرحمان ــــــــ ابو ہلال الراسبی ــــــــ عباد بن راشد البصری حسن بصری سے روایت لینے میں راست گو تھے۔ محدثین اس کی بابت دو رائیں رکھتے تھے، اچھا تھا۔ اچھا نہیں تھا۔ (میزان الاعتدال 9/2)

حسن بن دینار ابوسعید التمیمی قدری تھے معیاری محدث نہیں تھے ــــــــ یزید بن ابراہیم التستری ــــــــ فرح بن فضالہ التنوخی البصری 793م مجروح بھی تھے اور غیر مجروح بھی ــــــــ مبارک بن فضالہ 780م قدآور علمائے حدیث میں سے تھے قدری تھے ــــــــ ربیع بن صبیح السعدی البصری 777م بصرے کا سب سے پہلا مصنف تھا مجاہد قسم کا آدمی تھا سندھ کے غزوے میں شامل ہونے کے لئے سمندری سفر اختیار کیا۔ سمندر ہی میں فوت ہوا اور کسی جزیرے میں دفن کیا گیا۔ (تہذیب التہذیب 247/3۔ حلیۃ الاولیاء 304/6)

❁

252 مطرف الشخیر (834م)

مطرف بن عبداللہ بن الشخیر (834م) کے بارے میں ذہبی لکھتے ہیں فقہاء کے بڑے گروہ سے تعلق رکھتے تھے ان کی اپنی سند کے ساتھ ایک روایت ہے کہ۔فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تین بندے ہیں جن کو اللہ اپنے دامن رحمت میں لے لیتا ہے۔اذا عطی شکر۔جتنا ملے شکر کر لیتا ہے۔اذا قدر غفر۔جب بدلہ لینے پر قادر ہو تو درگذر کر لیتا ہے و اذا غضب فتر اور جب طیش میں ہوتا ہے تو ٹھنڈا پڑ جاتا ہے (میزان الاعتدال 175/3)۔یہ حدیث محدثین کے کس معیار کی ہے مضمون کی حد تک تو سچ ہے (ط)

❁

253 تا 294

ابان بن یزید العطار البصری قدری تھے حافظ الحدیث تھے راستباز تھے ____ شلاق الطویل ____ حوشب بن عقیل الجری البصری روایت میں پختہ بھی تھے اور ناپختہ بھی ____ فضل بن عیسے الرقاشی ____ شریک بن الخطاب ____ حمران القصیر ____ کہمس بن المنہال ____ محمد بن دینار الطای البصری قدری تھے حدیث میں ضعیف بھی تھے اور قابلِ قبول بھی ____ صدقہ بن عبداللہ السمین سچا راوی تھا مگر ابو قاسم اور ذہبی کہتے تھے کہ قدری ہونے کے باعث نا قابلِ اعتماد تھا 782م میں فوت ہوا یعنے ان کا ایک ہی جُرم تھا کہ وہ قرآن کی حاکمیت کا عقیدہ رکھتا تھا ____ حمزہ بن نجیح۔حسن سے روایت لیتے تھے بخاری کہتے تھے کان معتزلیا وہ معتزلی ہونے کی وجہ سے اچھا نہیں لگتا تھا مگر ابو داؤد کہتے تھے اچھا لگتا تھا (میزان الاعتدال 289/1) ____ ابوحمزہ عطار ____ قطبہ بن غذافہ ____ یحیٰی بن حمزہ ____ صدقہ بن عبداللہ ____ یحیٰی بن کثیر ____ سفیان بن حبیب ____ عبدالرحمان بن عطاء الخفاف ____ حبیب الاعجم ____ عطاء بن میمونہ ____ مفرج بن عطاء میمونہ ____ حمر بن عامر ____ علی بن علی الدقاق ____ ھارون الاعور ____ عبدالرحمان بن مھدی ____ قاسم بن یحیٰے ____ ھشیم بن حمید ____ حجر بن ھلال ____ عبدالرحمان بن اسحاق 932م ____ حسن بن واصل ____ اشعث بن سعید السمان ____ عیینہ بن سعید القطان ____ عبداللہ بن عبید بن رزین ____ صالح بن رستم الخزاز عن الحسن ____ عبداللہ بن صالح بن رستم ____ جہم بن یزید العبدی ____ محمد بن سعید مولے بنی امیہ ____ ابونعامہ عدوی عمرو بن عیسے البصری مجموعی طور پر ثقہ تھے

______ بکر بن ابی شمیط ______ حسن بن عبداللہ بن سہل بن سعید بن یحییٰ بن مہران العسکری 1005ء ادیب تھے فاضل تھے لغوی تھے اور مفسر تھے ______ ابوالعوام عمران بن قطان ______ معاویہ بن عبدالکریم الثقفی ______ مسدد بن مسرہد بن مسربل الاسدی البصری 842 جس نے سب سے پہلے احادیث کو راویوں کی مناسبت سے مرتب کیا یعنے مسند لکھی ۔ان میں سے یحییٰ بن کثیر قرآن کی حاکمیت کو حدیث سے مشروط مانتے تھے۔

❁

295 عوف ابو جمیلہ (752م)

عوف ابو جمیلہ 752ء حضرت عائشہ کی قیادت کے شدید مخالف تھے آپ نے جنگِ جمل کے بعد مگر اسی جنگ کی مناسبت سے ایک حدیث بنائی تھی کہ لن یفلح قوم ولو امر هم امرأة وہ لوگ جنہوں نے ایک عورت کی قیادت قبول کی دینی و دنیاوی فوز وفلاح سے محروم ہوگئے (بخاری)۔اس غلو کے باوصف آپ قدری بھی اس شان کے تھے کہ داؤد ابی ھند دیکھ رہے تھے کہ ایک شخص عوف کو مسلسل پیٹ رہا اور کہہ رہا ہے کہ ۔ ویلک یاقدری . ویلک یا قدری ۔اے قدری تم تباہ ہوجاؤ ۔اے قدری تم پر پھٹکار ہو ۔مگر آپ ''قدریت'' پر اتنی اذیت پر اُف تک نہ کہہ سکے ۔وہ شیعہ ہونے کے باوجود ابن المبارک کے بقول نہ بدعتی تھا نہ بدعت کا قائل بلکہ ہر بدعت کا مخالف تھا۔ جرم تھا تو صرف یہی کہ وہ عائشہؓ کے خلاف تھا۔

(میزان الاعتدال 309/2) ❁

296 عباد بن منصور (868م)

قاضی عباد بن منصور الناجی البصری 868ء بصرے کے قاضی تھے ۔قدری تھے ابوالحسن القطان کہتے تھے کہ قدری تھا مگر اچھا آدمی تھا ۔اگرچہ روایت کے باب میں اس کی بابت دو رائیں تھیں۔

❁

297 عباد بن کثیر ثقفی (773م)

صوفی عباد بن کثیر الثقفی البصری 773م زیادہ تر مکہ المکرمہ میں رہتے تھے ۔عبداللہ بن مبارک ان کی کوتاہیوں کے مقابل خوبیوں کو ترجیح دیتے تھے وہ نبی اکرم ﷺ کے حوالہ سے کہتے تھے ۔ جعل الخلع تطلیقة بائنة خلع طلاقِ بائنہ ہے۔ ❁ (میزان الاعتدال 14/2)

298 تا 301

عبدالوارث بن سعید ابوعبید البصری 796م ۔عمرو بن عبید کے مدرسۂ فکر سے متعلق رہے اس کی بابت لکھا ہے حافظ ثبت کان فصیحا من ائمۃ الحدیث ۔حافظِ حدیث تھے قابلِ اعتماد تھے ۔ائمہ حدیث میں سب سے زیادہ فصیح تھے ۔(تذکرۃ الحفاظ 237/1) ______ عثمان بن مقسم ابوسلمہ الکندی البصری (779م) ۔ائمہ حدیث میں اونچا درجہ رکھتے تھے ______ عباس بن الفضل الانصاری 802م رجالِ حدیث میں سے تھے ۔قاضی تھے اور بصرے میں بڑے عالمِ قرآن تھے (تھذیب التھذیب 126/5) ______ سلام بن مسکین بصریوں میں ثقہ معتزلی تھے ۔ (میزان الاعتدال 402/1)

❁

302 محمد عنذر (808م)

محمد بن جعفر عنذر 808م اہلِ اتقاء میں سے تھے روایات میں اثبات ہوتا تھا لوگوں نے بہت کوشش کی کہ ان کی علمی خامیاں نکال لیں مگر کامیاب نہ ہو سکے ۔۔ویسے وہ بھولے بھالے بھی تھے ۔

(میزان الاعتدال 36/3)

❁

303 تا 305

عمرو بن فائد الاسواری ۔کو ابن المدینی اور عقیلی ۔معتزلی ہونے کا مجرم کہتے تھے نیز ملاحظہ ہو نمبر 57 ______ علی بن علی بن نجاد بن رفاعۃ الرفاعی البصری قدری تھے لحن داؤدی پایا تھا ۔کسی نے کہا قدری تھے ابو زرعہ نے اس کی ثقاہت کا اعتراف بھی کیا ہے ۔(میزان الاعتدال 234/2) ______ مفضل بن محمد بن مسعر ابوالمحاسن قاضی التنوخی ۔حنفی بھی تھے ،معتزلی بھی تھے اور شیعہ بھی تھے ۔ (میزان الاعتدال 195/3)

❁

یمن کی دلآویز مہک

اصحاب الاخدود اور اصحاف الفیل کی سرزمین نے بھی بُخل سے کام نہیں لیا اور تحریکِ قرآن میں اپنے اہلِ صفا شامل کرا لیے ان میں سے نمبر 24 میں وہب بن منبہ کا ذکر ہو چکا ۔اب دیگر ساتھیوں سے ملیے ۔

306 ھمام بن منبہ (749م)

306 همام بن منبہ (749م)

ہمام بن منبہ بن کامل بن شیخ الصنعانی 749م۔ تابعی تھے فارسی النسل عربی تھے احمد بن حنبل کے بقول قدری تھے۔سلفیوں کے نزدیک سب سے پہلے حدیثیں لکھنے والے تھے۔ (تهذيب التهذيب 67/11)

❁

307 بکر بن الشرود

بکر بن الشرود الصغانی۔غیر معیاری محدث تھے اور غیر معیاری ہی قدری تھے ان سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہﷺ نے۔ ہر نشہ۔خمر ہے اور جس کی زیادہ مقدار نشہ آور ہے اس کی کم مقدار بھی حرام ہے۔

(میزان الاعتدال 161/1)

اس روایت کی بظاہر سند بھی ٹھیک ہے بااین ہمہ میرے اعتماد پر پوری نہیں اُترتی صرف قدری ہونے کی اساس پر اس کی اگر قدر کروں تو عقلیات کے محاذ پر اسے توانائی کیسے دے سکتا ہوں؟ جبکہ حلال وحرام کرنا اللہ کا خصوصی امتیاز ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح قرآن کے بارے میں سلفیوں کے دل احترام اور خیر سگالی کے جذبات سے فارغ ہیں اسی طرح حدیث کے بارے میں بھی عامہ قدری نہایت پھسڈی واقع ہوئے ہیں وہ اکثر حدیث کے بارے میں جاہل مطلق ہیں۔ وہ یوں تو ہر موقع پر عقلیات کا ترازو نصب کرتے ہیں مگر حدیث میں لا یعقل بن جاتے ہیں۔

یہ یادر ہے کہ دیارِ بلقیس سے قرآن والوں کی تعداد قابلِ رشک نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں روزِ اول ہی سے زیدیوں کی حکومت رہی ہے وہ نہ تو شیعہ کی طرح خلفاء ثلاثہ و دیگر قدآور صحابہ کے مخالف تھے اور نہ ہی سلفیوں کی طرح ''مجبّرہ'' ۔اور اہلِ تشبیہ تھے وہ ''تنزیہ'' کا عقیدہ بھی رکھتے تھے اور خلفائے ثلاثہ کی تسلیم کا بھی۔لہٰذا نمایاں نہ ہو سکے اور نمایاں نہ ہوسکنا کچھ نفی کا غماز نہیں ہوسکتا۔

❁

ابو حنیفہ کے دیس سے پیامِ وفا

کوفہ :- علم وحکمت کا بڑا مرکز رہا ہے اس کی جلو میں بڑی بڑی ہستیوں نے جنم لیا ہے اس کی عظمت کا نشان

ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ کی ذاتِ گرامی کے علاوہ اس میں بھی اعتزال کے زیرِ سایہ بلند و بالا ہستیاں پروان چڑھی ہیں ان میں سے نمبر 18 دنمبر 46 کا تعارف ہو چکا دیگر سے ملئے۔

308 ابراهیم النخعی (715م)

ابراہیم بن یزید النخعی 715 بنیادی طور پر حدیث کے راوی تھے مگر قلب ونظر پر فقہ غالب تھی اور آپ فقیہِ عراق ہی کے لقب سے موسوم ہوئے امام اعظم ابوحنیفہ کے استاذِ محترم تھے۔ نظریہ ''عـــدل'' کے علمبردار تھے مگر حجاج بن یوسف کی غیض آلود نظروں سے چھپ کر رہتے تھے ان کا نظریہ تھا کہ جنگ ہو اور امن بھی رہے ناممکن ہے یعنے نظریۂ عدل ہو اور جورِ حجاج بھی تو مفاہمت ناممکن ہے۔ چنانچہ روپوشی کی حالت ہی میں موت کی آغوش میں چلے گئے۔ جب شعبی نے آپ کی موت کی خبر سُنی تو بے ساختہ کہا۔ اپنی مثل آپ تھے کسی کو اس کی ''مانند'' کہہ ہی نہیں سکتے۔

(طبقات ابن سعد 188/6-199- تهذيب التهذيب وحلية الاولياء 219/4)

309 تا 310

علی بن محمد بن عبداللہ المدائنی 840م دوسوسے زائد کتابوں کے مصنف اور منجھے ہوئے دانشور تھے۔

(تاريخ بغداد 54/12- ارشاد الاريب 300/5)

ابو یزید عمر بن شبہ بن عبیدۃ بن ربط النمیری 876 نیز درجنوں کتابوں کے مصنف تھے قدری تھے۔

❁(تهذيب التهذيب 460/7- الوفيات 378/1)

311 تا 322

عمرو بن ابی زائدہ ____ زکریا بن ابی زائدہ۔ شعبی کے ساتھی۔ راست گو تھے حافظ الحدیث تھے (865م)

____ ابو داؤد نسخی ____ داؤد بن ابی ہند ____ لمام بن ابی مطیع البصری خطیب تھے واعظ تھے

روایتِ حدیث کا کاروبار کرتے تھے ____ ابوشہاب الخیاط ____ عمر بن شہاب ____ ابن عباد

____ طلق بن حبیب صلحائے تابعین میں سے تھے۔ عابد تھے مرجیہ سے گہرا تعلق تھا قدری بھی تھے

____ عمرو بن مرۃ الجملی۔ الامام الحجۃ (769م - 116ھ) ____ مسعر بن کدام۔ امام تھے حجت تھے مرجی

ہونے پر قابلِ مذمت نہ ہو سکتے تھے ــــــ محمد بن شجاع الثلجی الفقیہ (878م - 266ھ) فقیہ العراق تھے ــــــ

ان اور ان سے ملا کر دیگر اعلامِ فکر اسلامی شخصیات کے بعد امام احمد بن یحییٰ طبقات المعتزلہ میں لکھتے ہیں۔فھو لاء من ائمة النقل للحدیث النبویؐ ھم القائلون بالعدل و التوحید المبرئون من الضلال و التفنید فدعد دناھم کما ترے ۔ فمن لم یشتھر بذالک بینا مَن رواہ عنه من ائمة السنته ومن اشتھر به اشتھار اظاھرا اطلقناہ اطلاقا. وفائدة ذکرھم بیان فضیلة ھذا المذھب بالتزام الفضلاء المشھورین ایاہ ولتسکن النفس الی ما نقل عنھم من الحدیث النبویؐ

> مذکورہ بالا تمام طبقوں کا تعلق امامانِ حدیثِ نبویؐ سے ہے جو سب کے سب عدل اور توحید کے نظریئے کے قائل تھے جن کے بارے میں کسی طرح کے دھوکے اور فریب کی بات نہیں کی گئی۔ اور ان میں سے جو زیادہ شہرت نہیں رکھتے تھے تو شہرت رکھنے والے ثقہ اماموں کی گواہی یا رابطہ کے حوالہ سے ان کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور جو شہرت پائے ہوئے معتزلی تھے ان کی علے الاطلاق نشاندہی کی گئی ہے اور تفاصیل کا یہ اہتمام ہم نے اس لئے بھی ضروری سمجھا ہے تاکہ نظریۂ اعتزال کی بابت معلوم ہو کہ ان کے ماننے والے نہایت فاضل، بلند قامت اور جلالتِ شان والے لوگ تھے تاکہ آنے والے ان کے نام پڑھ کر پوری دلجمعی اور اطمینانِ قلب سے ان کے فکری مسلک کا اعتراف کریں۔

(طبقات المعتزله صفحه 3/140 تا 7)

ناظرینِ محترم :- میری معروضات اختتام کو پہنچ رہی ہیں میں نے صرف احمد بن یحییٰ کی نگارشات پر ہی اکتفا نہیں کیا اپنی تھکا دینے والی کاوشوں اور تحقیقات کو ردیف بنا کر ماٗخذ کی دیگر کتابوں سے ایسے تحقیقی حوالہ جات کا اضافہ بھی کیا ہے۔ جو کوئی دوسرا دیوانہ نہ کر سکتا تھا۔ اور اُمید ہے کہ مطالعہ سے میری اضافی کاوشوں کے ایزاد کا احساس ہو چکا ہوگا۔ تاہم غلطیاں میرے کھاتے میں ڈال دینی چاہئیں اور درستیاں فیاضِ ازل کی طرف سے۔ و باللہ التوفیق۔ 5-4-2001 مطابق دس محرم 1422 ھجری

❁

قرونِ وسطیٰ کے دانشورانِ قرآن

323 عثمان بن جنی (1002م)

نحویوں کے ایک بڑے امام عثمان بن جنی (1002م) جسے طبقات المعتزلہ کے مصنف نے عقیدۂ اعتزال کا حامل اور حامی قرار دیا ہے ایک بڑے نام کے عالم تھے۔ بے شمار علمی اور ادبی کتابوں کے مصنف اور شارح تھے متنبی کہتا تھا کہ ابن جنی مرے شعر کا مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

(ابن خلکان 313/1. نزهة الاولياء 406. شذرات140/3)

324 اسماعیل الجوهری (1003م)

اسماعیل بن حماد ابونصر الجوہری (1003م) لغت کے امام تھے خطاط تھے۔ صاحب علم و دانش تھے۔ اختراعی ذہن رکھتے تھے معتزلی تھے گھر کی چھت سے گر کر فوت ہوئے۔

 (معجم الادباء269/2-لسان الميزان 400/1)

325 اصطخری (1013م)

علی بن سعید الاصطخری (1013م) معتزلہ کے مشائخ میں سے تھے۔ ان کی۔ الرد علی الباطنية ۔ مشہور تصنیف ہے۔

(الجواهر المضيئة 362/1-اللباب 466/1)

326 شریف رضی (1015م)

بلاغت کے امام فصاحت کے دھنی، مجازات و استعارات کے شہنشاہ یعنے قرآن کے ایک قد آور دانشور اور اصابتِ فکر کے چمکتے ستارے امام محمد بن الحسین بن موسے ابوالحسن عرف الشریف الرضی (1015م) قرآن کے ایک بڑے پاسبان تھے۔ شعری مذاق بہت اونچا تھا تشبیہات وتنقیہات کو شعر کے پیٹ میں اس طرح سمو دیتے کہ عقل دنگ رہ جاتی۔ تلخيص البيان في مجازات القرآن ۔ آپ کی بلند پایہ کتاب ہے۔ سورۂ ہود کی آیہ (نمبر 87) کے ضمن میں لکھتے ہیں اصلاتک تأمرک . وهذه استعارة لان الصلاة لا يصلح منها الامر على الحقيقة ۔ یہاں امر۔ کی نسبت صلاۃ کی طرف کی گئی ہے جو حقیقت نہیں استعارہ ہے کیونکہ صلاۃ ۔ انسان کی طرح نہیں جس میں حکم دینے کی صلاحیت ہو۔ (صفحہ 166، سطر 2) اس کے بعد

شریف رضی

لکھتے ہیں ادینک تأمرک بھذا ای فی شریعتک و دینک الامر بھذا
یہاں صلاۃ کے معنے قانون کے ہیں یعنے تمہارے قانون میں یہ ہے کہ ہم
I اپنے بڑوں کے طورطریقوں کو چھوڑ دیں اور کہ II اپنا مال و ملک عام لوگوں کو
دے ڈالیں۔ (صفحہ 166 سطر 4 تا 5)

اس تامرک ۔ کے قرینہ سے صلاۃ ۔ قانون کا استعارہ بن گئی کہ حکم قانون کا چلتا ہے اس طرح آپ نے تلخیص البیان میں کھل کر فکری جولانیاں دکھلائیں اور آیاتِ الٰہی کے لئے تعبیر کا ایسا اُسلوب اختیار فرمایا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی اور معتزلہ اولے کا دور آنکھوں میں گھوم جاتا ہے۔

(وفیات الاعیان 2/2- تاریخ بغداد 246/2- المنتظم 219/7- الذریعه الی رجال الشیعه 16/7)

327 محمد بن ابی علان (1018م)

عبداللہ بن محمد بن ابی علان (1018م) کی بابت لکھا ہے ابو احمد قاضی الاھواز . کان معتزليا له تصانيف حسنة

نام عبداللہ اور کنیہ ابو احمد تھی ۔ اہواز کے جج تھے ۔ معیاری اور بلند پایہ
معتزلی مصنف تھے ۔ (زرکلی 265/4 ۔البدایۃ والنھایہ 7/12)

328 عبدالجبار الھمدانی (1025م)

امام ابوالحسن عبدالجبار بن احمد بن عبدالجبار بن احمد بن الخلیل بن عبداللہ الہمدانی (1025م) جو نسلی طور پر عرب تھے اور یمن کے ہمدان سے وابستہ تھے ایک بلند پایہ عالم اور بہت ہی اونچے درجے کے دانشور تھے آپ کی تمام زندگی درس و تدریس اور دفاعِ قرآن میں بسر ہوئی ۔ عسر و تنگدستی کے مارے ایک خاندان میں پیدا ہوئے والد محترم دھنائی کا کام کرتے تھے اور ہونہار عبدالجبار نے بھی اسی ہی محنت کو وسیلۂ شکم پُری بنایا ۔ شادی اور بچہ ہونے تک آپ اسی حال میں رہے لیکن حالات نے پلٹا کھایا اور پلٹا ضرور کھاتے ہیں کسی طرح ۔ صاحب بن عباد (995م) سے رابطہ ہوگیا جو کہ ایک بہت بڑے عالم تھے، ادیب تھے شاعر تھے "محیط" کے نام سے سات جلدوں میں لغت تیار کیا ۔ ابن عباد علم اور دولت کے ظاہری و مادی اسباب سے مالا مال تھے ۔ مؤید الدولہ

بن بویہ کے وزیر تھے اسی کی سفارش پر ہمدانی کو ریاست ''رے'' کا گورنر بنادیا گیا جس سے ان کی مالی حالت کو نہ صرف سہارا ملا بڑے مالدار اور زمینوں کے مالک بھی بن گئے کہتے ہیں کہ صاحب یعنے اسماعیل بن عباد بنی بویہ کے مشہور وزراء میں سے تھے بنی بویہ۔ اگر چہ شیعہ سے وابستہ تھے مگر اسماعیل نے حکومت کو باور کرا رکھا تھا کہ شیعہ کو گورنری کے منصب پر فائز کرنا مصلحت کے خلاف ہے اس کے لئے صرف شہرت یافتہ معتزلی کا ہونا ضروری ہے۔(عیون المسائل للحاکم الجشمی طبع مصر جلد 155/1) ہمارے عبدالجبار نے اتنی مہارت سے حکومت چلائی اور عدل وانصاف کے کلچر کو فروغ دیا کہ آپ کو جرجان اور طبرستان کی انتظامیہ بھی سپرد کر دی گئی۔ جس سے آپ نے رعایا کو مزید خوشحال اور مطمئن بنانے کی راہیں نکال لیں۔ اور ان ہی محاسن وخوبیوں کو دیکھتے ہوئے اسماعیل بن عباد جیسا بڑا عالم کہتے تھے انہ افضل اهل الارض واعلم اهل الارض. یعنے روئے زمین کا افضل ترین انسان اور عالم ترین انسان۔ (طبقات المعتزلہ صفحہ 112)

آپ کی زیادہ تر تالیفات ادب، اسلام کے دفاع اور معترضین علے القرآن کے جوابات پر مشتمل ہیں مثلاً متشابه القرآن طبع قاهره. تنزيه القرآن عن المطاعن. طبع قاهره. تثبيت دلائل نبوه سيدنا محمدؐ.

ان میں پہلی دونوں کتابوں سے تفسیر ''میزان القرآن'' میں جی بھر کر میں نے استفادہ کیا ہے۔ اسی طرح ابومسلم بذریعۂ رازی سے بھی دونوں (مطبوعہ) تفاسیر۔ منسوخ القرآن اور۔ برھان القرآن۔ میں استفادہ کر کے تفسیری باب میں ''عقلیات'' کا ناگزیر اضافہ کیا ہے۔ ولا فخر۔

یہ بات تفصیل کی محتاج نہیں ہے کہ ہمارے قاضی عبدالجبار مخالفین کے نظریات کا توڑ کرنے پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ اب یہ مخالفین راوندی ہوں خواہ قرامطہ اور اشاعرہ ہوں ہمدانی سب کے سامنے دیوار بن کر کھڑے ہونے کی سکت رکھتے تھے۔ آپ فروع میں شافعی اور اصول میں معتزلہ تھے۔

(ابن العماد. شذرات الذهب طبع مصر جلد 387/3)

ان کی دفاع محمدؐ میں مستقل تصنیف۔ تثبيت دلائل نبوه سيدنا محمدؐ۔ کی بابت علامہ زاہد الکوثری لکھتے ہیں:

> ''معتزلہ کا دفاع اسلام میں ایک خاص مقام ہے انہوں نے دہریوں، منکرین نبوت، بت پرستوں، یہود، نصاریٰ، صابئوں اور ملاحدہ کی تمام اصناف کو للکارا اور حجت وبرہان سے فرار پر مجبور کیا۔''

(مقدمہ زاھدالکوثری. تبیین کذب المفتری۔طبع مصر صفحہ 18)

قاضی عبدالجبار الھمدانی نے معتزلہ کے اصولوں پر ''المغنی'' کے نام سے ایک ضخیم تفسیر بھی لکھی ہے اور ہر جلد کسی نہ کسی ماہر کتابیات کو دے کر اس کے مقامات یا مزید حوالہ جات کا اضافہ کیا گیا ہے آیات، اشعار، احادیث، شخصیات کی تفصیلی فہرستیں شامل کر کے تحقیق اور ریسرچ کو آسان بنا دیا گیا ہے یہ کتاب چونکہ حکومتِ مصر کے خرچ پر شائع ہوتی رہی ہے اس طرح جو بھی جلد تیار ملتی گئی شائع ہوتی گئی۔ ہر جلد میں معتزلہ کے کسی بھی مسئلہ یا احکام کو تفصیل سے بیان کرنے کا اہتمام نیز کیا گیا ہے لیجئے تفصیل ملاحظہ ہو:

1۔ المغنی فی ابواب التوحید والعدل. طبع وزارۃ الثقافۃ مصر 1958ء، 1964ء

2۔ جلد چہارم۔اہم موضوع۔رویتِ باری. تحقیق ڈاکٹر محمد بن مصطفےٰ حلمی اور ڈاکٹر ابوالوفا غنیمی

3۔ جلد پنجم۔اہم موضوع۔الفرق غیر الاسلامیہ. تحقیق۔ڈاکٹر محمد محمود الخضیری

4۔ جلد ششم۔اہم موضوع۔انصاف اور بےانصافی۔تحقیق ڈاکٹر احمد فواد۔الاموانی

5۔ نیز جلد ششم۔اہم موضوع۔الارادۃ. تحقیق پادری قنوانی

6۔ جلد ہفتم۔اہم موضوع۔خلق القرآن. تحقیق ابراہیم۔الابیاری

7۔ جلد یازدہم۔اہم موضوع۔التکلیف. تحقیق ڈاکٹر محمد علی نجار

8۔ جلد دوازدہم۔اہم موضوع۔النظر و المعارف. تحقیق پروفیسر ڈاکٹر ابراہیم مدکور (MADKOOR)

9۔ جلد نمبر 13۔اہم موضوع۔اللطف. تحقیق ڈاکٹر ابوالعلا عفیفی

10۔ جلد نمبر 14۔اہم موضوع۔الاصلاح. استحقاق الذم والتوبۃ۔تحقیق پروفیسر مصطفےٰ السقا

11۔ جلد نمبر 16۔اہم موضوع۔اعجاز القرآن. تحقیق امین الخولی

12۔ جلد نمبر 17۔اہم موضوع۔الشرعیات. تحقیق امین الخولی

13۔ جلد نمبر 20۔اہم موضوع۔الامامۃ. تحقیق ڈاکٹر عبدالسلام محمود و ڈاکٹر سلیمان زینا

ان مجلدات میں قاضی عبدالجبار نے جتنے اہم کلامی مسائل تھے ان پر تفصیلی بحث کر کے قرآنی نقطہ نظر کی وضاحت کی ہے میں نے 1970 میں حکومتِ مصر کی وزارتِ ثقافت کو لکھا تھا کہ اس تفسیر کی قیمت اور مصارف برید سے مطلع فرمایا جائے تاکہ میں مدینہ طیبہ سے ڈرافٹ کے ذریعہ تمام اخراجات بھجوادوں۔ لیکن ان ہی دنوں میرا کفیل فوت ہو چکا تھا نئے کفیل کے نام میرا ٹرانسفر نہ ہو سکا اور میں واپس گھر پہنچ گیا پھر نہ معلوم کہ جواب

آیا کہ نہیں ۔؟

329 محسن تنوخی (1026م)

محسن بن عبداللہ بن محمد بن عمرو بن سعید ابوالقاسم التنوخی (1026م) لغت اور ادب کے امام تھے، قاضی تھے، قدری تھے۔ (الجواہر المضیئة 151/2۔النجوم الزاھرة 264/2)

330 محمد التبان (1028م)

محمد بن عبدالملک بن محمد التبان (1028م) ابوعبداللہ ۔ قدآور معتزلہ میں سے تھے شریف مرتضےٰ (1044م) کے شاگرد تھے ۔ وہ استاد سے سوالات کرتے اور استاد تحریری جوابات مرحمت فرماتے ۔ اس طرح معتزلہ کی بابت معلومات کا اچھا ذخیرہ جمع ہو چکا ۔ الاسئلة التبانیه ۔ کے نام سے ایک مرقع تیار ہو گیا۔

(النجاشی صفحہ 91۔الذریعه 78/2)

331 المؤید باللہ (1030م)

زیدیوں کے بڑے امام ۔ المؤید باللہ احمد بن الحسین بن ہارون بن الحسین بن محمد بن القاسم بن الحسین بن زید بن الحسن ابن علی بن ابی طالب (1030م) اور ان کے بھائی ابو طالب معتزلہ کے خاص حمایتی اور پشت پناہ تھے قاضی القضاہ عبدالجبار الہمدانی (1025م) رئیس المعتزلہ کے شاگرد تھے ۔ ابوعبداللہ سے علم الکلام درساً پڑھا ۔ (ط،م صفحہ 114) دیلم پر بیس سال تک حکومت کی صاحبِ تصنیف عالم بھی تھے اور حاکم بھی ۔

(اعیان الشیعه 350/8)

332 محمود غزنوی (1030م)

محمود بن سبکتگین ذوجہات شخصیت تھے کسی نے فاتح کی نظر سے دیکھا جس نے فتوحات کی ترنگ میں آکر سومنات کے مندر گرائے، منصورہ کے کتب خانے جلائے، سند سے ھباری قریشیوں اور ملتان سے اسمٰعیلیوں کی حکومت ختم کی ۔ اور کسی نے ایک اچھے منتظم بلکہ اچھے منصف کی حیثیت سے دیکھا اور اس کی خوبیوں کے انبار لگا دیئے لیکن میں ان کو ایک اور نظر سے قرآنی دانشور سمجھتا ہوں جس نے بغیر کسی تقلیدی نسبت کے ۔

دربار میں زمانے کے شہرت یافتہ علماء۔ افاضل اور مفکرین کو جمع کر رکھا تھا۔ اسی دوران جب اسے معلوم ہوا کہ ۔ افاضل کے اتنے جم غفیر میں معتزلہ کی کمی ہے اور یہ شہرت بھی ان کے کانوں تک پہنچ چکی تھی کہ انصاف کے بارے میں صرف معتزلہ ہی بلند کردار کے مالک ہیں چنانچہ ابوالفتح اصفہانی جو اپنے عہد کے نابغہ اور گروہ علماء کے سرخیل تھے اسے لکھا کہ معتزلہ کے تین جیّد عالم۔ غزنی روانہ کردیں جو لوگوں میں عدل وانصاف بانٹیں اور قرآن کی تعلیم کو عام کردیں چنانچہ علامہ اصفہانی نے نیشاپور کی جامع مسجد کے امام ابوصادق اور گرامر و ادب اور قرآنیات کے ماہر علامہ ابوالحسن الصابری اور ایک دوسرے علم وفضیلت کے حامل کو ہمراہ کر کے تین جید علماء کا گروہ غزنی بھجوا دیا۔ سلطان نے ان معتزلیوں کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا اور عدلیہ کے اونچے مناصب پر سرفراز کرنے کے علاوہ انتظامیہ کے کلیدی عہدے بھی ان ہی کی تفویض میں دیدیئے سلطان کو یقین تھا کہ یہ لوگ انصاف جس کے حصے کی چیز ہے اسے ہی دینے کے قائل ہیں

(تفصیل ملاحظہ ہو امام احمد بن یحییٰ ۔ المرتضیٰ کی طبقات المعتزلہ طبع بیروت صفحہ 6/118 تا 10)

جہاں تک بُت شکنی کے واقعات کا تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ جے پال ۔ نے سومنات ، راجستان ، سندھ اور ملتان کے ہندوؤں میں اشتعال پھیلانے کے لئے ممکن ہے بُت شکنی کے فرضی واقعات کو ہوا دے کر اپنی ممکنہ کامیابی کے لئے ''حربے'' کے بطور استعمال کیا ہو کیونکہ غزنی کے ایک مقام پر ایک بُت تھا جسے محمود کے ایک ہزار سال بعد مارچ 2001 کی غالبًا 15 تاریخ کو مُلاؤں کی نئی تنظیم طالبان نے توڑا۔ اب اگر سلطان بُت شکن ہوتا تو یہ کام خود ہی سرانجام دے ڈالتا ہزار سال بعد 2001 میں مُلاں عمر یہ کام نہ کرتا اسی طرح اس کی مملکت کے ایک حصہ بامیان ۔ میں ہزاروں دیوہیکل مجسمے جو محمود سے ایک ہزار سال پہلے اور ایک ہزار سال بعد چٹانوں میں محفوظ چلے آرہے تھے خود ہی انہیں توڑ پھوڑ کے رکھ دیتا اگر لوگوں کی تہذیب و ثقافت کو مٹانا ہی منصبِ حکومت میں شامل ہوتا تو سیدنا عمرؓ ۔ ابوالہول کے مجسموں اور ہزاروں مصری صنمیاتی آثار کو مٹا کر رکھ دیتے بلکہ یہاں تو بتوں کی حفاظت کا معاہدہ ہے کہ انہیں کچھ نہ کہا جائے گا چنانچہ مصر کے گرجا گھروں میں گھس کر کسی نے مسیح کے مجسمے کی ناک توڑ دی جس پر مسیحیوں نے عمر خطابؓ کو مطلع کر دیا آپ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو لکھ بھیجا کہ کیا ماجرا ہے؟ کیا مسیحیوں کی عبادت گاہوں کی حفاظت کا معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے مسیحیوں کو مطلع کر دیا کہ میں حاضر ہوں مردہ مسیح کی بجائے میں زندہ انسان کی ناک حاضر ہے ۔ اتنے میں ناک شکن بھی حاضر ہوا اور اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے اپنی ناک پیش کر دی یعنے اب ایک ناک کے بدلے دو زندہ ناک پیش کر دیئے گئے ۔ مسیحیوں نے کہا ہمیں نہ خطا کار کی ناک چاہئے نہ حاکم مصر عمرو بن العاصؓ کی ۔

محمود غزنوی

بس ہمیں انصاف مل گیا۔ چنانچہ معافی کے بعد مسلمانوں نے کسی مسالہ۔ کی ناک بنا کر مسیح کے چہرے کو پھر سے بے داغ بنا دیا۔ النجوم الزاہرہ فی اخبار مصر و القاہرہ میں تفصیل ملاحظہ ہو _______ ابن کثیر نے اپنی تاریخی کتاب البدایۃ والنہایۃ میں لکھا ہے۔ استولی السلطان محمود علی صنم البراھمۃ و فی اذانہ نیف وثلاثون حلقہ و کانوا یعبد و نہ فسأل عن تلک الحلق فقالوا کل حلقۃ عبادۃ الف سنۃ کلما عبدوہ الف سنۃ علقوا فی اذانہ حلقہ

سلطان محمود کو برہموں کے پاس ایک ایسے مجسمے کی نشاندہی کی گئی جس کے ایک کان میں تیس سے زائد سوراخ ہیں اس کی پوجا پر جب ہزار برس پورے ہوتے ہیں ایک بالی کسی ایک سوراخ میں ڈالدی جاتی ہے۔

(البدایۃ و النہایۃ طبع مصر **27/2**- الکامل ابن اثیر **139/9**- ابن خلکان **84/2**)

یہ پس منظر سُن کر خاموش رہے کسی منفی ردِعمل کا اظہار نہیں کیا۔ لیکن اگر وہ خاموش نہ رہتے تو ظاہر ہے گروہ پنڈ تاں کی دل آزاری کر گذرتے لیکن۔ ایسا نہیں ہوا۔

اسی طرح اگر سلطان سونے چاندی جمع کرنے کے حرص میں ہوتے تو راستے کے ہزاروں مندروں کو نظرانداز کرتے ہوئے صرف سومنات کے ایک مندر کو منہدم نہ کرتے۔ معلوم ہوا کہ یہ صرف مندر ہی نہیں تھا ہندو افواج کی تربیت کا مرکز بھی تھا یعنے ایسی چھاؤنی تھی جہاں کمانڈوز اور جنگجو ہندو تیار کئے جاتے ادھر تاریخ بتلاتی ہے کہ جے پال نے پشاور اور جلال آباد پہنچ کر جتنے بھی افغانوں پر حملے کئے سلطان محمود بامرِ مجبوری دفاع کے لئے نکلتے رہے ایک دفعہ معلوم ہوا کہ ان حملوں کا مرکز سلطان کی گرفت سے بہت دور یعنے ساحلِ سمندر کے قریب سومنات میں ہے تو بار بار کے دفاعی حملوں کی بجائے ایک بار اپنا تعاقب جاری رکھا اور سومنات کی چھاؤنی تک پہنچ گئے اور خاصی مڈبھیڑ کے بعد فتح کا مرحلہ نصیب ہوا ادھر واپسی پر سلطان کو معلوم ہوا کہ ملتان کا اسماعیلی بادشاہ ابوالفتوح بھی در پردہ جے پال کا حلیف بنا ہوا ہے چنانچہ ملتان پر حملہ کر کے اسے بھگا دیا مگر اس نے آیندہ سازشی کردار ادا نہ کرنے کا وعدہ کر کے معافی مانگ لی اور پھر سے والئ ملتان بن گیا۔ لیکن آیندہ کے جے پال کے کسی حملہ میں ابوالفتح اپنی معافی بھول گیا اور جے پال کی فوجوں کو کمک بہم پہنچائی۔

کہنے کا مقصد یہ تھا کہ جے پال کی زیادتیوں سے تنگ آ کر سلطان نے اپنے تعاقبی حملہ میں سومنات کو جالیا تھا۔ اور اسی حملہ میں سونے کا دروازہ بھی اُکھاڑ لے گئے تھے۔ لیکن سلطان اگر سونے چاندی کے حریص ہوتے تو چکوال اور پنڈ دادن سے سونا صاف کرنے والے نیاروں کو غزنی بلا کر۔ دروازے کا سونا اتروا کر

صاف کراتا اور کام میں لاتا لیکن اس نے تو دروازے کو چھیڑا تک نہیں ان کے ہزار سال بعد کابل کے حکمران ظاہر شاہ نے وہی دروازہ بطور خیر سگالی ہندوستان کو واپس دیدیا۔

سلطان کی صفائی میں جو رخ پیش کیا گیا ہے بایں ہمہ کسی کی صفائی میں کچھ کہنے کی جسارت نہیں کرتا۔ میرے کچھ ذہنی تحفظات بھی ہیں جن کی روشنی میں سلطان کی معصومیت پر یقین نہیں رکھتا۔ میں سلطان کی خدمات کا اس لئے معترف ہوں کہ اس نے تخت نشین ہوتے ہی لوگوں کو ان کی دہلیز تک انصاف پہنچانے کا اہتمام کیا اور معتزلہ کے زیرِ اثر 33 سال تک انصاف کو فریق نہ بننے دیکر ایک مثال قائم کی۔

❁

333 الشریف المرتضی (1044م)

خارجیوں کے بعد شیعہ دوسرا مسلم سیاسی فرقہ ہے جو سیاستِ صفین کے بعد ردِ عمل کے طور پر نمودار ہوا۔ ادھر متکلمینِ اسلام یعنے جو اپنے عقائدی نظام کا ماٰخذ صرف قرآن محکم کو تسلیم کرتے تھے ان ہی میں ہمارے ممدوح سید علی بن الحسین بن موسےٰ بن محمد ابراہیم ابوالقاسم الشریف المرتضےٰ (1044م) جو حضرت امام حسین کے پڑپوتوں میں سے تھے علم کلام، ادب اور شعر کے نامور عالم بھی تھے جو برملا اعتزال کی بات کرتے تھے ادھر نہج البلاغہ بھی ان ہی کی طرف منسوب ہے مگر محمد عبدہ کی تحقیق کے مطابق یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔

(فهرستِ طوسی صفحه 98. الذریعه 40/2)

الشریف المرتضےٰ اماسی تھے مفسر تھے ارجاء سے متاثر تھے بایں ہمہ اعتزال ان کا دل پسند تصور تھا۔

334 ابو القاسم (1044م)

علی بن الحسین بن موسےٰ بن محمد بن ابراہیم ابو القاسم (1044م) امام حسین کی اولاد میں سے تھے، علم الکلام، ادب اور شعر میں یگانۂ روزگار تھے اپنا مثیل نہیں رکھتے تھے۔ پختہ فکر معتزلی تھے (زرکلی 189/5) آپ کی طرف منسوب ہے کہ نهج البلاغة۔ کے نام سے حضرت علی کے خطبات آپ ہی نے تدوین کئے تھے۔

(میزان الاعتدال 223/2۔ارشاد الاریب 173/5-179)

335 محمد بصری (1044م)

محمد بن علی الطیب ابوالحسین البصری (1044م) بلند قامت معتزلی تھے بصرے کے مولود اور بغداد کے ساکن تھے خطیب بغدادی نے اس کی ذکاوت، فطانت، ذہانت اور دیانت کو بہت سراہا ہے۔

❁ (وفیات الاعیان 482/1۔تاریخ بغداد 100/3)

336 ابن الندیم (1047م)

محمد بن اسحاق بن محمد بن اسحاق بن ابی یعقوب عرف ابن الندیم (1047م) کتاب "الفھرست" کے نامور مصنف تھے جو اعلیٰ پائے کی تعارفی تصنیف ہے وہ تاجرِ کتب تھے اور بڑی نادر کتابیں جمع کرتے اور فروخت کرتے تھے۔ ان کی کتاب الفہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلکاً معتزلی تھے تاہم یہ حتمی بات نہیں ہے کہ بسا اوقات دوسری پارٹیوں والے بھی تحریکِ معتزلہ کی آواز میں آواز ملا لیتے تھے۔ ویسے آپ نے اہلِ سنۃ کو "حشویہ" اشعریوں کو "مجبرہ" اور غیر شیعہ کو "عامی" لکھتے تھے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ لبرل قسم کے شیعہ معتزلی تھے۔ نوے سال کی عمر پائی تھی۔ (لسان المیزان ابن حجر 72/5۔ارشاد الاریب 408/6)

❁

337 منصور ابوالفتح (1050م)

منصور بن محمد بن عبداللہ بن المقتدر التمیمی ابوالفتح (1050م) اصفہان کے مولود اور بغداد میں سکونت پذیر تھے ادیب تھے برسر عام معتزلی تھے۔ صاحب بن عباد کے دوستوں میں سے تھے۔ وکان متظاھرا بأرائه في الاعتزال اعتزال کے علے الاعلان مبلغ تھے۔ اشاعرہ کے خلاف۔ "ذم الاشاعرہ" کے نام سے ایک نادر تصنیف چھوڑی تھی۔ (ارشاد الاریب 189/7-بغیة الوعاة صفحہ 398-اللباب 169/3)

❁

338 ابوالقاسم تنوخی صغیر (1055م)

دامنِ قرآن تھامنے والوں میں علی بن الحسن بن علی ابوالقاسم تنوخی (1055م) کا نام خاصی شہرت رکھتا ہے قاضی بھی تھے اور ائمہ اعتزال میں قدآور بھی۔ وہ تنوخی کبیر کے پوتے تھے نہایت سنجیدہ، ظریف اور عالم باعمل تھے۔ (فوات الوفیات 68/2)

❁

339 ابو سعد السمان (1055م)

اسماعیل بن علی بن الحسین بن زنجویہ۔ الرازی ابوسعد السمان (1055م) کے بارے میں زرکلی لکھتے ہیں۔ حافظ متقن معتزلی کان شیخ المعتزله وعالمهم ومحدثهم فی عصره

اپنے وقت کے حافظ تھے۔ اہلِ اتقان میں سے تھے۔ معتزلی تھے معتزلہ کے شیخ تھے عالم تھے وقت کے محدث تھے زندگی بھر کسی کا احسان نہیں اُٹھایا۔ سفر ہو خواہ حضر ان پر کسی کے احسان کا ہاتھ نہیں تھا۔

(الجواهر المضيئة 156/1۔ لسان الميزان 321/1)

340 ابو الحسن الماوردی (1058م)

علی بن محمد بن حبیب ابوالحسن الماوردی (1058م) بڑے مقنن تھے قانونی گتھیاں سلجھانے میں خصوصی مذاق رکھتے تھے مملکت کے چیف جسٹس تھے۔ بلند پایہ کتابوں کے مصنف تھے۔ بڑے محقق تھے۔ اجتہاد کے قائل تھے۔ بصرے کے مولود اور بغداد کے ساکن تھے۔ معتزلہ کے شیخ اور عالم تھے۔ عباسی خلفاء آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ بادشاہوں اور خلفا کے اختلافات میں ثالث بن کر مصالحت کرانے میں خصوصی ''اثر'' رکھتے تھے۔ ''ورد'' ۔ عربی میں گلاب کو کہتے ہیں اور ماء۔ عرق کو اس طرح ماوردی کے معنے ہیں۔ عرقِ گلاب بیچنے یا کشید کرنے والے۔ آپ کی بیشمار کتابوں میں سے۔ الاحکام السلطانیه ۔ اپنے وقت میں نئے پیش آمدہ اجتہادی مسائل کے حل میں امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کا نظریہ ''ضرورت'' فقہی اور اجتہادی مسائل کو معروضی حالات کے سانچے میں ڈھالنے کی عالمانہ کوشش ہے۔ آپ چونکہ اعلےٰ پائے کے مقنن تھے لہٰذا معروضی اور اضطراری حالات میں جنم لینے والی صورتِ حالات کا تجزیہ اور تحلیل کرنا عوامی فلاح و بہبود کے لئے ضروری سمجھتے تھے لیکن افسوس کہ لقمہ توڑ علماء جو وقت کے سلطان کے لئے اس کی خوبصورت بہو کو حلال کرنے کی ترکیب بتلاتے اور اوباش حکمرانوں کے لئے جبری نکاح اور جبری طلاق کو روا رکھتے تھے۔ ایک عوامی فلاح و بہبود کے اصول کو غلط نہج پر ڈال کر اس کی افادی حیثیت پر پانی پھیر دیا۔ ویسے جاہ پرست علماء کو جان لینا چاہئے کہ۔ قرآن جب اپنے مقاصد کو پیش کرتا ہے تو پوری توانائی سے سامنے لے آتا ہے لیحق الحق ۔ اور جو ان مقاصد رفیعہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے اسے پوری طاقت سے دھکیل دیتا بلکہ نابود کر دیتا ہے ویبطل الباطل.

ابوالحسن الماوردی

اوراس کے لئے وہ انسانوں ہی سے کام لیتا ہے یعنے انسان کے ۔فکری خمیر۔ میں اللہ نے جو'' قوتِ تمیز'' رکھ دی ہے اسی کو اُبھارتا ہے فالھمھا فجورھا وتقواھا اس طرح انسان ہی کو یہ ذمہ داری سونپ دی گئی ہے کہ وہ امتیازی صلاحیتوں کی کارکردگی کو اللہ کی طرف نسبت دے اور غیر نفع بخش کج ادائیوں کو اپنے یا شیطان کی طرف مضاف کر دے۔

تلوار بذاتِ خود نہ بُری ہے اور نہ بھلی۔اس کا استعمال ہی اُسے بُرا۔ یا بھلا۔ بنا دیتا ہے کہ یہ اگر ظلم کے خلاف استعمال ہوتی ہے تو بھلی ہے اور اگر ظلم کو اُبھارنے کے لئے استعمال ہوتی ہے تو مذموم ہے۔قد افلح من ذکھا و قد خاب من دسھا یہی حال نظریۂ ضرورت کا ہے یہی حال عقلِ انسانی کا۔

(السبکی 303/3۔الوفیات 326/1۔الشذرات 285/3)

341 ابن متویه

ابو محمد حسن بن احمد بن متویہ۔عبدالجبار 1025م کے شاگرد تھے اصولِ دین میں ''محیط'' اورنفاستِ کلام میں تذکرہ۔ نامی کتابیں لکھیں۔

(ط۔م صفحہ 119)

342 سعيد بن محمد نيشاپوری

جس طرح وقت کے علماء عبدالجبار الہمدانی کو قاضی القضاء (چیف جسٹس) کہتے تھے جبکہ آپ کے ماسوا کسی کو بھی اس لقب سے نہیں پکارا گیا اسی طرح آپ بھی اپنے شاگرد ابورشید سعید بن محمد نیشاپوری کو الشیخ کے لقب سے پکارتے تھے جبکہ آپ نے اسی شاگرد کے سوا کسی کو بھی الشیخ کہہ کر نہیں پکارا۔اس شیخ کا علم اتنا وسیع اور معلومات فراواں تھیں کہ قاضی القضاء کے بعد جانشینی کا منصب ان ہی کے سپرد کر دیا گیا۔شیخ ابورشید کو فقہ اور کلام میں بڑا ادرک حاصل تھا۔اور بقول امام ابومحمد عبداللہ بن الحسین۔ میں نے کئی اصحابِ علم اور شیوخ سے سُنا کہ جب قاضی القضاء سے کہا گیا کہ جس طرح مذاہب کے فقہی مجموعے ہیں جن میں دلائل اور مباحث سے تعرض نہیں کیا جاتا اسی طرح اگر فقہ الکلام بھی تحریر کی جائے تو کیسا رہے گا؟ تو حضرت قاضی القضاء نے اس رائے کی تصویب کی اور دیگر تصانیف کی تکمیل کے باوجود حکم دیا کہ ابورشید سعید ہی فقہ الکلام لکھیں چنانچہ یہ مشکل اور ادق کام ابورشید ہی نے مکمل کیا اور ''دیوان الاصول'' لکھ کر علمِ کلام کی پہلی فقہی کتاب لوگوں کے ہاتھوں دیدی۔

❋

343 ابو الفتح اصفہانی

امام ابو الفتح اصفہانی وقت کے قد آور معتزلہ میں سے تھے بڑے عالم اور بڑے ہی فاضل تھے۔ آپ کے علمی شہرے کو دیکھ کر سلطان محمود غزنوی (1030م) نے اپنی خواہش سے آگاہ کیا کہ وہ تین معتزلی علماء دارالحکومت غزنی بھجوا دیں تا کہ یہاں آ کر لوگوں میں رُشد و ہدایت اور صحیح عقائد کی تبلیغ کریں۔ چنانچہ ابوالفتح نے علاقہ نیشاپور سے تین جید علمائے معتزلہ کا انتخاب کر کے غزنی روانہ کئے ان میں سے ایک تو جامع مسجد کے امام ابو صادق دوسرے۔ ابوالحسن الصابری المعروف بہ سیبویہ۔ اور ایک اور امام کو ابوالفتح نے غزنی روانہ کر دیا انہوں نے غزنی پہنچ کر اپنی افکار و نظریات کی تبلیغ شروع کر دی لوگوں نے حد سے بڑھ کر نئی فکر کی پذیرائی کی۔ سلطان محمود اپنے ہم فکر علما کی کارکردگی سے بے حد محظوظ ہو گئے کہ ان کی ذاتی دلچسپی ثمر بار ہوئی۔ اس طرح اصفہان کے بڑے عالم۔ ابوالفتح جن کا تعلق۔ معتزلہ کے 12 ویں طبقے سے تھا اپنے مشن میں انتہائی کامیاب رہے۔ (ط۔م صفحہ 118)

❁

344 ابن شروین

ابوالفضل العباس بن شروین عالم، متکلم، ادیب، صاحبِ فصاحت اور صاحبِ زہد تھے۔ شاعر بھی تھے اور ایک لاکھ شعر یاد بھی تھے، علمِ کلام میں متعدد اور ''وزن دار'' کتابیں لکھیں قاضی القضاۃ عبدالجبار بن احمد بن عبدالجبار الہمدانی (1025م) کے شاگرد تھے سکہ بند معتزلی تھے۔ تیرہویں طبقے میں شمار ہوتے تھے۔ احمد بن مخلد کو عمر برباد کرنے پر تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

صاع عمر الشباب عنی فاخشی

ان عمر المشیب ایضا یضیع

جوانی یونہی بے مقصد گئی اب ڈر ہے کہ بڑھاپا بھی ضائع جائے۔ (ط۔م صفحہ 117)

❁

345 امام ابن حزم اندلسی (1066م)

ہمارے انقلابی امام ابو محمد علی بن حزم عالم تھے فقیہ تھے شاعر تھے۔ ادیب تھے۔ مفسر تھے، محدث تھے، سخن سنج و سخن طراز تھے اور الفاظ کے تیور سے مضمون اخذ کرنے والے تھے، رئیس بن رئیس اور ابن رئیس تھے مال

دولت کی فراوانی کے باوصف اپنے کو ڈی کلاس بنائے رکھا تھا غریب پرور تھے۔ انسان آشنا تھے، سرمایہ کے سانپوں کا سر کچلنے والے تھے۔ ظاہری مسلک کے حامل ہونے کے باوصف قرآن کے معانی آزادئ فکر سے کرتے تھے روشن فکر بایں شان تھے کہ موسیقی جس سے ظواہر پرست اور سلفی الرجک ہیں اور حرام مطلق کہتے تھے ابن حزم اسے حلال مطلق ثابت کرتے تھے ان کا رسالہ ''الـغـنـاء'' ایک انتہائی بلند پایہ تحریر ہے آپ کا عقیدہ ہے کہ اللہ کو تمام توانائیاں حاصل ہیں جن میں ٹوٹ پھوٹ ناممکن ہے لہٰذا انبیاء کے لئے معجزہ اور کرامت کا عقیدہ رکھنا اللہ کی توانائیوں میں مداخلت ہے۔ فمنع ان یکون الخوارق علی ایدی احد من الناس وعنده ان الناس جمیعا سواء لافضل فی الخلق والتکوین لاحد. فلا تقدیس صالح ولا تعتقد قوة خارقة لصالح او غیر صالح

ابن حزم اپنی فکر میں کسی بھی انسان میں کایا پلٹ۔ توانائی نہیں مانتے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ تمام انسان برابر ہیں کسی کو کسی پر نہ پیدائش میں برتری حاصل ہے نہ ہی اشیاء کو وجود میں لانے کی غیر معمولی توانائی حاصل۔ لہٰذا کسی کے تقدس کا اس معنٰی میں اعتراف کہ وہ بہت سی توانائیوں کا مالک ہے غلط ہے۔ کسی کو بھی قوتِ خارقہ حاصل نہیں ہے وہ مرد صالح ہے یا غیر صالح!!

ابن حزم اپنے خیالات میں کسی حد تک وسیع الظرف تھے اس کا اندازہ ان کے موسیقی نامہ سے ہوسکتا ہے جو میری مبسوط کتاب ''مصوری، موسیقی اور طربیہ رقص'' میں شامل ہے نیز ''لینن سے پہلے ابن حزم'' جو میری کتاب ''قرآن کا معاشی نظریہ'' کا اہم حصہ ہے مطالعہ کرکے صحیح فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

سرسید کا عقیدہ تھا کہ ''نسخ'' دھوئیں کی پیداوار ہے جس طرح دھواں ٹھوس وجود نہیں رکھتا پکڑ میں نہیں آسکتا اسی طرح دھوئیں کی دیوار بھی ''روک'' نہیں بن سکتی اسی طرح ہمارے ابن حزم بھی بعض مقامات پر نسخ کی دیوار پھاند کر صفایا کردیتے ہیں۔ ابن حزم اپنے اکابر کے برعکس اللہ کے ہاتھ، پاؤں، چہرہ، کرسی وغیرہ کی تاویل کرتے تھے اور کھلے طور پر لباسِ اعتزال میں نمودار ہوتے اور جرأت سے تقدس کے منافی صفات پر الفاظ کی آگ اُگلتے ہیں اس طرح ان کا حق بنتا ہے کہ ان کا شمار سفیرانِ قرآن میں کیا جائے۔

ابن حزم کے دادا سعید نیز یگانہ روزگار اور خلیفہ عبدالرحمان المستظہر کے وزیراعظم تھے بلکہ خود ہمارے ممدوح ابن حزم بھی بنی عامر گورنمنٹ کے عہد میں وزیر رہ چکے تھے۔ آپ آخر عمر میں قرطبہ کی ''مغیرہ'' سٹریٹ (MUGHEERAH. ST) کو چھوڑ کر۔ باب العطار دین جسے آجکل اشبیلیہ گیٹ سے پکارا

جا تا ہے رہائش پذیر ہوئے تھے 1963 میں اشبلیہ گیٹ کی سینکڑوں عمارات گرا کر وسیع میدان میں تبدیل کر دیا گیا پھر اسی میدان کے وسط میں ایک بلند و بالا چبوترہ بنایا گیا اور اسی چبوترے پر سیف و قلم کے عظیم راہوار اور اسلام کے بڑے مفکر امام ابن حزم کا مجسمہ نصب کیا گیا افتتاح کے موقعہ پر آثار قدیمہ کے بیس غیر ملکی سکالر اور غیر ملکی تمام سفراء جنہیں حکومتِ سپین نے مدعو کیا تھا موجود تھے بطور خاص مغربی ملکوں اور میڈرڈ کی تمام علمی وثقافتی اکیڈمیاں دن رات محو حرکت رہیں 12 سے 18 مئی 1963 تک ہفتہ ابن حزم منالیا گیا بعد میں جنرل فرانکو نے ایک ایسے مفکر کے مجسمے کی نقاب کشائی کر لی تھی جو فرزند قرطبہ بھی تھے اور کاروانِ فکر و نظر کے امام بھی۔

346 محمد مهريزد (1067م)

محمد بن علی بن محمد بن مہریز دابو مسلم (1067م) نے بیس جلدوں میں تفسیر لکھی۔تفسیر و ادب کے بڑے امام تھے۔معتزلی تھے اصفہان میں وفات پائی۔ ❁(زرکلی 163/7 بحوالہ شذرات الذهب 307/3)

347 علي يزداد (1067م)

واسط کے جج علی بن محمد بن الحسن ابن یزداد۔ابو تمام العبدی (1067م) قرآنی دانشور تھے۔بڑے محدث تھے۔سکہ بند معتزلی تھے۔خلق القرآن کا عقیدہ رکھتے تھے۔ (میزان الاعتدال 238/2)

348 ابن بشران (1070م)

امام محمد بن احمد بن مسہل ابو غالب عرف ابن بشران (1070م) ادیب تھے شاعر تھے قرآن کے بڑے دانشور تھے صاحبِ تصانیف تھے مگر عرصہ دراز گذرنے پر تصانیف تلف ہوتی چلی گئیں۔حفاظت کرنے والا کوئی نہ تھا۔صرف اشعار العرب کے نام سے ایک دیوان محفوظ ہو سکا جو موجود ہے۔

(ارشاد الاریب جلد 329/6۔لسان المیزان 43/5)

349 ابو علي بن الوليد (1086م)

امام محمد بن احمد بن عبداللہ بن احمد ابوعلی بن الولید (1086م) قرآن پاک کے بڑے شیدائی اور جاں نثار دانشوروں میں سے تھے علمِ کلام میں کامل دسترس رکھتے تھے فلسفہ اور منطق کا درس دیتے تھے اپنے زمانے کے متکلمین کے رئیس تھے۔ قرآن کی حاکمیت کے جرم میں بڑی اذیتوں سے دوچار ہوئے۔ ابن الجوزی لکھتے ہیں کہ

''سلفیوں نے پچاس سال تک آپ کو گھر میں محبوس رکھا باہر قدم رکھنے نہیں دیا۔''
(المنتظم طبع مصر 20/9)

❁

350 صندلی (1091م)

علی بن الحسن الصندلی ابوالحسن (1091م) معتزلی تھے۔ مذہبی لیکچر دینے اور وعظ کرنے کی خصوصی صلاحیت رکھتے تھے۔ نیشاپور سے وابستہ تھے معتزلہ کے اصول پر تفسیر القرآن بھی لکھی تھی۔ سلطان طغرل بیگ جب بغداد میں داخل ہوئے تو ابوالحسن صندلی کو ساتھ لے گئے تھے لیکن جلد ہی نیشاپور واپس آ گئے اور زاہدانہ زندگی بسر کرنے لگے اور بڑے لوگوں سے ملنا ترک کر دیا ایک دفعہ سلطان ملک شاہ نے اسے دیکھا تو کہا،

''صندلی تم عجیب بندے ہو کہ ہم تمہارا اعزاز چاہتے ہیں اور تم ہم سے کھنچے کھنچے سے رہتے ہو۔''

فرمایا،

''میں چاہتا ہوں کہ تم ایک اچھے سربراہ مملکت کا انداز اختیار کرو اور علماء کو خود ملنے جاؤ۔ نہ کہ میں بدترین علماء کا کردار ادا کروں اور تمہاری دربار کی رونق بنوں۔''
(الجواہر للضیئۃ جلد 357/1)

❁

351 حاکم الجشمی (1101م)

الحسن بن محمد بن کرامۃ الجشمی البیہقی ابوسعید (1101م) عرف حاکم الجشمی مفسر تھے علم الکلام اور اصولِ فقہ کے عالم تھے مشہور معتزلی۔ مفسر امام زمخشری (1144م) کے استاذ تھے حنفیت، زیدیت اور اعتزال سے وابستہ تھے۔ تفسیر اور علم الکلام میں کافی کتابیں لکھیں۔ بحیثیت مجموعی زیدیت غالب رہی۔ (زرکلی 177/6)

❁

352 ابومضر ضبی (1116م)

محمود بن جریر الضبی الاصبہانی ابومضر (1116م) پہلے نابغہ ہیں جن کی مساعی سے خوارزم وغیرہ میں فکرِ اعتزال متعارف ہوئی یہ لغت، نحو، صرف اور فنِ طب کے ماہر شناسا اور قاضی تھے لوگ ان کی خوبیوں کو ضرب المثل کے طور پر ذکر کرتے تھے۔ امام زمخشری ان ہی کی درسگاہ کے ایک طالب علم تھے۔

(تاریخ حکماء الاسلام صفحہ 139. ارشاد الاریب 145/7)

❀

353 ابو الوفا بغدادی (1119م)

علی بن عقیل بن محمد بن عقیل بغدادی عرف ابوالوفا (1119م) بڑے زبردست عالم تھے۔ استدلال کے ماہر تھے حنابلہ کے شیخ تھے بعد میں اعتزال پسند بن گئے تھے ایک وقت میں۔ انا الحق. والے منصور حلاج کے بارے میں حسنِ ظن کا اظہار کیا تو حنابلہ نے اسے واجب القتل قرار دیدیا لیکن وہ تائب ہو گئے اور پھر سے اپنا علمی مقام بحال کیا آپ نے معتزلہ کی حمایت میں ''الرد علی الاشاعرہ'' لکھی اور موضوع کے لحاظ سے میدان مارلیا۔ ❀(شذرات الذھب 35/4۔غایۃ النھایہ 556/1)

354 امام ابو القاسم حریری (1122م)

امام ابوالقاسم حریری (1122م) اپنے وقت کے بلند پایہ عالم تھے ادیب تھے۔ انشاپرداز تھے، خطیب تھے۔ امام محترم نے عربی ادب کو دلچسپ بنانے کے لئے ''مقامات'' کے نام سے ایک زبردست کتاب لکھی جس کا مغرب کی بیشتر زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے آپ مسلکاً معتزلی تھے مگر ہر طبقہ فکر نے آپ کو پڑھا، سراہا اور محترم جانا آپ کو اصنافِ سخن پر اتنا عبور حاصل تھا اور ادب کے ہر موضوع پر لکھنے میں اس قدر بے تکلف تھے کہ گذشتہ ایک ہزار سال میں آپ کا مثیل پیدا نہیں ہوا۔ حسنِ کلام ہو۔ یا حسنِ عبارت۔ بلاغت ہو خواہ معانی۔ ضرب الامثال ہو یا کلام کی دقیق رمزیں۔ کارہائے الفاظ و محاورات کی تحقیق ہو خواہ استعمالاتِ عرب کی تصحیح۔ معانی کے نباض اور الفاظ کے دھنی تھے آپ زبردست قسم کے شاعر بھی تھے۔ ''دیوانِ رسائل'' آپ کی مشہور کتاب ہے۔ آپ نے درۃ الغواص فی اوھام الخواص ____ ملحۃ الاعراب ____ صدور زمان الفتور و فتور زمان الصدور ۔(تاریخ میں)۔ اور توشیح البیان کے عنوان سے اعلیٰ پائے کی کتابیں لکھیں جن میں بیشتر طبع شدہ ہیں۔

۱۸ ویں صدی میں مقامات کا لاطینی زبان میں ترجمہ ہوا۔ روکرت (Ruckert) نے جرمنی میں

اعلیٰ پائے کی کتابیں لکھیں جن میں بیشتر طبع شدہ ہیں۔

۱۸ ویں صدی میں مقامات کا لاطینی زبان میں ترجمہ ہوا۔ روکرت (Ruckert) نے جرمنی میں ترجمہ کیا اور انگریزی کا ترجمہ Chemistry and Sleingass کے عنوان سے ہوا۔

(وفیات الاعیان جلد 419/1- خزانۃ البغدادی 117/3- مرأۃ الزمان 109/8- دائرۃ المعارف الاسلامیۃ 365/7)

❀

355 امام زمخشری (1144م)

چھٹی صدی ہجری کے پہلے عشروں میں جب کوئی ۔ زائر ۔ بیت اللہ الحرام ۔ میں داخل ہوتا وہاں ایک شخص ملتا جسے طالبانِ علومِ قرآن گھیرے میں لئے رہتے وہ انہیں ادب، انشاء، لغت، محاورات، اشعار اور مفردات کے تنوع سے جوابات دے کر ان کے پیاسے حلق میں اطمینان کے ماءِ حیات سے قطرے ٹپکاتا۔ یہ تھے آفاق علوم کے آفتابِ فروزاں ۔ امام ابوالقاسم محمود بن عمر زمخشری (1144م) ۔ آپ علومِ عربی، فقہ، تفسیر اور کلام کے بحرِ ذخائر تھے ۔ اشاراتِ بیانیہ، کے ذریعے قرآنی رموز و معارف سے پردہ اُٹھانے کی خاص مہارت اور صلاحیت رکھتے تھے ۔ اعتزال میں راسخ تھے انہوں نے اس خیال کو تجربہ مشاہدہ اور علم کی روشنی میں رد کر دیا ہے کہ ۔ عہدِ صحابہ میں قرآن کو بالکل سمجھ لیا گیا ہے؟ اور اب ہم کو انہیں کی فہم و فراست پر قناعت کر لینی چاہئے ۔ یا دریوزہ گر بننا چاہئے ۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسے لوگ قرآن کی حقیقت سے ناآشنا ہیں ۔

امام موصوف بہت سی منفرد صلاحیتیں رکھتے تھے، مجتہد تھے خیالات میں انفرادیت کی جھلک بھی پائی جاتی ہے ۔ بے باک تھے ان دِنوں یہ مسئلہ نمودار ہوا تھا کہ ۔ کیا ۔ اللہ سبحانہ سزا کے بطور اپنے لطف و کرم کا در بند کر سکتے ہیں؟ کہتے ہیں زمخشری، حاکم جشمی اور امام منصور ۔ ۔ ۔ زیدی اس کے قائل تھے ۔ (طبقات احمد بن یحییٰ صفحہ 20) جبکہ مسئلہ اختلافی ہے دلائل کی توانائی معتزلہ کی اکثریت کے ساتھ ہے ۔ آپ شبلی کے بقول اپنے گھر اور وطن میں سکون کا سانس نہ لے سکے جہاں گئے اعتزال کی وجہ سے لوگوں نے دُکھ سہنے پر مجبور کیا ۔ بالآخر کعبہ شریف کے مجاور بن کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا ۔ آپ کو ادب، لغت اور اشاراتِ بیانیہ پر بڑا عبور تھا اور ان ہی علوم کو اپنے اظہار کا ذریعہ بنایا ۔ امام تمنا عمادیؒ (1971م) نے راقم کو مختلف خطوط میں سے ایک خط میں وصیت کی تھی کہ زمخشری پر اعتماد کیا جا سکتا ہے ۔ تاہم تمام خوبیوں اور کمالات کے باوصف حضرت موصوف کے فضائلِ سور اور فضائلِ آیات کے بیان کا شیوہ مجھے اچھا نہیں لگا کہ اس سلسلہ کی احادیث زیادہ تر وضعی اور

امام زمخشری

اعتبار کے قابل نہیں ہوتیں۔ (وفیات الاعیان 81/2۔ارشاد الاریب 147/7 وغیرہ)

356 ابو البرکات (1145م)

عمر بن ابراہیم بن محمد الحسینی العلوی ابو البرکات عرف الشریف عمر (1145م) حدیث اور لغت کے امام تھے۔ولادت اور وفات کوفے ہی میں ہوئی وہ کہتے تھے کہ میں۔فتوے تو زیدی فقہ کے مطابق لکھوں گا مگر میرا عقائدی مسلک اعتزال ہے۔میں ''خلقِ'' قرآن کا قائل ہوں۔

(میزان الاعتدال 249/2۔لسان المیزان 280/4۔انباہ الرواۃ 324/2)

357 علی العمرانی (1165م)

علی بن محمد بن علی بن احمد ابوالحسن العمرانی (1165م) علمائے معتزلہ میں سے تھے۔علمی پس منظر رکھتے کہ ایک بڑے علمی گھرانے کے فرزند تھے۔سلطان سنجر بن ملک شاہ کے ہاں بڑے رفیع المنزلت تھے۔پھر مزاج شاہی بگڑا تو 545 ہجری میں جیل بھجوا دیا۔ (التکملہ ابن الابار طبع مصر صفحہ 665)

❋

358 ابنِ رشد (1198م)

ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن رُشد (1198م) الفیلسوف الاندلسی ایک روشن فکر مسلمان تھے تقلید اور فکری ارتکاز کو شعور و آگہی کے زوال کا موجب گردانتے تھے۔وہ خرد آشنا اور خرد افروز تھے۔معتزلہ کے مجتہدانہ لہجہ میں بات کرتے اور ان ہی کے اندازِ تکلم میں الفاظ کے مزاج سے بحث کرتے تھے وہ گروہی اساس پر تعقل اور تدبر کے قیمتی اثاثے کو رائگاں نہ کرتے تھے جبکہ عقل بیزار۔اسے دین میں رخنہ اندازی سے تعبیر کرتے تھے چنانچہ سوچ کے اسی بحران نے ابن رشد کو مجبور کیا کہ اپنے زاویۂ فکر کو ''جدیدیت'' کی توانائی سے آشنا کریں یعنے فکری ارتکاز کے کوچے میں قدم ہی نہ رکھیں چنانچہ وہ حقائق معلوم کرنے کے لئے غور و تدبر کو زیادہ فوقیت دیتے تھے۔وہ متکلم تھے۔فیلسوف تھے،مقنن تھے،مجتہد تھے فقیہ تھے،مبصر تھے انکی نظر۔وسعت طلب تھی وہ ''محدودیت'' کے مقابل ''آفاقیت'' کو ترجیح دیتے تھے وہ مذاہب و مسالک کا آزادانہ مطالعہ کرنے کے خوگر تھے۔رائج فلسفہ اور علوم آلیہ پر اتنی دسترس حاصل تھی کہ ارسطو کے شارح اور مترجم اس شان سے بنے کہ دنیا محو

ابن رُشد

حیرت رہ گئی۔ یہ درست ہے کہ اُنہوں نے رسمی طور پر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی مگر ''بـدایة الـمـجتهـد'' میں احکام کی حکمت واضح کرنے کے لئے جو اسلوب اختیار فرمایا وہ احکام القرآن کے ضمن میں انوکھا اور منفرد اسلوب ہے انہوں نے قدیم اور جدید فلاسفہ کی افکار کی تہہ تک پہنچے اور استدلال کے سوتے معلوم کرنے کے لئے انعام (90) کو رہنما بنا کر ''فـصـل المقال فيما بين الشريعة و الحكمة من الاتصـال'' کے عنوان سے ایک زبردست کتاب لکھی جس میں شرعی مسائل کی حکمت اور عقلی معیارات کے مطابق اسلام اور دیگر مذاہب کے علاوہ خود فرقہ بند مسلمانوں کو بھی دعوتِ فکر دی ہے کہ وہ عقل وشعور سے بیگانگی کا اظہار کر کے ایک زندہ شعور کے زوال کا باعث نہ بنیں اور قدرت نے جن صلاحیتوں سے انہیں نوازا ہے ان کا صحیح استعمال کریں۔ اس طرح ابن رشد قرآن کے دانشور تھے اور دانشِ قرآن کے حوالہ ہی سے بات کرتے تھے وہ چونکہ معتزلہ کے آہنگ میں بات کرتے اور فلسفے کی رنگ آمیزی سے اپنی فکر کو مزین بناتے تھے لہٰذا صاحبانِ جبہ و دستار نے قرطبہ کے حاکم منصور المومنی۔ کو اس کے الحاد اور لبرل پالیسی کا باور کرایا منصور عقیدت مند ہونے کے باوصف بپھر گیا اور ہمارے ابن رشد کو دیس نکالا دیدیا۔ بعد میں اگرچہ جلد ہی نادم ہو کر واپس آنے کی استدعا کی مگر اب موت نے راستہ روک رکھا تھا اور آپ مراکش ہی میں فوت ہوئے تاہم آپ کی میت کو قرطبہ منتقل کر کے شاہی اعزاز کے ساتھ فرزندِ وطن کو وطن ہی میں دفن کر دیا گیا۔ گو کہ بظاہر ابن رشد منوں مٹی تلے چھپا دیئے گئے تھے مگر حالات نے ایک بار پھر پلٹا کھایا کہ تقریباً 769 سال بعد انہیں مٹی کی گہری تہوں سے نکال کر باہر لایا گیا اور اب ابدالآباد تک انہیں ہر شخص دیکھ سکے گا۔ یعنے ہسپانیہ گورنمنٹ نے فیصلہ کیا کہ ماضی کے سپین میں جتنے مسلم دانشور، تھنکر، مفکر اور مختلف صلاحیتوں میں امتیازی حیثیت رکھنے والے گذرے ہیں وہ سرزمینِ اندلس کے لئے سرمایۂ افتخار ہیں ان کے یادگاری مجسمے نصب کر کے ان کے نام اور کام کو زندہ رکھا جائے چنانچہ ابن حزم (1064م) کے مجسمے کی نقاب کشائی کے بعد جنرل فرانکو نے اسلام کے اس عظیم سپوت کو ساری دنیا کے دانشوروں کے ہجوم میں خراجِ تحسین پیش کیا اور 23۔ اکتوبر 1967ء کو دنیا بھر کے مدعو سکالروں، تھنکرز، اور مغربی ممالک کے تعلیمی اداروں کے سربراہوں خصوصاً فرانس، جرمنی، اٹلی، گریٹ بریٹن اور سپین کی تمام جامعات کے روٗسا اور سفارت کاروں نے قرطبہ میں ہفتۂ ابنِ رُشد منایا اور شہر کے ایک بڑے، چوک میں کانسی کا ایک عظیم الشان مجسمہ نصب کر کے ابنِ رُشد کو بھرپور خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ ملاحظہ ہو شخصیت نمبر 358 کی تصویر۔

359 امام رازی (1210م)

امام رازی

دین و دنیا کے رجل رشید۔فخر المحدثین ،فخر العلماء،فخر المفسرین،فخر الفقہاء،فخر المتکلمین محمد بن عمر بن الحسین القریشی عرف امام فخر الدین رازی (1210ء) آپ واحد عالم تھے جو معقول و منقول میں یکساں دسترس رکھتے تھے جن کی تفسیر پہلی تفسیر ہے جس میں ماضی اور حال کے تمام علما اور متکلمین کے اقوال و آرا کو سمو دیا گیا ہے بلاشبہ رازی مسالک و مذاہب اقوال و آرا کا ایک انسائیکلو پیڈیا ہے آپ نے کمال احتیاط سے ہر فریق کے دلائل کو بڑی خوبی سے نقل کیا ہے۔اب اگر دنیا سے کوئی کتاب ناپید ہوگئی ہے اور ہمارے فخر نے اس کے حوالے سے بات کی ہے تو رازی پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔آپ کی مجالس میں شاہ و گدا یکساں حاضر ہوتے اور درسِ قرآن سے یکساں استفادہ کرتے تھے۔آپ مالدار تھے دو لاکھ سونے کے دینار کے مالک تھے اور دو سو کتابیں لکھیں۔بعد میں کتابیں تو رہ گئیں کہ علم فانی نہیں ہوتا مگر سونے کے دینار نہیں رہے کہ آپ نے خاندان کے تمام افراد میں تقسیم کر کے عملاً فنا کے گھاٹ اُتار دیئے آپ اشعری کے پیروکار رہے مگر کہیں بھی عقل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا وہ علم کے بہتے سمندر تھے جس کا کنارہ نہیں تھا۔کہنے دیجئے کہ وہ اپنے پیر و مرشد اشعری سے زیادہ عالم تھے اس نے اس کا مسلک اختیار ضرور کیا اور دفاع کا حق بھی ادا کرتے رہے تاہم سینکڑوں مسائل ایسے بھی ہیں جن میں اعتدال اور میانہ روی سے کام لے کر اعتزال کے دلائل کو نیز وزن دیا ہے بلکہ زیادہ ہی وزن دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشعریت آپ نے شوقیہ اختیار کر لی تھی کہ وسط ایشیا میں اشعریوں کا اور عرب و ایران میں معتزلہ کا زور تھا۔آپ چونکہ فکری ارتکاز (تقلید) کے خلاف تھے اور معروضی حالات میں کسی علمی توجیہ کو "نئی" بات کہہ کر مسترد نہیں کرتے تھے ان کا مسلک تھا کہ نئی فکر سے نئی توانائی ملتی ہے لہٰذا اسے مسترد کر دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔زمانہ ماضی میں لکھنے پڑھنے اور علمی نکات پیدا کرنے والے بھی انسان تھے اور ان کے بعد یا۔آیندہ سوچنے والے بھی انسان ہی ہوں گے۔البتہ عربیت کا پاس اور لحاظ کرنا ضروری ہے آپ نے ابومحمد مسلم بن بحر الاصفہانی کی تفسیر کو اپنی تفسیر میں سمو کر اسے دوام بخشا ہے بلاشبہ رازی قرآن کے ایک بڑے دانشور تھے۔لوگوں نے طنزاً یہاں تک کہا ہے کہ تفسیر مفاتیح الغیب میں سب کچھ ہے مگر تفسیر نہیں ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے رازی سے انصاف نہیں کیا۔یا۔پھر مفاتیح الغیب کو توجہ سے پڑھا ہی نہیں۔وہ اگرچہ اشعری تھے اس کے باوصف سلفیوں نے ہر دور میں ان کی مخالفت کی ہے کیونکہ وہ عقل کی بالادستی نہیں چاہتے تھے۔باایں ہمہ رازی صاحب وحی نہیں تھے اپنے مسلک سے بے انصافی نہ کر سکتے تھے راقم الحروف نے کہیں گستاخی کر بھی لی ہے تو گستاخی کے لئے لب و لہجہ اور مواد وہی استعمال کیا ہے جو ان کی فکر سے کشید کر سکا ہوں۔

(البدایة والنهایه ۔55/13۔طبقات الشافعیه 33/5)

360 ابن ابی الحدید (1257م)

عبدالحمید بن ھبۃ اللہ بن محمد بن الحسین عرف ابن ابی الحدید (1257م) ابوحمد عزالدین۔ اعیانِ معتزلہ میں سے تھے۔ اعلیٰ قسم کا شعری ملکہ پایا تھا اور اسی مناسبت سے اعلیٰ قسم کا شعر بھی موزوں کرتے تھے۔ تاریخ پر پورا عبور رکھتے تھے اور بڑے انشاپرداز تھے۔ نھج البلاغۃ اور کئی کتابوں کے شارح تھے۔ سلطانی دفاتر میں کام کرتے تھے بغداد میں فوت ہوئے۔

(فوات الوفیات 238/1۔ البدایۃ والنھایۃ 199/13۔ ابن خلکان 158/2)

361 البیضاوی (1286م)

عبداللہ بن عمر بن علی ابوسعید ناصر الشیرازی البیضاوی (1286م) زبردست مفسر تھے امکانی حد تک عقلیات کو ترجیح دیتے تھے۔ بڑے علامہ تھے، نکتہ ور تھے۔ شیراز کے قریب "بیضا" قصبے میں پیدا ہوئے۔ شیراز کے قاضی رہے بعد میں تبریز چلے گئے اور وہیں پر وفات پائی۔ بلند پایہ کتابوں کے مصنف تھے، معتزلہ کی طرح قرآن کے وہ معانی جو حدیث کے ذریعہ تجویز کئے جاتے تسلیم نہ کرتے تھے۔ اُن کا منہج تفسیر ان دانشورانِ قرآن سے ملتا جلتا تھا جو حدیث کو روایت بالمعنے کہتے اور روایت باللفظ تسلیم کرنے سے انکار کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ۔ کوئی محدث اور راوی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ جو روایت کر رہا ہے اس کے الفاظ بعینہٖ وہی ہیں جو آنحضرتؐ کے دہنِ مبارک سے نکلے۔ اس طرح قدیم سے جدید۔ مانتے ہیں کہ۔ لغت اور معانی کے ضمن میں جہاں کہیں حدیث کا حوالہ ہے وہ ظنی اور اختراعی ہے لہٰذا حجت نہیں ہے۔ تاہم بعض لغت نویسوں نے ظنی اعتماد کر کے حدیثی لغت لکھے بھی ہیں لیکن خود انہوں نے یا دیگر نے حدیثی لغت کو حدیثی الفاظ کی تحلیل تک ہی محدود رکھا ہے۔ قرآن کے دامن تک پہنچنے نہیں دیا۔

امام بیضاوی کی تفسیر "انوارالتنزیل واسرارالتاویل" کے نام سے مشہور ہے اس میں آپ نے احتیاطاً لغات الحدیث سے کنارہ کیا ہے تاہم یہ احتیاط اتنی بھی سخت نہیں تھی کہ۔ کسی طرح کی کج ادائی سے پاک ہو۔ پھر بھی جو کچھ تھے تاویل وتشریح میں معتزلہ کو وزن دیتے تھے۔

(البدایہ والنھایہ جلد 309/13۔ دائرۃ المعارف دفالہ برو کلمانی جلد 418/4)

حدیث کے ذریعے لغت کا سہارا لینے کی ایک مثال ملاحظہ ہو جس سے اندازہ ہوگا کہ قرآن کچھ کا کچھ

بن جاتا ہے 929ء کے واقعات میں لکھا ہے کہ اسراء ۔ 29 ۔ کی تفسیر میں بغداد والوں میں خون ریز چپقلش رہی ۔ آیہ کریمہ ہے کہ ومن الليل فتهجد به نافلة لک عسىٰ ان يبعثك ربک مقاما محمودا۔

اے مخاطب علیک السلام رات کو آپ کے لئے تہجد کے نام سے اضافی صلواۃ ہے جس کے صلے میں اللہ عنقریب ہی آپ کو قابلِ تعریف مقام پر فائز کرے گا۔ (اسراء، 29)

چپقلش ۔ یہ تھی کہ ۔ مقامِ محمود ۔ کیا ہے؟ ۔ اس بارے میں "حنابلہ" کی ترجمانی کرتے ہوئے اسحاق مروزی واضح کرتے ہیں کہ

''مقامِ محمود سے مراد یہ ہے کہ اللہ سبحانہ اپنے تخت پر حضور ﷺ کو اپنے ساتھ بٹھائیں گے ۔''

بات کُھل گئی کہ سلفیوں کے ہاں مقامِ محمود اللہ کے ساتھ ہم نشینی کو لازمی قرار دیتا ہے لہٰذا یہ مقام کسی اور انسان کو نصیب نہیں ہوسکتا لیکن یہاں مشکل یہ ہے کہ اس جعلی حدیث اور جعلی مفہوم کو تسلیم کرنے سے قرآن پاک کی متعدد آیات کی تکذیب لازم آتی ہے ۔ خاص کر اللہ کے ساتھ بیٹھنے کا تصور غیر قرآنی تصور ہے ۔ البتہ ۔ انجیل مرقس (19,16) میں غالباً مسیح کو ہم نشیں خدا کہا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان کا تصور یہ ہے کہ بیٹا اپنے باپ کے ساتھ بیٹھ سکتا ہے ۔ اس طرح مسئلہ ہمارا نہیں غیروں کا ہے تاہم سلفیوں اور حنابلہ سے ہم نہیں اُلجھ سکتے کہ وہ عرش وکرسی ۔ اللہ کے جوارح، اعضا اور شکل وشباہت اور آدم جیسی جسامت کے قائل ہیں وہ قرآن کے لیس کمثله شیئی ۔ اور دیگر آیاتِ تنزیہہ کو ٹھنڈے پیٹوں تسلیم نہیں کر سکتے یہی وجہ ہے کہ حنبلیوں نے جب امام محمد بن جریر طبری کو گھیرے میں لے کر دریافت گیا تو انہوں نے مقامِ محمود کی حنبلی تشریح سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ ۔ ان حديث الجلوس علی العرش محال

عرش پر کسی انسان کا اللہ کے ساتھ مل کر بیٹھنا محال اور ناممکن ہے اور ساتھ ہی یہ شعر کہا کہ

سبحانه من ليس له انيس
ولا له فی عرشه جليس

پاک ہے وہ ذات جس کا نہ مونس ہے نہ کوئی ہمدم اور نہ ہی عرش پر بیٹھنے میں اس کا ساجھی ہے ۔

(کامل ابن اثیر واقعات 929م وغیرہ۔ نیز اختلاف الفقہا طبری طبع قاہرہ جلد 19/2)

طبری کے اس جواب سے ہزاروں حنبلی آپے پر ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے ہلکان کر دیا۔ بلکہ جس گھر میں وہ پناہ لینے کے لئے داخل ہو گئے گھر کے دروازے پر اتنا پتھراؤ کیا کہ ایک ٹیلہ بن گیا۔

غرضے کہ اس طرح تفسیر نبوی کے ذریعہ توحید خدا اور صفاتِ الٰہی کو جس طرح بازیچۂ اطفال بنایا جاتا رہا بیضاوی نے گریز کر کے اپنی عاقبت سنوار لی اور غیر اعلانیہ حریتِ فکر اور اعتزال کی آبیاری کی۔ نیز ملاحظہ ہو شخصیت نمبر کتاب ہذا۔

یہ یاد رہے کہ وہ بھی ہیں جو تہجد۔ کو رکوع و سجود والی عبادت تسلیم ہی نہیں کرتے۔

362 محمد بن ابی بکر الھمدانی (1321م)

امام محمد بن ابی بکر بن ابی القاسم الہمدانی (1320م) عرف سکاکینی۔ ایک زبردست عالم تھے فکرِ اعتزال سے لیس تھے۔ ''جبـــر'' کے منکر تھے لوہار تھے چھریاں اور چاقو بناتے تھے عربی میں چاقو اور چھری کو ''سکِّین'' کہتے ہیں ''سکـاکین'' اس کی جمع ہے۔ ان کے مرنے کے بعد کسی جبری نے اسلام کے خلاف باتیں لکھ کر سکاکینی کی طرف منسوب کر کے اس کی رسوائی کی سازش کی تھی لوگوں کو پتہ چل گیا۔ کسی ردِ عمل کا مظاہرہ نہیں ہوا۔ ❁ (البدر الطالع 151/2. الدرر الکامنہ 410/3)

دورِ جدید کے دانشورانِ قرآن

363 سرسید (1898ء)

امام الکلام، قرآن۔ محمدؐ اور اسلام کا دفاع کرنے والے مجتہدِ اکبر۔ استدلال کے دھنی اور استخراج کے مولے سید احمد خان (1898ء) جس نے صدیوں بعد۔ رجعت الی القرآن۔ کا صُور پھونک کر سوئی ہوئی ملت کو بیداری سے ہمکنار کرنے والے جس نے حسبنا کتاب اللہ۔ کے فراموش شدہ درس کی یاد دہانی کرائی۔ جس نے روحِ عصر کو اپنی تعلیمات کا ماٹو بنایا۔ اپنے اجتہاد کو نیا آہنگ دیا۔ سنۃ اللہ۔ اور فطرۃ اللہ میں تبدیلیوں اور تغیرات کا انکار کیا۔ اللہ کے قول اور فعل میں تضاد اور ناہم آہنگی کو امکان سے خارج قرار دیا۔ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا (روم، 30) کی ضوء میں فرمایا:

''اللہ کا قانونِ پیدائش وہی ہے جس کے مطابق انسان پیدا ہوتا چلا آیا ہے۔'' (روم، 30)

کوئی بھی انسان غیر فطری طور پر بغیر باپ کے پیدا نہیں ہوا۔ وہ ماں باپ کے مقطر محلول (قطرۂ منی) سے پیدا ہوا ہے۔ (طارق، 5) غرض۔ سید کہتے تھے۔ جو بات بھی اصولِ فطرت کے خلاف ہو وہ سنت اللہ نہیں ہوسکتی، آپ حدیثوں کا احترام کرتے تھے کہ رفع الیدینی تھے تاہم عقل اور قرآن کی پالیسی، روح اور سپرٹ کے تقاضوں کو مجروح کرنے والی احادیث کو درخورِ اعتنا نہیں بھی سمجھتے تھے۔ آپ نے پوری جرأت سے قرآن اور اسکی دانش کو اُجاگر کیا اور بغیر کسی تقلیدی نسبت کے اسلام کی خدمت کی۔ رحمہ اللہ رحمتہ واسعتہ۔ لیکن یہ سب کچھ یونہی نہیں اسکی بھی ایک تاریخ ہے یعنے انیسویں صدی نے برصغیر میں مسلمانوں کے دورِ انحطاط و پستی کو معراجِ کمال پر پہونچتے ہوئے دیکھا لیکن 1857ء کے بعد یہی کمالِ ابتذال اپنے زوال کا دیباچہ بن گیا نسلِ نو نے وہ چشم و چراغ پیدا کر دیئے جنھوں نے مسلمانوں کے افتادہ نظامِ فکر و عمل میں نئے چراغ جلا دیئے اور جو مسلمانوں کو تنزل اور انہدام کے خارِ مغیلاں سے نکالنے میں نہ صرف کامیاب ہوئے بلکہ ان کی حیات کی شاہراہ کو چراغاں کر دیا۔ اس نشاۃ ثانیہ کو رواج دینے اور اس کو پرجوش و منظم طور پر وجود میں لانے کا سہرا تحریکِ علی گڑھ کے سر باندھا گیا۔ سرسید جیسا ہوشمند انسان اپنی بصیرت کے بل بوتے پر یہ جان رہا تھا کہ مسلمان سب کچھ تو کھو چکے لیکن ایسا نہ ہو کہ اپنی غفلت سے متاعِ دین و ایمان یعنے قرآن سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں۔ وہ قرآن کی قوت اور اثر سے خوب واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس پر تصوف، خرافات، روایات و ہزلیات کی دبیز تہیں چڑھادی گئی ہیں تاہم اسے یقین تھا کہ اگر قرآنِ محکم کو اتنی موٹی تہوں سے نکال کر سامنے لایا جائے تو یہ اجل

سرسید احمد خان

زدہ امت حیاتِ نو پاسکتی ہے چنانچہ سرسید نے عام توہمات باطلہ کو مٹانے کی کوشش کی چنانچہ اللہ نے آپ کو چراغ علی، محسن الملک اور امیر علی جیسے مخلص ساتھیوں کی کُمک فراہم کی جس سے آپ نے دفاعِ اسلام کے پروگرام کو دلجمعی سے آگے بڑھایا۔ اور آج جو کچھ برصغیر میں فکری توانائی رنگ جمارہی ہے یہ سرسید اور چراغ علی کا فیضان ہی ہے۔

❁

364 چراغ علی (1895م)

کہتے ہیں کہ اگر قاضی ابو یوسف نہ ہوتے تو امام ابو حنیفہ کی فکر عام نہ ہوتی۔ یہ اگر مبالغہ نہیں تو میں کہوں گا کہ اگر اعظم یار جنگ کے منفرد نوعیت کے استدلالات سرسید کی حمایت میں نہ ہوتے تو ممکن تھا سید جاہلوں کے قشون قاہرہ کا تنہا مقابلہ نہ کرسکتے لیکن (بلاشبہ) اللہ نے ہند کے موسیٰ احمد خان کو چراغ علی (1895م) جیسا ہارون معاون دے کر اپنی سنت کا یہاں بھی اعادہ کیا ہے۔ چراغ علی متعدد کتابوں کے مصنف اور بیشمار علمی مقالات کے محرر تھے۔ درج ذیل ان کی مشہور وقائی کتابیں ہیں:

PROPOSED POLTICA LEQAI

AND

SOCIAL REFORMS UNDER

MUSLIM RULES

اس میں سینکڑوں ان اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں جو یورپ نے یہ دکھلانے کے لئے کہ اسلام نے ارتقاء کے تمام دروازے بند کردیئے ہیں۔ آپ نے خود انگریز مصنفین کے اعترافات کی ضوء میں دکھلایا ہے کہ اسلام نے ارتقاء کے تمام بند دروازے کھول دیئے ہیں۔ اس کتاب کو 1882 میں شائع کیا گیا تھا بعد میں 1910 میں بابائے اردو عبدالحق نے اردو ترجمہ بعنوان۔ اعظم الکلام فی ارتقا والاسلام کے نام سے متعارف کرایا۔ دوسری کتاب جو مشہور امریکی مصنف واشنگٹن ارونگ نے جہادِ اسلامی پر طرح طرح کے اعتراضات کرکے نبی الاسلام کو تلوار کا نبی مشہور کیا تھا ہمارے چراغ علی نے اس کا بھی بڑی تفصیل سے جواب لکھا ہے۔ نام ہے:

CRITICAL EXPLORER

OF

چراغ علی

اس کا ترجمہ خواجہ غلام الحسنین نے 1912 میں "تحقیق الجھاد" کے نام سے شائع کیا ہے۔ اسی طرح آپ نے پادری عماد الدین۔ کی کتاب۔ تاریخ محمدی کا مدلل جواب غالباً 1868 میں "تعلیقات" کے نام سے لکھا تھا ان جواہر پاروں کے علاوہ آپ نے تہذیب الاخلاق اور دیگر مجلات میں سینکڑوں مقالے لکھے۔ جو تہذیب الاخلاق چمن الدین ایڈیشن کی تیسری جلد میں محفوظ ہیں غرضے کہ آپ نے ہر موضوع پر لکھا اور زبردست منضبط مرقع چھوڑا ہے۔ آپ عبرانی، عربی اور انگریزی پر پورا عبور رکھتے تھے مرزا غلام احمد قادیانی نے ان ہی کے علم سے کسب فیض کیا۔ پھر اپنی مستعار صلاحیت سے آریہ اور عیسائیوں سے مناظرے کرنے کے بعد نبوت کے دروازے کھول دیئے۔

❋

365 محمد عبده (1905م)

جس نے روحِ عصر کو اپنی فکر میں سمویا عصری تقاضوں کو استدلال کا حلیف بنایا اور "الازھر" یونیورسٹی کو روشن خیالی کا راستہ دکھایا یعنے امام محمد عبدہ (1905م) جنہوں نے بغیر کسی فکری نسبت کے شریعت کو آزادانہ چلایا۔ پورے عرب کو قرآن کا منشور ذہن نشین کرایا جو مجتہد تھے سیاس تھے ابوحنیفہ کے پیکر اور مالک کے لباس میں لوگوں کو نئی فکر سے آشنا کیا جو بلاشبہ قرآن کے بڑے دانشور تھے ارتکازِ فکری (تقلید) کے حریف اور حریتِ فکری کے حلیف تھے جنہوں نے اپنے بیشمار مقالات اور تفسیر "المنار" کے ذریعہ نئے علم الکلام کے اصول وفروع بیان کئے اور ہزاروں مسلمانوں کو وحی قرآن کی حقیقت سے آشنا کیا نہ صرف آپ نابغۂ عصر اور یگانۂ روزگار تھے آپ کے شاگرد اور حلقہ احباب بھی دولتِ علم وفکر سے مالا مال تھے۔

زرکلی نے آپ کے خط کا عکس دیا ہے جس کی پہلی سطر کے الفاظ ہیں وھذہ المباحث متفرعة علی ان افعال العباد صادرة منھم والله لا یفعل القبیح

ان مباحث سے واضح ہوتا ہے کہ انسانوں کے افعال ان کے اپنے ہی ارادے کے مظہر ہیں اگر بُرے ہیں تو ظاہر ہے اللہ بدی کا فاعل نہیں ہوسکتا۔

(کتاب الاعلام طبع دوم جلد 131/7)

اس طرح شیخ محمد عبدہ صحابہ اور معتزلہ کے 5 ویں اصول کے مطابق بدی کی نسبت اللہ کی طرف نہیں کرتے۔ وھو المطلوب۔

❋

محمد عبدہ

366 محسن الملک (1907م)

سرسید ایک تاریخ ساز شخصیت تھے بلکہ شخصیت ساز انسان تھے آپ کی نظر جس پر بھی پڑ جاتی تو ناممکن تھا کہ ان کے دام حُسلدار سے بچ نکلتا آپ بلاشبہ مس خام کو کندن بنانے کی صلاحیت رکھتے تھے جس طرح حالی و شبلی ان کی چتون کے اسیر ہوئے نواب سید مہدی علی خان منیر نواز جنگ محسن الملک (1837-1907) بھی اسی طرح ان پر وارفتہ ہوئے۔ وہ سرسید کے نورتنوں میں شمار ہوتے تھے سرسید سے بے حد پیار تھا اور ان کے کاموں کے بڑے مداح تھے وہ مذہباً اگرچہ شیعہ تھے مگر سید کی محبت میں اتنے سرشار اور والہ ہوئے کہ سب کچھ بھول گئے

یار یار کردم دل من قرار نیست
عالم تمام گشتم مثل تو یار نیست

اب وہ بھی اپنے رہنما کی طرح شگفتہ فکر۔۔۔اور رجعت الی القرآن کے اعتزالی جذبے سے مصروف عمل ہونے لگے۔ آپ کے مقالات بے حد مقبول ہوئے خاص کر۔ نیچر والا آف نیچر (Nature & Law of Nature) نے تو دھوم مچادی تھی اور گذشتہ ایک سو سال سے زیادہ عرصہ میں ایسی مدلل اور آتشیں تحریر نظر سے نہیں گذری۔ آپ فکری ارتکاز کے مفاسد سے بخوبی آگاہ تھے لہٰذا اس موضوع پر تقلید اور عمل بالحدیث کے عنوان سے ایک عالمانہ تحریر چھوڑی ہے۔ ویسے بغیر کسی بیرونی محرک کے آپ نے ''آیات بینات'' لکھ کر اپنے سابقہ ہم مسلکوں کے خوب لتے لئے ہیں۔ اسی طرح سرسید کے خیالات کا اس مدلل انداز سے دفاع کیا ہے کہ وہ سرسید کی اپنی کاوشوں سے کچھ کم نہیں ہے۔ آپ خوش الحان بھی تھے اور زبردست مقرر بھی اور حاضر جواب عالم بھی۔ جسٹس سید محمود کی 1899 میں رحلت کے بعد اگر آپ علیگڑھ کالج کے سکریٹری نہ بنتے تو کالج پردۂ کتم میں چلا جاتا نہ یونیورسٹی بنتا۔ نہ مسلم رہنمائی کا کوئی مضبوط مرکز و ادارہ۔

367 حافظ نذیر احمد دھلوی (1912م)

حافظ نذیر احمد علمائے بارزین میں سے تھے ادیب تھے اونچے درجے کے مصنف تھے خطیب تھے انشا پرداز تھے ذہانت و فطانت میں یکتا تھے۔ بلا کا حافظہ پایا تھا کہ بایں پیرانہ سالی چھ سات ماہ میں قرآن پاک حفظ کرنے کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ اہل زبان تھے محاورات و مفاہیم کی اوٹ میں چھپے مضامین چن لیتے تھے۔ عشق رسولؐ کا غلبہ اتنا تھا کہ اگر کہیں سے قرآن اور سید البشرؐ پر زبان درازی ہوتی تو بجلی بندھ جاتی آنکھوں سے

محسن الملک

حافظ نذیر احمد

آنسوؤں کی جھڑیاں بہ جاتیں اور گھنٹوں تک بے چینی طاری رہتی ۔ ۔ ۔ ۔ ان ہی دنوں ملت سازی میں ایک ہستی مصروفِ عمل تھی جس کا عزم اتنا بلند اور فکر اتنی باکمال تھی کہ مخالف کولمحوں میں تعصب اور نفرت کی برائیوں کا قائل کر کے قومی دھارے میں شامل کر لیتے تھے سرسید سے جو بھی ملا ۔ اپنے سابقہ خیالات پر قائم نہ رہ سکا ۔ بلاشبہ سید ایک قومی ہیرو بھی تھے مذہبی مصلح اور شخصیت ساز مدبر بھی ۔ اور ان ہی شخصیات میں سے نذیر احمد بھی تھے جو قومی اُمور میں سید کے دست و بازو بھی بنے اور بہت سی مذہبی خامکاریوں کی اِصلاح میں جُتے بھی رہے قریباً 1908 کے لگ بھگ آپ نے پادری احمد شاہ مسیحی کی کتاب ''امھات المؤمنین'' کے جواب میں ''امھات الامۃ'' لکھی جو بڑی دھماکے دار کتاب تھی اس میں شاید بعض بحثیں ایسی آ گئی تھیں جو مروجہ کتب میں نہیں تھیں اور جن سے اشتعال میں آ کر شبلی جیسے مؤرخِ اسلام کی نگرانی میں امھات الامہ کی دستیاب کاپیاں جلا دی گئیں لیکن جناب ضیاء الدین برنی لکھتے ہیں کہ

> ''مجھے امھات الامہ کے دوسرے ایڈیشن کے مطالعہ کا اتفاق ہوا سوائے چند آزاد جملوں کے باقی کتاب ہرگز قابلِ اعتراض نہیں ٹھیرائی جاسکتی یہ کتاب بڑی تحقیق سے لکھی گئی ہے اور ہمارے مذہبی لٹریچر میں نمایاں اضافے کی حیثیت رکھتی ہے۔'' (عظمتِ رفتہ صفحہ 19/111 تا 25)

حافظ نذیر احمد محاوراتِ قرآنی کی رسائی پر کامل دسترس رکھتے تھے ''صنعتِ مشاکلت'' بدیع کی ایک صنعت ہے علمِ بدیع وہ علم ہے جس میں کلام کو ظاہری حسن وخوبی سے آراستہ و پیراستہ کرنے کے طریقے سکھلائے جاتے ہیں اس طرح بدیع کے مختلف اُسلوبوں میں ایک اُسلوب ''مشاکلت'' بھی ہے اس میں ہے کہ ایک ہی شکل وصورت اور ایک ہی مصدر و مادہ کے دو لفظ ساتھ ساتھ بولے جائیں اور دونوں لفظوں سے الگ الگ معنے ومفہوم مراد ہوں جیسے ''استھزاء'' (بقرہ، 1 تا 14) اور ''مکر'' (عمران، 54، نمل، 5) کے الفاظ ہیں ۔ قرآن پاک کی جن آیات میں ''مشاکلت'' کا اُسلوب اختیار کیا گیا ہے انہیں محض عربی لغت کی رُو سے نہیں سمجھا جاسکتا بلکہ عربی زبان کے محاورات اور وسیع تر استعمالات کی روشنی ہی میں ان کا مفہوم ذہن میں بیٹھ سکتا ہے حافظ مرحوم لکھتے ہیں کہ

> ''کچھ عربی کی خصوصیت نہیں شاید سب زبانوں میں یہی قاعدہ ہو کہ ایک فعلِ مذموم کے بدلے میں سزا یا انتقام کے طور پر جو فعل کیا جاتا ہے ۔ اگر چہ فی نفسہ وہ مذموم سے تعبیر کیا جاتا ہے تاکہ جیسا فعلاً انتقام لیا گیا قولاً ۔ بھی انتقام لینا ظاہر ہو

مثلاً فارسی میں کہتے ہیں ۔ بدی را بدی سہل باشد جزا ۔ ہندی میں گویا اسی کا ترجمہ
ہے ۔ نیکی کا بدلہ نیکی ہے ۔ بدی کر بدی ساتھ لے ۔ کانٹے لگا کانٹے پھلیں ۔ پھل
پات لو پھل پات لے ۔ کل جگ نہیں کرجگ ہے ۔ یاں دن کو دے رات کو لے ۔ کیا
خوب سودا نقد ہے اس ہات دے اُس ہات لے ۔ جیسے کو تیسا ۔ جیسا اور تیسا کنایہ ہیں
صفات مذمومہ سے لیکن جس طرح بدی کے بدلے میں جو فعل کیا جائے صرف کہنے کو
بد ہے ۔ اسی طرح جیسے کے بدلے میں تیسا گالی نہیں ہے ۔''

(حمائلِ نذیر احمد طبع تاج کمپنی صفحہ 7 ۔ ۔ ۔ 11)

بلا شبہ نذیر احمد نے بدیع کے جس قاعدے کا سہارا لیا ہے ہمارے بہت سے سلف اکابر اس سے فارغ ہی رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ نذیر احمد کے بامحاورہ ترجمہ سے لاکھوں انگریزی خواں مستفید ہوئے اور ہوتے رہیں گے ۔

❁

368 حالی (1914م)

خواجہ الطاف حسین حالی 1914م بڑے حساس اور دردمند دل کے مالک تھے ان کا دل ہر وقت قومی درد سے سرشار رہتا تھا ۔ قرآن کے پکے شیدائی تھے حیاتِ جاوید میں سرسید کے خیالات کی اس خوبی اور علمیت سے توجیہات بیان کی ہیں جن کے بعد سید کے خیالات سے نہ صرف نفرت کم ہوگئی ہے لوگوں میں دِفاعِ اسلام اور فہمِ قرآن کا جذبۂ بیکراں بھی پیدا ہوا ہے ۔ ویسے حالی خود بھی زبردست مصلح، مبلغ عالم اور بہت سے علوم پر گہری نظر رکھنے والے تھے لہٰذا حالی کے بارے میں یہ مواد جمع کرنا کہ آپ کس طرح ایک شاعر سے دانشورِ قرآن بنے غیر ضروری ہے آپ فطرت کا مطالعہ کرنے والے تھے فطری بن گئے ۔ ان کا سینہ تعصب کی کثافت سے پاک تھا جبکہ ایسے پاکیزہ سینوں میں قرآن ۔ بغیر پوچھے جاگزیں ہو جاتا ہے خاص طور پر جب رفیقِ سفر، ''راہبر'' بھی ہو ۔ ہوسکتا ہے کہ حالی کسی اور راستے پر چل پڑتے مگر ایک مردِ خدا نے ان کی رہبری کی اور مسلمانوں کی ڈوبتی کشتی کو پار لگانے کے لئے اپنا ہم پیشہ کھیون ہار بنالیا ۔ حالی خود ہی لکھتے ہیں :

''ناگاہ دیکھا کہ ایک خدا کا بندہ جو اس میدان کا مرد ہے ایک دشوار
گذار رستے میں رہ نورد ہے بہت سے لوگ جو اس کے ساتھ چلے تھے تھک کر پیچھے
رہ گئے ہیں بہت سے ابھی اس کے ساتھ افتاں و خیزاں چلے جاتے ہیں مگر ہونٹوں پر

الطاف حسین حالی

پڑ یاں جمی ہیں ۔ پیروں میں چھالے پڑے ہیں لیکن وہ اولوالعزم آدمی جوان سب
کا راہنما ہے اسی طرح تازہ دم ہے نہ اسے رستے کی تکان ہے نہ ساتھیوں کے
چھوٹ جانے کی پرواہ ہے نہ منزل کی دوری سے کچھ ہراس ہے ۔ اس کی چتون میں
غضب کا جادو بھرا ہے کہ جس کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھتا ہے وہ آنکھیں بند کر کے اس
کے ساتھ ہو لیتا ہے اس کی ایک نگاہ ادھر بھی پڑی اور اپنا کام کر گئی ۔

آں دل کہ رم نمودے از خوبرو جوانان
دیرینہ سال پیرے بردش بیک نگاہے''

(مأخوذ از یادگارِ حالی ۔ صالحہ عابد حسین طبع انجمنِ ترقی اردو (ہند) علی گڑھ صفحہ 11/40 تا 20)

یہاں حالی نے گرویدۂ سید ہونے کی داستان سنادی اور سید فطرتی مذہب کے راہرو تھے ۔ جس میں معجزات وکرامات ہزلیات وخرافات کی گنجائش نہ ہوسکتی تھی باایں ہمہ حالی سید کے مبلغ بن گئے یادگار حالی میں لکھا ہے کہ

''ایک دن سرسید کے یہاں خواجہ صاحب مرحوم بھی تھے اور مولانا شبلی بھی حضرت عائشہ کے مذہب کا تذکرہ ہونے لگا ۔ مولانا شبلی از راہِ ظرافت بول اُٹھے کہ معلوم ہوتا ہے حضرت عائشہ بھی نیچری تھیں ورنہ معراج جسمانی سے کیوں انکار کرتیں؟ یہ سنتے ہی خواجہ صاحب نے کہا ۔ اس سے ثابت ہوا کہ نیچری ہونا بڑی فضیلت کی بات ہے کہ حضرت عائشہ تک اس جرگہ میں داخل ہوں ۔''

(یادگارِ حالی صفحہ 13/17 تا 17)

یہ یادر ہے کہ قرنِ اول سے چوتھی صدی ہجری تک قرآنی دانشوروں کو عدلی ۔ توحیدی ، قدری اور معتزلی کہا جاتا تھا یعنے دانشِ قرآن کسی خاص شخصیت یا مدرسۂ فکر سے موسوم نہیں تھی حنفی ، شافعی ، مالکی اور حنبلی اشخاص کی نسبت سے موسوم ہیں جبکہ فطرتی ۔ قدری ، توحیدی ، عدلی ، اور معتزلی صفات سے موسوم ہیں مثلاً ۔ کسی نے انسان کے ارادے واختیار کو پاور سے تعبیر کیا اُسے قدری کہا گیا ۔ کسی نے اللہ سے ظلم سرزد ہونے کی نفی کی تو اسے عدلی کہا گیا ۔ کسی نے اللہ کی تنہا حاکمیت کا تذکرہ کیا تو اسے توحیدی سے موسوم کیا گیا اسی طرح کسی نے معاصی سے اجتناب برتا اور قرآن کی حاکمیت کو مشتبہ کرنے والی باتوں سے کنارہ کیا تو اُسے معتزلی کہا گیا یا یہ کہ سُنیوں سے علیحدہ تعبیر وتشریح کا اُسلوب اختیار کیا تو اسے بھی معتزلی کہا گیا ۔ اور یہ صورتِ حال اس وقت

تک باقی رہی کہ تاتاریوں کے روپ میں اچانک ایک بگولہ نمودار ہوا جو مسلمانوں کی تہذیب وثقافت رفاہی کلچر اور علمی درسگاہوں کو خس وخاشاک کی طرح اُڑا لے گیا۔ اب نہ ان کے علمی مراکز رہے۔ نہ سوچنے والے دماغ اور نہ ہی معتزلہ کے استیصال کا کوئی خاص منصوبہ جو ان کے ہاتھوں کامیاب ہونے کی نوید لے آتا۔ ادھر زوالِ علم وآگہی کے ساتھ ہی ہماری مذہبی قیادتیں جو فکری ارتکاز کی گرویدہ تھیں عقل ودانش اور علمی ترقی کے چار سو سال پورا کر چکی تھیں انہوں نے مسلمانوں پر ایک اور آفت ڈھا دی کہ عقل واجتہاد پر پابندی لگا دی اور یہ پیریڈ اتنا لمبا ہو گیا کہ پورے ایک ہزار سال تک نہ ابوحنیفہ پیدا ہونے دیا نہ امام عقل ودانش واصل بن عطاء۔ اور نہ ہی کسی جانب سے نشأۃ ثانیہ کی آواز بلند ہوئی۔ عثمانی سلطنتیں تھیں تو ان کا چراغ علم وآگہی کے تیل سے عاری تھا۔ ہزار سال کے بعد جہاں بغداد، دمشق اور قرطبہ کا زمانۂ عروج ذہنوں سے اوجھل ہو چکا تھا وہاں معتزلہ اور ان کے مجتہدانہ کارناموں کی یاد بھی نہ رہی۔ اب کہ نشاۃ ثانیہ کا دور سائنسی رنگ وروپ میں شروع ہوا تو مذہب نے ہزیمت کا نیا راستہ اختیار کیا لیکن اب فطرت اور قانونِ فطرت کے تناظر میں دینی صداقتوں کو آزمانے کا نیا موقع میسر آیا اور ماضی کے چار صد سالہ اعتـــــزال نے فطرت کی راہیں اپنا کر نیا رنگ اختیار کر لیا اب عقل پر لگائی جانے والی پابندی بھی ختم ہو چلی تھی اور اجتھاد کے آگے جو بند باندھے گئے وہ بھی عقلیات اور فطرت کی تاب نہ لا کر بہتے چلے گئے۔ ہمارے حالی عقلیات کے اسی نئے دور کی پیداوار تھے۔ تاہم پاکستان بننے کی صورت میں بنیاد پرستی نے اپنا زور دِکھانا شروع کر دیا لیکن کمپیوٹر، الیکٹرانک اور دیگر سائنسی ایجادات نے مذہب کی ہزیمت کو یقینی بنا دیا ہے مذہبی درسگاہوں میں بظاہر بنیاد پرستی کا راج رہا لیکن عامۃ الناس مطمئن نہیں ہو رہے بس منافقانہ ہم آہنگی کو وطیرہ بنائے ہوئے ہیں جو امید رکھنی چاہئے کہ زمانۂ قریب میں منافقت کا یہ خول بھی اُتر ہی جائے گا پھر۔ **واشرقت الارض بنور ربھا** ۔ زمین اللہ کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔ قرآن کا دور دورہ ہوگا۔ تقلید کا چلن نابود ہو جائے گا۔ تحقیق کی ڈیمانڈ ہوگی اور تحقیق کا میدان وسیع ہے جس کے لئے فکری محنت، ذہنی آزمائش اور اجتہادی بصیرت کے آفاق طے کرنے ہونگے۔

❁

369 سید امیر علی (1928م)

سر سید اور چراغ علی کے بعد اسلام کا سب سے زیادہ دفاع کرنے والے سید امیر علی بن سید سعادت علی 1840 میں پیدا ہوئے اور 1928 میں اللہ کو پیارے ہو گئے آپ انگریزی اور اردو و بنگالی کے زبردست دانشور

سید امیر علی

تھے۔مقنن تھے،ریسرچ سکالر تھے متکلم اسلام تھے بقول خیرالدین زرکلی۔من کبار المناضلین عن الاسلام فی العصر الاخیر

پچھلے عرصہ میں اسلام کے سب سے بڑے دفاع کنندہ تھے۔

(الاعلام ۔ 355/1)

آپ کسی بھی ارتکازِ فکری (تقلید) کے خلاف تھے۔آزادانہ تحقیق وریسرچ کے قائل تھے۔دفاع اسلام میں نپے تُلے قانونی اور جچے تُلے معیاری الفاظ استعمال کرتے تھے۔انہوں نے''سپرٹ آف اسلام''۔ کے ٹائیٹل پر یہ بیت لکھ کر اپنی غیر جانبداری کا اشارہ دیدیا ہے:

زبان کہ از بهر حق گوئی چه سریانی چه عبرانی: -

مکان کہ از بهر حق جوئی چه جا بلقا چه جا بلسا

اس طرح وہ اپنے عقیدے اور مسلک کے لحاظ سے دانشورِ قرآن تھے۔ذیل کی نادر تصنیفات آپ کی مجتہدانہ بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہیں:

- A CRITICAL EXAMINATION OF THE LIFE AND TEACHINGS OF MUHAMMAD
- A SHORT HISTORY OF THE SARACENS
- THE SPIRIT OF ISLAM
- THE ETHICS OF ISLAM

یہ تمام کتابیں عربی میں ترجمہ ہو چکی ہیں کسی زمانے میں دستیاب تھیں،آج بھی ہیں:

- حياة النبی و تعاليمه
- مختصر تاريخ المسلمين
- روح الاسلام . او حياة محمد و تعاليمه (وهوا قوى كتبه و اعظمها)
- آداب الاسلام
- الاحكام الشرعيه

❁

370 رشید رضا (1935م)

رشید رضا

محمد رشید بن علی رضا بن محمد شمس الدین بن محمد بہاء الدین عرف رشید رضا (1935م)۔ حالی اور محسن الملک جس طرح۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں سرسید کے سرفروش اور جانباز معاون اور ساتھی تھے اسی طرح مصر میں رشید رضا۔ امام عبدہ کے دست راست بن کر مطلع پر نمودار ہوئے دینی اور اجتماعی اصلاحات میں آپ کے جرأت مندانہ اقدامات سے دنیائے عرب نے خوب استفادہ کیا۔ آپ نے سرسید کے نقشِ قدم پر تہذیب الاخلاق کی طرح مجلّہ "المنار" جاری کیا اور اس ذریعہ سے لوگوں تک اپنے خیالات پہنچائے۔ حقوقِ نسواں کے بڑے علمبردار تھے "نداء الجنس اللطیف" آپ کی طبع شدہ مشہور کتاب ہے۔ **اصول التشریع العام** ۔ قانون سازی کے بنیادی اصولوں کی تشریح پر لکھی گئی بے حد اہم کتاب ہے۔ جس طرح حالی نے "الدین یسر" لکھ کر اسلام کو انسانی طبائع کے حسبِ حال فطری اور قابلِ پذیرائی دین ثابت کیا ہے اسی طرح رشید رضا نے **یسر الاسلام** ۔ لکھ کر اسلام کو فطری دین ثابت کیا ہے۔ **شبہات النصاری و حجج الاسلام** آپ کی بڑی معرکۃ الاراء کتاب ہے جس میں چراغ علی کی طرح غیر مسلموں کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے۔ ویسے تفسیر "المنار" آپ کی زندہ شاہکار تصنیف ہے۔ ❁ (معجم المطبوعات طبع مصر صفحہ 934)

371 عنایۃ اللہ اثری

علمائے راسخین میں حضرت علامہ عنایت اللہ اثری وزیر آبادی مدرس مدرسہ دار الحدیث گجرات کا نام عقیدت سے لیا جا سکتا ہے آپ کا دل ویسے تو موروثی طور پر توحید۔ باری سے معمور تھا تاہم اپنے ہم سفروں کے برعکس احادیث جنہیں اہلحدیث حضرات کھلے بندوں قرآن پر ترجیح دیتے بلکہ ضرورت پڑنے پر تردید کے لئے استعمال بھی کرتے ہیں۔ آپ اپنی خداداد بصیرت و ذہانت کے زور پر ان کی ایسی توجیہ اور تاویل کر جاتے تھے جس سے حدیث پرواز اعتراض بھی ختم ہو جاتا اور قرآن محکم کی حاکمیت پر آنچ بھی نہ آتی۔ آپ نے سینکڑوں مسائل میں قرآنی دانشوروں کے دفاعی انداز کو اپنا کر بڑی جرأت اور خوفِ خدا کا مظاہرہ کیا ہے۔ آپ نے یوں تو بہت سے مسائل پر مستقل تصانیف چھوڑی ہیں لیکن ان میں۔ **البیان المختار** جو انبیاء کے حالات پر **410** صفحات پر مشتمل ہے اور "**القول المختار**" جو سیرتِ نبویؐ کے بعض گوشوں کو شامل ہے نہایت نادر اور عالمانہ تحقیق کی حامل ہیں۔ بایں ہمہ کوئی بھی توجیہ کتنی ہی دلپذیر اور توانا کیوں نہ ہو جب تک انسانی سوچ اور کاوش کی مرہونِ منت ہے حرفِ آخر نہیں ہوسکتی۔ لیکن اس کے معنے یہ نہیں کہ وہ چونکہ عامل بالحدیث تھے لہٰذا انہیں قرآن کی حاکمیت اور حکمرانی کی حمایت کرنے کے باوصف دانشورانِ قرآن میں شمار نہیں کیا جا سکتا؟ اگر

ہمارے عنایت اللہ اثری دانشورِ قرآن نہیں ہو سکتے پھر کوئی دوسرا بھی نہیں ہو سکتا۔

❁

372 طنطاوی جوھری (1940م)

گذشتہ صدی نے ایک بڑے باکمال آدمی کو جنم دیا نام تھا طنطاوی بن جوھری 1940م۔ یہ مختلف علوم کے علامہ تھے۔ اپنی سوچ کا محور قرآن کو بنالیا تھا اور قرآن نے اسے یہ صلہ دیا کہ اس پر عقلیات اور سائنس کے آفاق واشگاف کر دیئے۔ ادھر یہ بھی حقیقت ہے کہ انسان کتنا ہی درجہ کمال کو پہنچے وہ کامل نہیں ہو سکتا اس کے کسی نہ کسی عمل اور کسی نہ کسی فکر پر بشریت غالب رہ ہی جاتی ہے جو انسان کو بشریت کے دائرے میں محصور کر دیتی ہے طنطاوی بھی ایک انسان تھے جو اپنے آہنگ اور نہج میں تجرباتی تنوع کے پلِ صراط سے گذر رہے تھے اس نے اپنی بساط کی حد تک قرآن محکم کی سائنسی تشریحات کیں اور سوچنے والوں کے لئے سوچ کے نئے زاویئے دیئے آج ہندو پاک میں وحی کی سائنسی تشریحات کرنے والوں کے سرخیل بھی وہی ہیں ویسے ان کا یہ اسلوبِ تشریح بڑا دلکش، جاذب اور پُر کشش ہے کہ ہر آیت کی سائنسی تشریح کے بعد اس تشریح کو قصے اور کہانیوں کے روپ میں پیش کر کے زیادہ قابلِ فہم بنایا۔ ❁ (مرأۃ العصر 225/2 وغیرہ)

373 امام فراھی (1940م)

السنۂ شرقیہ کے علاوہ۔ لغت اور ادب کے امام۔ عالمِ باعمل۔ مجتہد وقت کے دھارے کا شناسا۔ امام حمید الدین فراہی (1940م) قرآن کے بڑے دانشور تھے ادبیاتِ عرب پر عبور رکھتے اور توجیہاتِ قرآن کا گہرا شعور رکھنے والے تھے۔ 46-1945ء میں ان کی نظام القرآن کے بعض اجزاء کلکتہ میں زیرِ مطالعہ رہے۔ مجھے بہت ہی اچھے لگے میں نے ذرہ بھر انقباض محسوس نہیں کیا۔ کیونکہ اس وقت تک میرا ذہن تعصّبات سے بالکل صاف و شفاف ہو چکا تھا۔ میرا ذہن۔ قرآنیات۔ قبول کرنے کے لئے ہر وقت مستعد اور تیار رہتا تھا خاص کر اس سے پہلے 44-1943ء میں مسلم نشاۃ ثانیہ کے رہبر اعظم سر سید احمد خان (1898م) کی تفسیر دیکھ چکا تھا اب میرے لئے سلطانئ خرد۔ کی کوئی سی توجیہ نامانوس نہیں رہی تھی۔ نفرت اور تنگ ظرفی کا عنصر شاملِ فکر نہیں رہا تھا اب ہدایت پذیری کے لئے میرا سینہ کُھل چکا تھا۔ قرآن سے والہیت میرے دل و دماغ میں رچ بس گئی تھی حسبنا کتاب اللہ ۔حقیقت بن کر میری رہنمائی کر رہا تھا۔ مجھے اگر کہیں سے اطمینان ملتا اور میری پیاس کسی طرح بجھ سکتی تھی تو صرف قرآن کے ذریعہ ہی بُجھ سکتی تھی۔ میں کم علم ضرور تھا مگر قرآنی جواہر پاروں کے سمیٹنے کا شعور فراواں تھا اور

میں سمجھتا ہوں اس میں سرسید کے بعد امام فراہی، عنایت اللہ مشرقی اور امام الہند ابوالکلام آزاد کی فیض رسانی کا زیادہ حصہ ہے۔

تب جوانی تھی مشاغل کے تنوع سے فرصت نہ ملی کہ امام فراہی کی نظام القرآن کے جتنے بھی اجزاء مل رہے تھے خرید کر لیتا اب پیرانہ سالی کا دیو استبداد حافظے کی توانائی پر پاکوب ہے۔ حافظے کے محلات ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہے ہیں نسیان اور فراموشی کا قبضہ مستحکم ہو رہا ہے۔ خاص کر امام فراہی۔ کا لٹریچر اصلی حالت میں فراہم بھی نہیں ہو رہا اور تراجم پر میرا اعتماد نہیں ہے کہ اکثر تلامذہ نے اپنے اساتذہ کی افکار میں تصرف کیا ہے مثلاً مولانا شبلی (1914م) کی سیرت النبیؐ کی پہلی جلد ہے مولانا نے یہ جلد خود ہی چھاپی تھی کہ فرشتۂ اجل نے زندگی جیسی نعمت چھین لی۔ بعد میں سید سلیمان ندوی نے اسے از سر نو تحریر کر کے 5 مزید جلدیں لکھ کر چھ جلدوں میں مکمل کیا۔ لیکن 1943 میں دیکھا کہ شبلی ایڈیشن کی پہلی جلد مکمل تصرف کی نذر ہو چکی تھی۔ شبلی مرحوم نے اپنے ایڈیشن میں معجزات و کرامات کا بالکل ہی انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ دونوں کے تقابلی مطالعہ کے بعد یقین ہو چلا تھا کہ شبلی کے خیالات مسخ ہو چکے ہیں بلکہ الکلام میں اس موضوع پر لکھی ہوئی تحریر سے آج بھی تصدیق ہو سکتی ہے کیونکہ سرسید کی طرح نعمانی بھی اس عقیدے کے تھے کہ معجزات و کرامات نے اللہ کے کاموں میں شراکت کا تصور اُجاگر کر کے توحید کے تقاضوں کو نہ صرف مجروح کیا ہے بلکہ مفلوج بھی بنا دیا ہے اسی طرح جب مجھے باوثوق ذریعہ سے پتہ چلا کہ موجودہ ''تفاسیر فراہی'' میں تصرف ہو چکا ہے تو میں نے اسے بھی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ رہا یہ کہ امام فراہی کے ضمن میں ندوی صاحب کی یہ وضاحت کہ،

> ''ان (شبلی و فراہی) ہر دو میں سے انکی (سرسید کی) تفسیر کا عربی ترجمہ کر دیں مگر ان حضرات نے تفسیری اختلاف کی بنا پر معذرت کر دی۔''

(معارف اعظم گڑھ فروری 1919م)

یہ وضاحت اور معذرت قابلِ مسموع نہیں ہو سکتی کیونکہ مترجم کسی بھی مصنف کے خیالات کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔ یہ ندوی صاحب کی غلط تو جیہ اور غلط معذرت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ندوی صاحب نے اپنی چشمک کو ان ہر دو حضرات کے پلڑے میں ڈال کر بات کو غلط نہج پر ڈال دیا ہے۔ تاہم میں امام فراہی کے بارے میں تو کچھ کہنے سے عاجز ہوں البتہ کہنے دیجئے کہ شبلی سے تسامحات ہوئے ہیں اور ان کی سید سے اندرونی مگر خفیف سی معاندت پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا اگر معاندت نہ بھی کہو تب بھی سطحِ ذہن پر خفیف سا غبار ضرور تھا کہ انہوں نے سید کی اچھی باتوں کو نام لئے بغیر نہ صرف قبول کر لیا دیدہ دلیری سے اپنی ہی صلاحیت کا ثمر بھی ٹھیرایا ہے، اسے

______ محدثین کی اصطلاح میں۔ تدلیس کہا جاتا ہے یعنے کسی سے بھی خلش ہو پرکاش ہو یا دل نہ چاہتا ہو کہ سچائی اس کی طرف منسوب ہو لہٰذا پرائی محنت کو اپنی محنت کا نام دے کر اس کا پتہ کاٹ دینا تدلیس ہے یہی وجہ ہے کہ۔ حوض۔ موج اور رود کوثر والے شیخ اکرام۔ اور شبلی نامہ والے محمد امین زبیری نے شبلی پر حقیقت چھپانے کا الزام لگا کر وار کیا ہے کہ وہ الکلام میں بیشتر باتیں سرسید سے لیتے ہیں مگر نام کا پتہ کاٹ کر۔ یہ یاد رہے کہ اکثر دانشورانِ قرآن خود مجتہد ہو کر بھی شیخ اور استاد کی نسبت سے پرہیز نہیں کرتے تھے ان کے بارے میں جب لکھا ہوا ملتا ہے کہ وہ حنفی معتزلی تھے۔ شافعی قدری تھے زیدی توحیدی تھے۔ یا شیعہ عدلی تھے تو میں نے ایسی نسبتوں سے تعرض نہیں کیا کیونکہ نسبت کی گرویدگی انسان کے آزادانہ اختیار کا مسئلہ ہے۔

374 امامِ انقلاب عبیداللہ السندی (1945م)

جن کے دل میں اسلام نے راہ پالی ان کے ہدایت یافتہ ہونے میں کیا شک ہے بوٹا سنگھ کے ہونہار فرزند عبیداللہ السندی (1945م) بلاشبہ علمائے بارزین میں سے تھے آپ مسلکاً صوفی تھے تاہم آپ کی تمام زندگی اِنقلاب قائم کرنے کی جدوجہد میں بسر ہوئی وہ ایسا اِنقلاب چاہتے تھے جو تمام بنی نوع بشر کے لئے یکساں افادیت اور فیض رسانی کا موجب ہو اور جس کے خطوط قرآن نے خود متشکل کئے ہوں چنانچہ وہ بعض سورتوں کی تفاسیر اور تشریحات میں ہر مقام پر قرآنی انقلاب کی وضاحت کرتے تھے جو سب کی بھلائی کے لئے ہو وہ اتنے غیر متعصب تھے کہ خواہ کسی بھی مذہب کا کوئی بھی سائل ان سے بات کرتا تو قرآن کو عالمی تناظر میں پیش کر کے اس کی تشفی کرا دیتے تھے آپ نے روس میں رہ کر لینن۔ سے ملاقاتیں کیں اور ان پر واضح کیا کہ سوشلزم یا انسانیت کے اجتماعی مفاد کے سوتے قرآن محکم سے پھوٹتے ہیں۔ لینن نے کہا کہ آج تک ہمیں کسی نے بھی یہ بات نہیں بتلائی۔ مولانا نے فرمایا۔ آپ لوگوں نے یورپ کی طرح قرآن سے مشورہ کیا ہی نہیں۔ تمہیں کس طرح پتہ چلتا کہ اس میں کیا ہے؟ آپ کی کھلی باتوں سے آپ کی مادرِ تعلیم دیوبند کی درس گاہ کے اکثر علماء بدکتے تھے شبیر احمد عثمانی تو آپ کے جانی دُشمن تک ہو گئے تھے لہٰذا آپ نے تنگ آ کر دہلی میں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے ادارہ قائم کیا اور پھر تا زیست اسی سے وابستہ رہے۔ مولانا دین و دنیا کی رہنمائی قرآن ہی سے اخذ کرتے تھے وہ جلاوطنی ختم کر کے جب وطن واپس آئے تو ہم نے حیدرآباد سندھ میں اُن سے ملنے کی خواہش کی۔ حیدرآباد کے مشہور تعلیمی ادارے نور محمد ہائی سکول میں ہماری خواہش کی تکمیل ہوئی علامہ مشرقی ان دنوں

امام انقلاب عبید اللہ السندی

مدراس کے دیلور جیل میں محبوس تھے۔ہم خاکساروں نے بازوؤں پر سیاہ پٹیاں باندھ کر سلامی دی مولانا بڑے خوش ہوئے۔ابھی ہم فارغ ہوئے ہی تھے کہ ایک سفید ریش بزرگ مولانا سے ملنے کے لئے آگے بڑھے اور مولانا کے پاؤں پکڑ لئے۔مولانا نے زمین پر بیٹھ کر اس کے پاؤں پکڑ لئے اس پر ملاقاتی نے چلا کر کہا کہ مولانا یہ آپ نے کیا ستم ڈھاویا؟۔آپ نے فرمایا تم نے میرے پاؤں پکڑے اور میں نے تمہارے معاملہ برابر برابر۔

مولانا کے بڑے عقیدت مندوں اور اُن کے مشن کو آگے بڑھانے والوں میں سندھ کے دانشور مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی خطۂ سندھ میں علم وحکمت بانٹ رہے ہیں اور مولانا کے ترجمان ہیں ان کے توسط سے مولانا کی تفسیر ''الهام الرحمان'' کسی زمانے میں چھپ رہی تھی۔بعد میں جنوبی پنجاب میں پوری تفسیر کا اردو ترجمہ بھی شائع ہوا تھا۔مولانا سرسید کی تعلیمی اور فکری روشن خیالی کے بڑے معترف تھے۔سید کی ذہانت وفطانت کے بڑے قائل تھے لوگوں نے جن مسائل میں سید سے اختلاف کیا آپ نے کُھل کر ساتھ دیا۔اپنی الهـــــام الـــرحـــمـــان. میں مسیح کے نزول کی کُھل کر مخالفت کی۔بدعات وخرافات معجزات وکرامات کی انسانی علوم اور سائنس کے تناظر میں تردید کی۔مولانا کے معتقدین اور حلقۂ احباب الہام الرحمان کے توسط سے سرسید کے بہت قریب آگئے ہیں آج بہاولنگر کے علاقہ میں مولانا کی فکر کو آگے بڑھانے کے لئے ایک زبردست علمی درسگاہ قائم ہے۔جہاں سال میں ایک ماہ کے لئے پورے قرآن کا درس ہوتا ہے۔بڑے بڑے علما اور لبرل قسم کے دانشور حاضر ہوتے ہیں۔یہ تمام حرکات وسکنات چونکہ علماءِ دیوبند کی تنگ ظرفی میں بار نہ پاسکتے تھے لہٰذا انہوں نے مولانا کو آخر عمر میں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا حالانکہ دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی ''تـــصـــفـــیـــة الـعـقـــائد'' ۔میں سرسید کو پکا مسلمان تسلیم کر چکے اور ان کے مشورے سے اسلامیات کا مرتبہ نصاب علیگڑھ میں داخل کر چکے تھے۔باایں ہمہ بعد کے علماء اپنے بزرگوں کا احترام نہ کر سکے۔

❁

375 عبداللہ العمادی (1946م)

امام اہل الرائے سید احمد خان فکر ونظر اور جدیدیت کا جو سیلاب لائے تھے اس کے بہاؤ میں تقلید کے خس وخاشاک ٹھہر نہ سکتے تھے جبکہ وہ ہوتے ہی بہنے کے لئے ہیں لیکن لوگوں نے کمزور بیساکھیوں کے سہارے اپنی ہٹ قائم رکھی اور سید سے مقابلہ جاری رہا۔لیکن اللہ کی جانب سے سید والا تبار کو حاضر وغائب معاونین کے

ذریعہ اس طرح کمک ملتی رہی جس طرح کمزور مسلمانوں کی ڈھارس کے لئے بدر میں کمک پہنچتی رہی علامہ عبداللہ العمادی (1946م) جو علومِ عربیہ کے ماہر شناسا اور راہرد تھے اور توجیہ و تاویل کے بے خطا مفکر مانے جاتے تھے انہوں نے سرسید کے مشن کو پوری مہارت سے جاری رکھا۔ امرتسر کے "الــوکیــل" اور کلکتہ کے الهـــلال کے ذریعہ فلسفہ وکلام میں دھوم مچا رکھی تھی۔ کشف ساق جیسے ادق مسائل کی چٹکیوں میں تحلیل و توجیہ کر کے صفاتِ خداوندی کو سمجھنے کے لئے زبردست مثال پیش کر دی تھی۔ ویسے صفاتِ خداوندی کے باب میں ہمیشہ تین رائیں پائی جاتی رہی ہیں I۔ انہیں بغیر تاویل و توجیہ کے تسلیم کرنا چاہئے مثلاً اللہ کے لئے چہرہ یا ہاتھ، جسم وغیرہ بلکہ پاؤں، شکل، داڑھی، سونے کی جوتی اور آدم کو اپنا ہمشکل بنانے کی باتیں ہیں سب حقیقت ہیں سادہ صورت ہی میں ماننا ہوگا۔ II۔ دوسری رائے یہ ہے کہ اس طرح کی صفات کی بالکل ہی نفی کرنا ہوگی۔ III۔ اور تیسرا مدرسۂ فکر کہتا ہے کہ جب عرب کے محاورات، ضرب الامثال، مجازات و استعارات کا باب وسیع ہے تو کیا وجہ ہے کہ تنزیہ و تقدیس کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر توجیہ و تاویل کا سہارا نہ لیا جائے۔ لسانِ عرب کے مطابق صفات عین ذات نہ سہی مگر وہ خاص مفہوم رکھتی ہیں مثلاً خدا **سمیع** ہے **وبصیر** ہے **فعال لما یرید** ہے۔ اس کا عرش بھی ہے اور کرسی بھی لیکن اس کی سماعت و بصارت اور دیگر اعمال کسی حاسے اور کسی آلے کے محتاج نہیں۔ سماعت و بصارت کا جو نتیجہ ہے وہ اللہ کو حاصل ہے اور اور اسی معنے میں وہ سمیع بھی ہے اور بصیر بھی۔ اسی طرح عرش و کرسی اس کے علم اور حاکمیت کے استعارے ہیں چنانچہ سرسید اسی خیال اور عقیدے کے تھے اور اسے لے کر ہی امام عبداللہ العمادی میدان میں اترے اور ہند کی پوری فضا میں قرآنی مہک اور عطر بیزیوں سے خوشبوئیں بکھیر دیں۔ مسائل کی ایسی توجیہ اور تنقیح کا سہارا لیا جو استدلال اور ابلاغ کے تمام اسلوبوں پر حاوی اور مشتمل تھا۔

❋

376 الشیخ الفاضل ثناء اللہ امرتسری (1948م)

قرآنی دانشوروں نے اسلام اور قرآن کا دفاع ہمیشہ عقل سے کیا ہے کہ نقل اس راہ میں درماندہ اور عاجز ہی رہی ہے، یہ نہ صرف عہد حاضر کے ترقی یافتہ دماغ کا وطیرہ ہے زمانہ ماضی میں بھی راسخ العقیدہ سلفی اور سُنی تک ـــ عقلیات ہی سے رجوع کرتے تھے ابوالحسن اشعری جس نے عقلیات سے بغاوت کر کے سلفیات کے حصار میں پناہ لے رکھی تھی اس کے بارے میں جدید تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ بھی دفاع کے لئے اپنے لب ولہجہ میں تبدیلی کر کے معتزلہ کی آواز میں بات کرتے تھے اس کی مثال ہمارے دور میں مناظرِ بے بدل

الشیخ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری علیہ الرحمہ (1948ء) کے پیکر میں دیکھی جا سکتی ہے آپ بڑے حاضر جواب اور منطقی لہجہ میں بات کرنے والے تھے سرسید کے بارے میں پوری تفسیر لکھ ڈالی بااین ہمہ عقل کو معطل نہیں کیا اور جب بھی آریہ سماج، مسیحیوں اور احمدیوں سے مناظرے ہوئے آپ نے عقلیت کی بالادستی قبول کی اور نقل کو ذریعہ دفاع نہیں بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی اپنی جماعت کے اکابر جو روپڑ سے تعلق رکھتے تھے انہیں بدعتی اور گمراہ کہتے تھے کیونکہ اہلحدیثوں کے نزدیک جو عقل سے کام لے وہ بدعتی اور گمراہ ہے چنانچہ محترم الشیخ ابوالوفاء کی دونوں تفسیروں سے چالیس مسائل چُن کر انہوں نے سینکڑوں علماء کے فتوے حاصل کر لئے اور نام رکھا۔ الاربعین فی ان ثناء الله لیس من المحدثین بل من المبتد عین الضالین۔ اس طویل نام کا مفہوم یہ ہے کہ

''چالیس وجوہات جن کی رو سے ثناء اللہ محدث نہیں رہے گمراہ اور بدعتی بن گئے۔''

ایک دفعہ آریہ سماجیوں سے مناظرہ ہوا تو ان کے عالم نے سٹیج پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ۔ صاحبو تمہیں معلوم ہے کہ یہ مناظرے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مابین طے پائے ہیں۔ سامعین ہندو اور مسلمانوں نے ٹھیک ہے ٹھیک ہے کی آوازیں بلند کیں۔ اس پر دوسرا اعلان ہوا کہ۔ ہمارے مقابلے پر کوئی مسلمان آنا چاہئے جبکہ ثناء اللہ ہم کافروں میں سے ہیں اور سینکڑوں علماء کا یہ فتویٰ ہمارے پاس ہے۔ اس پر سامعین پر سکتہ طاری ہو گیا۔ مگر ہمارے ثناء اللہ گھبرائے نہیں کھڑے ہو کر تسلیم کر لیا کہ میرے بھائی پنڈت نے جو کچھ کہا سچ کہا ہے۔ مگر اب میں سب کے سامنے اسلام کا اعلان کرتا ہوں اب تو میرا حق بنتا ہے کہ بات کروں؟۔ سب نے کہا ٹھیک ہے ٹھیک ہے اس اعلان کے بعد مخالف کیمپ سے پنڈت جی گویا ہوئے کہ اصولِ مناظرہ کی رو سے اس ہی نے بولنا تھا۔ چنانچہ انہوں نے کہا فلاں حدیث میں تمہارے پیغمبر کے بارے میں یوں یوں لکھا ہے اس کا جواب دو۔ ہمارے ثناء اللہ نے کہا کہ۔ صدرِ محترم!۔ مناظرے کی شرائط ملاحظہ ہوں جہاں پہلے سے طے ہو چکا ہے کہ۔ فریقِ مخالف اگر قرآن پر اعتراضات کرے گا تب تو میں دفاع کروں گا لیکن قرآن کے علاوہ میں کسی بھی تحریر اور حوالے کے جواب دینے کا پابند نہیں ہوں۔ اتنی سی بات پر مناظرے کا رُخ پلٹ گیا کہ وحی قرآن پر اعتراضات احادیث کے راستے ہی وارد ہو سکتے تھے۔

نہ صرف یہ کہ ثناء اللہ نے حق پر کاش۔ اور مقدس رسول لکھ کر اپنے دفاعی اسلوب کے مطابق صرف اور صرف قرآن کا دِفاع کیا ہے ضمناً یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ دفاعِ قرآن۔ قرآن ہی سے ہو سکتا ہے کہ وہ محفوظ ہے

اور خود بھی گویا ہے اور بولنے والوں کی خود ہی رہنمائی بھی کرتا ہے۔ مثلاً انہوں نے بقرہ کی آیت۔ کی ذیل میں ابراہیمؑ کے چار پرندوں کے ذبح کی ذیل میں لکھا ہے:

''عام طور پر اس آیت کا یہی مطلب بتایا جاتا ہے مگر تدقیقِ نظر سے اِن معنے کا ثبوت قرآن مجید کے لفظوں سے نہیں ہوتا قرآنی عبارت میں دو لفظ قابلِ غور ہیں۔ I۔ صُـــرْ۔ اس کے معنے ہیں جوڑ کا چنانچہ تفسیر معالم وغیرہ میں اس کا ترجمہ ''اَمِـــلْ'' سے کیا گیا ہے اور شاہ عبدالقادر دہلوی نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے۔ II۔ دوسرا لفظ ''جــزءً'' ہے جب وہ ایک چیز کی طرف نسبت ہوتا ہے تو اس چیز کا ایک ٹکڑا مراد ہوتا ہے اور جب کسی جمع کی طرف مضاف ہوتا ہے تو اس جمع میں سے ایک فرد مراد ہوتا ہے۔''

غور فرمایئے کتنی معقولیت سے مسلک محدثین، فقہا اور مفسرین کا رد کیا ہے بلکہ ایک ماہر استاد کے انداز میں مثال دے کر بات کو زیادہ باوزن اور قابلِ فہم بنا دیا ہے فرماتے ہیں:

''جیسے لڑکا دسویں جماعت کا جزو ہے قرآن مجید میں بھی جزءِ مقسوم۔ ان ہی معنے سے آیا ہے۔ پس اس صورت میں معنے آیت کے یہ ہوئے کہ۔ ان چاروں جانوروں کو اپنی طرف مائل کر۔ پھر ان میں سے ایک ایک کو پہاڑ پر رکھ کر بلا۔ تیرے طرف جاویں گے۔ تو اس سے سمجھ لیجئے گا کہ جس طرح یہ وحشی جانور تیرے بلانے پر آ گئے ہیں خدا کے بلانے پر سب مردہ چیزیں زندہ ہو جائیں گی۔''

(تفسیر ثنائی مکتبہ ثنائی سرگودھا جلد 137/1 حاشیہ نمبر 2)

ناظرینِ محترم :۔ ہم بار ہا واضح کر چکے ہیں کہ جس نے بھی اپنے تقلیدی مسلک سے ہٹ کر خواہ 5% ہی قرآن ہی کی حمایت کی وہ دانشورِ قرآن ہے بنا بریں ہمارے نزدیک حنفی ہو خواہ شافعی، زیدی ہو خواہ شیعہ، سلفی ہو خواہ معتزلی جس نے بھی قرآن پاک کے حق میں کسی بھی موقع پر خیر سگالی کا مظاہرہ کیا ہم اُسے قرآنی دانشوروں سے خارج نہیں کر سکتے خاص کر ثناء اللہ۔ اور حافظ عنایت اللہ اثری، گجراتی جیسے اہلحدیثوں کو ہم قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ تنگ ظرفوں کے گھیرے میں رہ کر بھی قرآن کے لئے سینہ کُھلا رکھتے ہیں۔

❁

377 حسن البناء (1949م)

امام حسن بن احمد بن عبدالرحمان البناء (1949م) اخوان المسلمین کے بانی تھے قرآن کے بڑے دانشور تھے۔ ارتکازِ فکری (تقلید) کے خلاف تھے۔ اپنے ایک لیکچر میں سیاست کے بارے میں فرماتے ہیں:

وعبادة ... ووطن ... وجنسية ... وسماحته ... وقوة ... وخلق ... ومادة .. وثقافة ... وقانون

سیاست عقیدہ ہے ___ عبادت ہے ___ وطن ہے ___ نیشنلٹی ہے ___ رواداری ہے ___ پاور ہے ___ تخلیق ہے (ایجادات) ___ مادہ ہے ___ ثقافت ہے ___ اور قانون ہے۔ (بحوالہ زرکلی 197/2)

پاکستان بننے کے ایک ماہ بعد برطانیہ نے اپنے انتداب سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اسرائیل تخلیق کیا اور ایک گھنٹہ بعد امریکہ نے اسرائیل کو تسلیم کر کے یہودیوں کے ناجائز قبضہ کی توثیق کر دی۔ حسن البناء نے اپنے فلسطینی بھائیوں کی حمایت میں اخوان المسلمین کے مسلح رضا کار بھیج دیئے۔ جس سے حکومتِ مصر پریشان ہوئی اسی اثناء میں برطانوی انٹیلی جنس نے اخوان اور شاہ فاروق میں پھوٹ ڈالنے اور لڑانے کی سازش کی یعنے فوج اور باڈی گارڈ کی موجودگی میں کسی رضا کار کے ہاتھوں وزیر اعظم محمود فہمی نقراشی (پاشا) کو قتل کرا دیا اس کے جواب میں جبکہ حسن البنا۔ جمعية شبان المسلمين کے دفتر کے سامنے کھڑے تھے کسی گروہ نے خود حسن البناء کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ اسی طرح مسلمانوں میں یگانگت اور بیداری کا اُٹھنے والا جذبہ ختم ہو کر رہ گیا۔ اخوان مسلمانوں کے موجودہ اور رائج مالیاتی نظام کو جدید خطوط پر متشکل کرنا چاہتے تھے جو اسلامی ملوکیت اور جاگیرداری کے خلاف تھا۔ بلکہ اس کے لئے اخوانیوں کے سرکردہ علماء اور سکالرز نے اشتــــــراكية الاســـلامیـــــه۔ کا سلوگن ایجاد کیا یا مستعار لیا۔ چنانچہ شہید عبدالقادر عودہ ایڈووکیٹ جس نے احــوال الشخصية کے عنوان سے عدالتی تشریحات پر ضخیم کتاب لکھی۔ انہوں نے الخلق خلق الله و المال مال الله۔ یعنے مخلوق بھی اللہ کی ہے اور ملکیتیں بھی اللہ کی ہیں لکھی اور اشتراکیتِ اسلامیہ کو حتمی فارمولا قرار دیا۔ شام کے مرشد العام مصطفےٰ السباعی نے اشتــراكية الاســلامیــه کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھ کر فقہِ اسلامی اور قرآنی حوالوں سے اسلامی سوشلزم کو معاشی مساوات کا واحد حل ٹھیرایا۔ امام محمد الغزالی نے الاوضـــــاع الاشتــراكية لکھی اور سبھی نے بے پایاں املاک کو زوالِ اُمت کا سبب قرار دیا۔ میں دسمبر 58ء میں دمشق میں

حسن البنا۔

اخوانی اجتماعات میں شامل ہوتا رہا مجھے ان کی معاشی پالیسی سے بڑا اطمینان ملتا رہا ان کا یہ نعرہ مجھے بہت ہی اچھا لگتا تھا،

دیننا اسلامنا　　　دستورِ نا قرآننا

یوں بھی قرآن کا نام سُن کر میں دیوانہ وار ان کی ہم آہنگی کرتا تھا۔ مجھے کہنے دیجئے کہ مودودی پارٹی نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر نظامِ جاگیرداری کو مستحکم کیا اور سوشلزم کے خود ساختہ معنے دہریت اور انکارِ خدا کر کے مسلم سیاست پر بڑا ظلم ڈھایا ہے پھر یہ منافقت مستزاد کہ یہاں برعکس نہند نام زنگی کافور کے مصداق یہ لوگ اپنے کو اخوانی مشن کا حامی بھی کہلاتے رہے۔

دستورنا قرآننا۔قرآن ہی ہمارا سُپریم لاء ہے۔کیا مہک ہے اس نعرے میں؟

❁

378 سید محب الحق عظیم آبادی (1852-1954)

تحریک رجعتِ الی القرآن کے سرگرم کارکن شرف ونجابت کے پیکر سید محب الحق عظیم آبادی (1852-1954) اُن عظیم رہنماؤں میں سے تھے جن کے قلم میں سادگی اور رعنا ئیں میں دلسوزی تھی۔ حالی کی طرح استدلال میں جدلی انداز اختیار کرنے کے مخالف تھے۔ ناصحانہ اور مشفقانہ اندازِ فہمائش آپ کا طرۂ امتیاز تھی آپ عمر کے طویل دورانیہ میں خدمتِ قرآن کے لئے وقف رہے۔ بڑے سید کے جاں نثار ساتھیوں میں سے تھے۔''شرعة الحق'' آپ کی مشہور اور انقلابی کتاب ہے۔آپ نے کہیں بھی تعریضی لہجہ اختیار نہیں کیا۔ پاکستان جب منتقل ہوئے پیرانہ سالی بھی تھی اور عسرت وتنگدستی نے بھی گھیر رکھا تھا۔

آپ کے استدلال کی گہرائی اور چوٹ اتنی اثر آفریں ہوتی کہ متشککین عرصۂ دراز تک کلبلاتے رہتے مثلاً وہ الصلواۃ کو ایک پہلو دار لفظ مانتے اور ساتھ ہی اسے اسلامی عبادات کی ایک اصطلاح بھی تسلیم کرتے اور معانی کے بحران سے بچنے کا مشورہ بھی دیتے تھے۔ان کے نظریئے کے مطابق۔قرائن کو معنے آفرینی میں دخل ہے بشرطے کہ ایسے قرائن خود قرآن ہی سے ماخوذ ہوں یا قرآن سے کشید کئے گئے ہوں۔وہ فرماتے تھے کہ۔قرآن میں جس چیز کے کرنے کا نام لے کر حکم دیا گیا ہو اس چیز میں نہ اجمال ہوتا ہے نہ ابہام۔مثلاً۔ الصلواۃ سے پہلے۔اَقَامَ۔یا۔یُقیم کے صیغے ہوں تو گنجائش ہوسکتی ہے کہ کوئی اور مفہوم بھی ہو لیکن اگر حکم کو صیغۂ امر کے ذریعہ سامنے لایا گیا ہے تو وہاں متعلقہ چیز کا عین ہی مطلوب ہوگا جو اصطلاحی پیکر میں موجود ہے مثلاً

الصلواۃ سے پہلے اگر ''اقیموا'' کا صیغہ ہے تو اس سے اصطلاحی صلواۃ ہی مراد ہے جو رکوع وسجود، قیام اور قعود کے پیکر میں ادا کی جاتی ہے ورنہ تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ نے مبہم اور مجمل حکم دیا۔ رسولؐ نے اجمال اور ابہام کی تبلیغ کی۔ اور قرآن ابہام لے کر نازل ہوا جو کہ نزولِ وحی کے مقاصد اور نفسیات کے خلاف ہے اور امت اجمال کو قبول کر کے تعمیل کے قالب میں نہ ڈھال سکی۔

379 احمد امین (1954)

مصر کے بڑے سکالر، ادیب، مؤرخ، مبصر، ناقد۔ اجتماعی تجزیہ نگار اور سلطانیٔ خرد کے مبلغ احمد امین (---) تاریخِ اسلام کے نامور ہیرو تھے۔ آپ نے ''ضحی الاسلام. ظهر الاسلام. اور عصر الاسلام وغیرہ کی کئی جلدیں لکھ کر اسلام کے عروج وزوال کو اس طرح واضح کیا ہے کہ ہمیں اپنے اکابر کی کرتوتوں پر شرم آتی ہے۔ آپ نے مرحلہ وار ہر دور کی تاریخ کو اس انداز سے منضبط کیا ہے جس سے سیاسی، علمی اور فکری ادوار کا الگ الگ پتہ چل سکتا ہے آپ نے ۔فجر الاسلام. (ڈان آف اسلام) کے عنوان سے مجموعی تبصرہ لکھا اور اسمیں مسلمانوں کے فکری زوال کو ان کے سیاسی زوال کا شاخسانہ قرار دیا ہے وہ بنوعباس کے عہد میں جنم لینے والی متعدد تحریکوں کا پس منظر بتاتا ہے کہ یہ تمام تحریکیں اسلام کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے اسلام کا لباس اوڑھ کر سامنے آئی تھیں جبکہ ان کا جواب صرف عقل اور لسانیات کے گہرے شعور سے دیا جاسکتا تھا چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ مسلمان علماء نے ''عقلیات'' سے کام لیا اور قرآنی آیات اور نصوص سے عقل کی فرماں روائی ثابت کر دی بلکہ ''عقلیات'' کی ایسی رو چل پڑی کہ مخالفوں کو شدید ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ اب مسلمان جہاں بھی جاتے ان کا احترام کیا جاتا۔ لیکن پھر ایسا بھی ہوا کہ ان تحریکات کی خفیہ سازشوں سے پانسہ پلٹ گیا اور حدیثِ نبوی کے نام پر اتنی شدت سے روایات، ملفوظات اور احادیث بلکہ کرامات ومعجزات و خرافات کی یلغار کر دی گئی کہ عقل کے پاؤں اُکھڑ گئے کیونکہ عقلیات میں زمانہ حاضر کی تمام باتوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ سائنس ہو، طب ہو، فنونِ لطیفہ ہوں، علومِ حاضرہ ہوں جو کسی معاشرے کو اچھی اساس فراہم کرتے ہیں ان سے استفادے کی راہیں کُھل جاتی ہیں۔ ارتقاء کے راستے ہموار ہو جاتے ہیں علم، تجربہ، اور مشاہدہ فروغ پاتے ہیں لیکن کہا یہ گیا کہ یہ تمام باتیں سنتِ نبوی کے خلاف ہیں وطیرۂ سلف کے منافی ہیں وغیرہ احمد امین فجر الاسلام میں اعتراف کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے فکری زوال کا پہلا سبب فکری

احمد امین

ارتکاز (تقلید) تھا دوسرا بڑا سبب سنت کی قربان گاہ پر عقلیات کے بچھڑے کو ذبح کر کے چڑھاوا چڑھانا تھا۔ نتیجہ یہ کہ مسلمان کافی عرصہ تک جہالت اور تقلید کا شکار رہے نہ ہماری فکر آزاد تھی نہ جغرافیائی حدود محفوظ۔ ایسے میں سائینسی دور میں سرسید احمد اور محمد عبدہٗ اگر ہماری دستگیری نہ فرماتے تو ہم اپنی قومی موت آپ ہی مر جاتے۔ اب ہمیں چاہئے کہ اپنے ان بزرگوں کی نصیحت پر عمل کریں۔ دل اور دماغ کو علم و سائنس کی روشنی سے منور کریں۔ سر پر سائنس کا فولادی ''خود'' اور جسم پر سائنس کی زرہ پہنیں تا کہ جہاں کہیں سے ہم پردار ہو ہم محفوظ رہ سکیں!!

❁

380 علامہ اسلم جیراجپوری (28 دسمبر 1955)

نابغہ عصر فقیہ القرآن علم و حکمت کے موتی رولنے والے اور موتی بکھیرنے والے علامہ اسلم جیراجپوری (28 دسمبر 1955) ایک بڑے علمی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ علم کے بحرِ خار تھے۔ قدرت نے فراوانیِ تدبیر سے نوازا تھا آپ کا سینہ علومِ قرآن کے لئے کھول دیا گیا تھا فکر میں اتنی پختگی تھی کہ وقت کے تاجدارانِ علم ان کے آگے سرنگوں ہو جاتے تھے وہ قرآن سے برگشتہ لوگوں کو دور سے ہانک کر اس چشمۂ حقیقت کے گھاٹ پر لے آتے تھے یہ آپ کا نا قابلِ رشک ایک کردار ہے بلاشبہ آپ قرآن کے بڑے دانشور تھے۔ نسبت کے بُت خانے کے پجاری نہیں تھے غیر مقلد تھے اور پھر اسی عدمِ تقلید کی برکتوں سے قرآن کا قرب حاصل ہوتا گیا۔ آپ نے بیشمار مقالے لکھے تاریخ میں آپ کو خصوصی درک تھا اپنی سادہ مگر ابلاغی اور استدلالی تحریر سے دلوں کو مسخر کیا۔ تاریخ الامت، تاریخ القرآن، نکات القرآن، محجوب الارث اور الوراثة فی الاسلام۔ کی طرح درجنوں کتابیں لکھیں۔ اس طرح جو مقالے بھی لکھے تحقیق در یسرچ کا انمول نمونہ تھے۔ مشہور خطیب القرآن علامہ غلام احمد پرویز آپ کی شاگردی پر نازاں وفرحاں تھے۔

❁

381 امام الھند (1958م)

اسلم جیراجپوری کی طرح دقیقہ سنج، نکتہ رس اور آیاتِ الٰہی میں ڈوب کر نتیجہ اخذ کرنے والے امام الھند ابوالکلام آزاد (1958م) اپنے عہد کے نامور نثر نگار اور معانیٔ قرآن کے لئے ایسے الفاظ منتخب کرنے والے محقق بے بدل کہ ترجمہ ہی سے اعتراض کا شائبہ ختم ہو کر رہ جاتا۔ یہ ابوالکلام کا کمال تھا۔ آپ کے تفسیری نکات مستقل تالیف اور مدرسۂ فکر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ آپ ایک خانقاہی ماحول کے نوجوان

امام الہند

تھے ایک جست میں روشن خیال نہ بن سکتے تھے خاص کر سلفیوں سے قربت بڑھانے کے لئے عرصۂ دراز تک ابنِ تیمیہ کے مدرسۂ فکر کے داعی اور مبلغ بھی رہے لیکن جلد ہی معلوم ہوا کہ آپ کے اندر کی پیاس بجھانے والا۔ اگر سرسید نہیں تو ابنِ تیمیہ بھی نہیں ہو سکتے چنانچہ آپ نے آزادانہ غور و فکر، مسیحیوں اور آریہ سماج کے زہر آلود لٹریچر سے آزردہ ہو کر۔ قرآن کی آغوش میں پناہ لینے میں عافیت سمجھی کہ قرآن میں اپنا دِفاع کرنے کی صلاحیت بدرجۂ اتم موجود ہے۔ بس اب اس کے لئے یا اس کی ترجمانی کے لئے الفاظ کے صحیح انتخاب کی ضرورت ہے چنانچہ ہمارے امام الھند نے اسی زاویہ سے خدمتِ قرآن کا بیڑا اُٹھایا کہ قدرت نے آپ ہی کو ترجمانی۔ کی بھرپور صلاحیتوں سے نواز رکھا تھا۔ بلاشبہ آپ نے عقلیات کو امام تسلیم کرتے ہوئے سلفیات سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی گو رسمی طور پر علیحدگی کا پتہ نہیں چلا تاہم وطیرہ اور عمل نے بتلا دیا کہ آپ صرف اور صرف قرآن ہی کو سپریم لا سمجھتے اور اسے ہی سرچشمۂ ہدایت مانتے ہیں۔ بلکہ میری استقراء کے مطابق کم از کم **200** مسائل وعقائد میں نام لئے بغیر سرسید کے دِفاع کا اُسلوب بھی اپنایا یعنے جس طرح ابوالحسن اشعری نے۔ **الرد علی المجسمة**۔ اور "**مقالات الاسلامیین**" لکھ کر اپنے اشعری افکار بھی پیش کر دیئے۔ اس فرق کے ساتھ کہ اشعری مجتہد ہو کر بھی تقلیدی نسبت استعمال کرتے تھے اور امام الھند کسی بھی فکری ارتکاز (تقلید) کو آدابِ انسانیت کے خلاف سمجھتے تھے بلکہ گذشتہ دو سو سال سے ''جدیدیت'' کے علمبردار محققین نے سلف کے آزاد فکر اماموں کے برعکس تقلیدی نسبتوں کو جھٹک دیا تھا یہی وجہ ہے کہ سرسید، چراغ علی، محسن الملک، محمد عبدہ، رشید رضا اور احمد امین نے اپنے آپ کو کہیں بھی تقلید کی آلودگی میں ملوث نہیں کیا بلکہ بعد میں ان کی فکر کو مقتدا بنانے والے کسی بھی محقق نے تقلید کو شیوہ نہیں بنایا کہ عدم تقلید ہی سے تحقیقی رول ادا ہو سکتا تھا اور روحِ قرآن اپنے حقیقی رنگ میں نکھر کر دِلوں میں رنگ جما سکتی تھی۔ میں نے "**تذکار الاحمدین**" میں سرسید احمد خان اور ابوالکلام احمد کے قرآنی افکار کو باختلافِ الفاظ، ہم تعبیر و ہم توجیہ ثابت کیا تھا افسوس کہ عرصہ **45** سال سے وہ نادر مرقع مل نہیں رہا میں سیاست پسند انقلابی تھا ہمہ گیریت میرا مسلک تھا یکسوئی سے اِن جواہراتِ منثورہ کی حفاظت نہیں کر سکا اور اب تو نسیان اور بڑھاپے نے رہے سہے امکانات ہی ختم کر دیئے۔ میری تفتیش کے مطابق 1915ء تک تو امام الھند جیسے بھی تھے بعد میں آپ کے خیالات میں نمایاں طلاطم اور معاً ہی تبدیلی ظاہر ہونے لگی۔ غرض کہ ابوالکلام کی ترجمان القرآن کی خوبیاں ان گنت اور محاسن بے شمار ہیں وہ جو بات چند لفظوں میں کہہ سکتے تھے دوسرے کئی اوراق میں بھی نہ کہہ پائے۔

❁

382

عناية الله المشرقی (1963م)

سرسید کے ربع صدی بعد رجعت الی القرآن کی صدا عنایت اللہ المشرقی (1963م) نے بلند کی تو کفر زارِ ہند میں اچھے جمِ غفیر کو اپنے پیچھے لگا لیا اور قرآن محکم کو سائنسی زبان میں متعارف کرانے کی بنیاد رکھی کیونکہ اب دنیا سوچ کے سائنسی انداز سے شناسا ہو رہی تھی، اسی دور کے مسلمان مفکرین علامہ مشرقی ۔طنطاوی جوہری اور بعد میں امت مسلمہ امرتسر کے فیلو ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے سوچ کے اسی انداز کو اپنا کر ۔معرکۂ علم و جہالت میں کود پڑے ۔علامہ مشرقی چونکہ اپنی محنت سے کما کر روٹی کھاتے تھے لہٰذا بے خطر ہو کر لکھتے چلے گئے ۔آپ نے گوسالہ حدیث کے ۔وقت کے سامریوں کو للکارا، جھنجھوڑا اور متوجہ کیا کہ وہ وقت کی آواز، رفتار اور تقاضوں کو پہچانیں ۔وفاعِ قرآن کے فرسودہ اور درسِ نظامی کی ناآسودہ خواہشوں کو بالائے طاق رکھ کر میدانِ عمل میں اتریں ۔علم، سائنس، لسانیاتِ عرب اور قرآن کی روح اور پالیسی کے مطابق نئے اندازِ فکر کو اپنائیں۔

یوں تو سرسید کے زمانے ہی سے مسلمانوں نے محسوس کیا تھا کہ خدمتِ دین کے لئے نیا ذریعہ ۔علومِ سائنس کا حصول ضروری ہے مگر اس وقت نہ طنطاوی موجود تھے نہ علامہ مشرقی ۔سرسید کو ایک انگریز (غالبًا ڈریپر) کی لکھی کتاب مل گئی ۔آپ نے علیگڑھ کے ہونہار طالب علم (مولانا) ظفر علی خان کو ترجمہ کرنے کا حکم دیدیا ۔ظفر علی نے ''معرکۂ مذہب وسائنس'' کے نام سے اتنا کامیاب ترجمہ کیا کہ دنیا عش عش کر اٹھی ۔غرضے کہ بعد میں علامہ مشرقی میدان میں اُترے اور غلام آباد ہند میں اپنے علم اور عمل سے تہلکہ مچا دیا لوگ فوج در فوج خاکساروں کی صف میں شامل ہوتے گئے ۔ان کی اخلاقی سطح اتنی بلند کہ آپس میں لین دین ۔کاروبار اور معاشرت کے تمام امور میں بے ایمانی، جھوٹ اور فریب کا خاتمہ ہو کر رہ گیا ۔بدچلنی، آوارگی اور غلط بیانی کا نام تک مِٹ گیا ۔خوفِ خدا اور محاسبۂ امیر ۔پوری حرکات وسکنات میں گردش کرنے لگ گیا ۔خدمتِ خلق کو ایسا شعار بنایا گیا کہ انسانی سطح پر غیر مسلموں کو بھی بے پایاں خدمات سے نوازا گیا ۔تاہم اس تحریک کا ایک پہلو اُجاگر نہ ہو سکا کہ جس طرح ملّاں کردار سے عاری گفتار کا غازی بنا ہوا تھا خاکسار بھی رفتہ رفتہ علم سے نابلد اور صرف عمل سے مالا مال ہوتا چلا گیا حالانکہ علم اور عمل کے امتزاج ہی سے قافلۂ فکر منزل پالیتا ہے ۔تاہم خاکسار جانتے تھے کہ علم کا بھی ایک مقام ہے ۔انہوں نے ''تـذكـره'' کے ذریعہ ۔سائنس کو بڑی اہمیت دی ۔بڑے بڑے سکالر پیدا کئے قاضی عزیز احمد خوشابی کی ''حـكـمة القرآن'' (تین جلدوں) کو پڑھ کر دلوں میں قرآن کی عظمت کا نقش جم جاتا اور کلامِ خدا کی منزلت دوچند ہو جاتی ہے ۔سید عبدالودود صاحب کی سائنسی تشریحات

عنایت اللہ المشرقی

۔قرآن کا جیتا جاگتا اصالتاً علمی اعتراف ہے۔خاص کر تذکرہ نے نہ صرف فرقان حمید کے قریب کر دیا قرآن کا متوالا بھی بنا دیا۔

مشرقی نے تذکرہ۔ میں قبرِ مسیح کی دھما کہ خیز نشاندہی کر کے اس عقیدے کو پختہ بنا دیا ہے کہ مسیح مر کر دفن ہو چکے ہیں اب نہ وہ آئیں گے نہ ان سے پہلے مہدی۔اب کائنات بشری کے بڑے نمایندہ محمد رسول اللہ نے قرآن جیسی عالمی کتاب جس میں کسی قسم کی نہ کمی ہے نہ تناقض پیش کر کے مستقبل کی موہوم رسالتوں اور جعلی نبوتوں کی آمد کا انسداد کر دیا ہے۔اب کوئی نہ آئے گا انتظار فضول ہے۔سب کچھ اپنے عمل ہی سے درست کرنا ہوگا۔میں نے غالباً اکتوبر 1958 میں بیت المقدس میں قبرِ مسیح کو دیکھا اور فوٹو ز بھی حاصل کیے۔

علامہ مشرقی کے ذہن کی بلندی ملاحظہ ہو کہ وہ اسلام کو صرف مسلمانوں ہی کا وطیرۂ زیست نہیں سمجھتے تھے۔کائناتِ بشری کا نظریۂ حیات بھی سمجھتے تھے میں نے غالباً اکتوبر 1946 میں انکی اچھرے کی رہایشگاہ پر استفسار کیا کہ یہ جو ہم ''غلبۂ اسلام'' کا جملہ سینہ پر سجائے ہوئے ہیں تو ہند میں اسکے قیام کی کیا صورت ہے؟ فرمایا برخوردار آپ اسلام کو کسی فرقے کا مذہب نہ سمجھیں یہ عالمی دین ہے اس میں امن و سلامتی کو پہلے نمبر پر رکھا گیا ہے اس طرح سلامتی پوری انسانیت کا مسئلہ ہے مشترکہ میراث ہے غلبہ کے معنے سلامتی کے غالب آنے کے ہیں اس نکتہ کو ذہن میں رکھیں۔علامہ کی اس وضاحت اور نصیحت کا یہ اثر ہے کہ میں آج بھی اسلام کو فرقہ وارانہ لقب تسلیم نہیں کرتا۔کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے تمام نوع بشر کو ایک جسم قرار دے کر اشارہ دیا ہے کہ جب جسم کا کوئی حصہ دُکھے گا تو پورا جسم دُکھے گا۔اس کے معنے یہ ہیں کہ عقیدے سے قطع نظر۔دُکھ اور سُکھ امن اور سلامتی کے سب مساوی حقدار ہیں۔شیخ سعدی فرماتے ہیں،

چو عضوے بدرد آورد روز گار

دگر عضو ہا را نہ ماند قرار

جسم کا ایک عضو اگر ٹیس محسوس کرتا ہے تو پورا جسم تڑپ اُٹھتا ہے۔

❁

383 نیاز فتح پوری (1884-1966)

علامہ نیاز محمد نیاز فتحپوری (1966) بڑے نابغۂ عصر اور ہمہ جہتی شخصیت تھے ادیب تھے، شاعر تھے، لغتِ اردو کے نقاد اور مفاہیم و معانی کے نباض تھے۔انسانی قدروں کو اُجاگر کرنے اور باہمی احترام کا درس دینے

نیاز فتح پوری
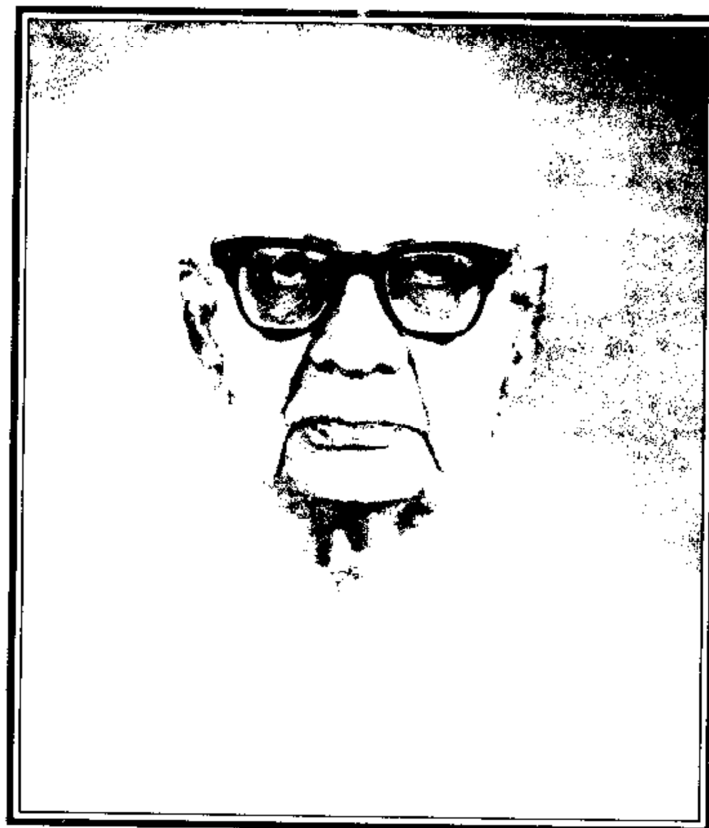
والے تھے۔ کلام میں اتنا ایجاز کہ ابوالکلام کی طرح جو بات دو سطروں میں تحریر کرتے دوسرے پورے صفحے میں واضح نہ کر سکتے تھے۔ مذہب کے بارے میں بڑا کُھلا ظرف رکھتے تھے۔ سیکولر سماج کو بہت پسند کرتے تھے۔ قرآن کو مذہبِ انسانیت کی آخری دستاویز سمجھتے تھے۔ روزے، نماز، حج و زکواۃ کی ادائیگی میں رُکاوٹ بننے کے خلاف تھے وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ جو کچھ کرو نفرت نہ کرو۔ اگر اخلاقیات میں نفرت کی گنجائش رکھی گئی تو انسانیت قیامت تک یکجا اور یک فکر نہ ہو سکے گی۔ آپ نے ایک مرحلے پر قرآنِ محکم کو رسول اللہ ﷺ کی تالیف کہا تھا بعد میں ان پر کُھلا کہ ایسی بات نہیں وہ تو خدا کا کلام ہے حادث ہے مگر مثیل سے پاک۔ آپ نے سینکڑوں سماجی، اخلاقی، عقائدی اور قرآنی مسائل پر لکھا اور خوب لکھا۔ آپ کی من و یزداں شہرت کی بلندیوں پر چمکی اور ہزاروں چندھیائی آنکھوں کو صحیح بینائی مل گئی کیونکہ۔ نیاز۔ کے معنے ہیں جس کے اندازِ تفہیم میں مداہنت نہ ہو۔

❋

384 ضیاء الدین کرمانی

ضیاء الدین کرمانی دورِ حاضر کے عظیم محقق ہیں ان کا سلسلۂ نسب کرمان (ایران) کے خاندان آلِ مظفر تک پہنچتا ہے۔ ضلع الہ آباد یوپی کے ملاں برہان الدین آپ کے پردادا تھے 1904ء میں پیدا ہوئے لکھنؤ یونیورسٹی سے عربی میں بی اے آنرز۔ اور ایم اے کی اسناد بدرجۂ اول حاصل کیں جس پر یونیورسٹی نے فیلوشپ عطا کی۔ آپ کا صحافت سے خصوصی تعلق تھا۔ پاکستان کی قرارداد لاہور منظر پر آنے سے دو سال پہلے 1938ء سے جنوری 1940ء تک ہفت روزہ ''پاکستانی'' لکھنؤ جاری کیا اور اس کے ایڈیٹر رہے حکومتِ ہند کے پبلک انفرمیشن بیورو میں جرنلسٹ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں اور 1947ء میں حکومتِ پاکستان کی وزارتِ اطلاعات میں ڈپٹی انفرمیشن افسر کے عہدے سے وظیفہ یاب ہوئے آپ کا علمی جوہر اس وقت کُھلا جب آپ نے

THE LAST MESSENGER

WITH

A LASTING MESSAGE

لکھ کر سیرتِ نبویؐ کے باب میں ایک خوشگوار اضافہ کیا بلکہ اس تصنیف کے ذریعہ حیرت انگیز تہلکہ برپا کر دیا بعد میں یہی کتاب ـــــ ابدی پیغام کے آخر پیغامبر ـــــ کے عنوان سے ان کے کسی بااعتماد عزیز نے ترجمہ کی جس پر مصنف نے 84 میں اعتماد کیا ہے۔

اس کتاب میں کیا ہے؟ کس کس زاویہ سے سیرتِ نبویؐ کا احاطہ کر کے تقابلی تناظر میں جو صحیح مواد پیش کیا ہے وہ منفرد بھی ہے اور قابلِ پذیرائی بھی۔ آپ نے اپنی اس کاوش کے ضمن میں اعتراف کیا ہے کہ۔ اس میں سرسید اور چراغ علی وغیرہ کی اجتہادی سوچ کا زیادہ دخل ہے تاہم یہ بھی کہا ہے کہ انہیں مذکورہ اکابر سے کوئی دریوزہ گری کی نسبت نہیں ہے۔ اگرچہ فیضان اُنہیں کا ہے۔ جو کچھ بھی کہئے نسبت ہے اور نسبت نہیں بھی۔ کیونکہ سرسید کے بعد ان کے مخالفین نے جب کبھی خالی الذہن ہو کر دفاعِ قرآن کی ذمہ داری سنبھالی ہے دفاع کے وہی آداب اور اُصول اپنائے جو سرسید کا طرۂ امتیاز تھے بہرحال یہ اچھی بات ہے کہ انسان آزادانہ سوچ کے نتائج کو بغیر کسی نسبت کے سامنے لے آئے وہ لکھتے ہیں:

''سنت اور حدیث کا فرق ملحوظ رکھنا ضروری ہے سنت سے مراد ہے کسی مخصوص صورتِ حال میں آپؐ کا طریقِ کار ـــــ اور حدیث سے مراد ہے آپؐ کی حیاتِ طیبہ کے کسی واقعہ کا بیان۔'' (ابدی پیغام طبع کراچی صفحہ 294)

ـــ نیز نمبر کی ذیل میں لکھتے ہیں:

''اگر کسی خاص مسئلہ میں مختلف احادیثِ صحیحہ سے مختلف طریق کار مروی ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو سند قرار دینا درست نہیں بلکہ ان سب روایات کی روشنی میں آنحضرتؐ کے طریقِ کار سے جو سنت ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ـــــ جزئیات پر اصرار نہ کرو۔'' (صفحہ 294)

یہ ایک معتدل رائے ہے لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ عادات و خصائل جو عمل نبی سے خاص ہیں ان میں بھی رسول کی پیروی لازمی ہے علمائے اصول کی نظر سے درست نہیں ہے وہ صرف احکام اور مسائل کے باب ہی میں سنت مل جائے تو غور کر سکتے ہیں لیکن سنت کی دینی حیثیت پھر بھی زیرِ بحث رہے گی کہ دین تو مکمل ہو چکا اس میں نہ نقص رہ گیا اور نہ ہی کمال میں کمی۔ لہٰذا آئندہ جو بات بھی کسی بھی مأخذ سے کشید ہو وہ فتویٰ اور ہنگامی فیصلہ تو کہلا سکتی ہے تکمیلِ دین میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا اور ناگزیر ہونے کے باوصف ہم عمل کے پابند نہ ہونگے۔ اس گزارش کا مطلب یہ ہے کہ کرمانی صاحب اصولی حد تک حدیث کو وہ مقام نہیں دیتے جو سنت کا ہے اور سنت کو وہ مقام نہیں دیتے جو دین کا ہے اس زاویہ سے آپ بلاشبہ دانشورِ قرآن تھے۔

❀

385 امام الرجال تمنا عمادی (1971م)

امام الر جان تمنا عمادی

محدثین نے ایک مفروضہ قائم کر رکھا ہے کہ حدیث و روایات کا مفہوم کتنا ہی رکیک اور اصولِ فطرت کے خلاف ہو اسکی سند اگر محفوظ ہے تو وہ صحیح شمار ہوگا۔ ہمارے امام الرجال علامہ۔محی الدین تمنا عمادی (1971م) اس منطق کو تسلیم نہیں کرتے روایات میں تو ہے رسول اللہ ﷺ پر جادو کا شدید اٹیک ہوا تھا اور اسکی اسناد بھی صحیح ہیں مگر قرآن اس بات کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ جو لوگ پیغمبر پر جادو کی تاثیر مانتے اور سحر کا مارا کہتے ہیں وہ ظالم ہیں (اسرا اور فرقان) بلکہ پیغمبر تو کیا ایک عام انسان پر بھی جادو کے وار کو قرآن تسلیم نہیں کرتا لا یفلح الساحر حیث اتی ۔ جادوگر کہیں سے اور کسی پر بھی حملہ آور ہو کامیاب نہیں ہوسکتا (طہ، 69) اس طرح حدیث میں ہے کہ نماز میں جس گڑبڑ سے نبی اشتباہ میں پڑ گئے تھے وہ روایت بھی صحیح ہے جبکہ قرآن مجید اسے بھی نہیں مانتا اور فرماتا ہے وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنّی القی الشیطان فی امینتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ۔ (حج، 51)

اس کی تفسیر میں جلال الدین سیوطی (1505م) لکھتے ہیں:

اذا تمنی. (قراء) . القی الشیطان فی امینتہ (فی قرأتہ ما لیس من القرآن مما صناہ المرسل الیھم وقد قرأ النبی ﷺ فی سورۃ النجم بمجلس من قریش بعد) . افریتم اللت والعزی مناۃ الثالثۃ الاخرٰی بالقاء الشیطان علی لسانہ من غیر علمہ ﷺ بہ. تلک الغرانیق العلی وان شفا عتھن لترتجیٰ ففرحوا بذالک.

> تمنی کے معنے ہیں قرأ ۔اذا تمنی جب نبی نے قرأت کی تو شیطان نے آپ کی قرأت میں اپنی تلاوت شامل کر دی جس کا نبی کو پتہ ہی نہ چل سکا۔ چنانچہ روایت ہے کہ آپؐ نے ایک بار قریش کی مجلس میں سورۂ نجم کی آیت۔ افرأیتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ (نجم، 29) تلاوت کی تو شیطان نے آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری کر دیئے ۔تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجیٰ۔اے قریش ۔تم نے لات ،عزےٰ اور منات کو دیکھ لیا ہے کہ کتنی شان والے ہیں ۔ بلاشبہ یہ قابلِ تعظیم ہستیاں ہیں جن کی شفاعت کی اُمید رکھی جاسکتی ہے۔ (تفسیر جلالین طبع دارالمعرفۃ بیروت صفحہ 440)

یہ روایت اپنے مفہوم میں واضح ہے جس پر یقین کرنے سے نہ ایمان باقی رہتا ہے نہ پیغمبر کی عصمت اور قرآن کی حفاظت ۔ یہاں ''تمنی'' کے معنے کئے جاتے ہیں قرأ ۔تلاوت کرنا۔ حالانکہ پورے قرآن میں

تمنی ۔ کے معنے کہیں بھی تلاوت کرنے کے نہیں کیے گئے ۔ اور نہ ہی کسی مستند لغت کا سہارا لیا گیا ہے ۔ صرف روایت ہی کے سہارے روایت بھی بن گئی اور لغت بھی تیار ہو گیا جبکہ درجنوں دانشورانِ عرب کے حوالہ سے ہم ثابت کر آئے ہیں کہ وہ حدیث کے ذریعہ تیار کردہ لغوی مفاہیم کو حجت نہیں جانتے ۔ اب آیئے تفصیلی تحلیل کی طرف توجہ (51) میں واضح طور پر لکھا ہے کہ ۔ماارسلنا من نبی ولا رسول الا اذا تمنی ۔ ہم نے جب کبھی کوئی نبی یا کوئی رسول مبعوث کیا ۔ یہاں نبی اور رسول ۔نکرے کی صورت میں مذکور ہوئے ہیں انہیں گرامر کے کس ضابطے کی رو سے معرفہ بنایا گیا ہے؟ خاص کر جس ترتیب سے سورتوں کا نزول بتلایا جاتا ہے اس میں سورۂ حج کے نزول کا 103 واں نمبر ہے اور نجم کا اس سے پہلے 23 واں نمبر ہے یعنے سورۂ نجم 80 نمبر پہلے مکہ میں نازل ہو چکی ہے اور حج 80 نمبر بعد میں مدینہ میں اس طرح حج سورۂ نجم کے لئے پس منظر کیسے بن گئی؟ کیا جو آیت آٹھ دس سال بعد نازل ہوئی وہ اتنا ہی عرصہ پہلے نازل ہونے والی آیت کا پس منظر بن سکتی ہے؟ حقیقت ہے کہ یہاں دونوں آیتیں اپنے اپنے موقع ومحل کی مناسبت سے مستقل حیثیت اور مفہوم کی حامل ہیں نہ ایک دوسری کا ضمیمہ بن سکتی ہیں نہ پیوند ۔ دونوں ہی کسی جعلی پس منظر کی متحمل نہیں ہو سکتیں ۔

اب جبکہ روایات میں رسولؐ سے عصمت اُٹھا کر شیطان کو حاوی دِکھلایا گیا ہے ہمارا فرض بنتا ہے کہ از روئے علم اور لغت شیطانی مفاہیم کا تعاقب کریں تو جناب' تمنّی ۔ عربی کا لفظ ہے اس کے معنے طلبگاری اور خواہش کرنے کے ہیں اس طرح مفہوم ہوگا کہ ۔ جب بھی کوئی نبی اور رسول اپنا اصلاحی پروگرام لے کر میدان میں اُترا تو شیطان لوگوں نے ان کی خواہش اور پروگرام میں روڑے اٹکائے تب اللہ سبحانہ ان کے تخریبی عزائم و مقاصد کو حرفِ غلط کی طرح محو کر دیتے اور جو مقاصد نبی کے سپرد کیے ہیں انہیں ثبات بخشتے ہیں ۔ امام الهند ابو الکلام آزاد (1958ء) لکھتے ہیں :

> ''فرمایا کوئی رسول اور نبی دنیا میں ایسا نہیں آیا کہ اس کی طلبگاریوں کی راہ میں یعنے اصلاح و ہدایت کی راہ میں شیطان کی فتنہ پردازیوں نے رخنہ ڈالنا نہ چاہا ہو اور مفسدانہ قوتیں پوری طرح آمادۂ پیکار نہ ہو گئی ہوں ۔ پس اس معاملہ کی سچائی کا معیار یہ نہیں کہ شیطانی وسوسہ اندازی خلل انداز ہوئی ہے یا نہیں؟ بلکہ یہ ہے کہ بالآخر کامیاب ہوتی ہے یا نہیں؟ اور وحی و نبوت کی ربانی قوتیں اس کے اثرات ملیامیٹ کر دیتی ہیں یا نہیں؟''

(ترجمان القرآن. طبع مدینہ پریس بجنور جلد 514/2 نوٹ نمبر 18)

یہ اور اس طرح کی احادیث سے غیر مستند لغت تیار کر کے ان لوگوں نے بڑا ستم ڈھایا ہے اور امام عمادی کا سرسید کی طرح عقیدہ تھا کہ کوئی بھی حدیث سلطانیٔ شعور کے آگے نہیں ٹھیر سکتی تاہم جن کا اصرار ہے کہ حدیث مستقل توانائی کا نام ہے رجال کے زاویہ سے انہیں سنبھالا دیا جا سکتا ہے تو تمنا عمادی نے یہاں بھی ان کی خواہش کا احترام کیا اور رجال ہی کے محاذ پر لڑنے کا اہتمام بھی کیا ہے۔ مثلہ معہ ۔آپ کا وہ شاہکار تنقیدی مقالہ ہے جس کا صدیوں تک جواب فراہم نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح آپ کے بیسیوں مقالات ہیں جن میں رجال کے محاذ پر چومکھی لڑائی لڑ کر محدثینِ عصر کو پسپائی پر مجبور کر دیا ہے۔ آپ ایک پیر گھرانے کے چشم و چراغ تھے قوالیوں پر حال کھیلتے تھے وہ اگر چاہتے تو ہاتھ چومنے والوں کی ایک دنیا آپ کی پرستش کرتی مگر آپ نے اس طرح کے ٹھاٹ باٹ پر لات مار کر انسانی وقار میں اضافہ کیا پھسلے نہیں عسرت و تنگدستی کو گوارا کر لیا مفت کے لقمے نہیں توڑے۔ راقم الحروف کے ایک مقالہ۔ ''اختلافات قرأت کا پس منظر اور استدلال''۔ پڑھ کر آپ نے سر پر دستِ شفقت پھیرا اور حوصلہ دیا کہ اب میں تنہا نہیں میرے بعد میں تیشۂ تنقید ہاتھ میں لے کر رجال کی کوہ کنی کرنے والے موجود ہوں گے۔

❁

386 قاضی عزیز احمد خوشابی

قاضی عزیز احمد عزیز خوشابی زمانہ حال کے ایک زبردست دانشورِ قرآن ہیں۔ تسخیرِ کائنات۔ قرآن کا زندہ موضوع ہے جس میں سیاروں، ستاروں اور افلاک کی حرکات و سکنات اور افعال و اثرات کے دریافت اور نو دریافت شدہ کروں اور قطروں کی بابت معلومات میں اضافہ کرنا ہے۔ علمِ فطرت کی روشنی میں ''مصنوعاتِ خالق'' کی ''کُنــــہ'' تک پہنچنا قرآن نے ہم پر فرض کیا ہے۔ ان علوم کا تعلق بلاشبہ عقلی ارتقا اور سائنس سے ہے۔ ہمارے عزیز صاحب جن کے قلم میں توانائی ہے قرآنی تشریحات کی بھرپور صلاحیت ہے۔ ''تـذکـرہ'' مشرقی سے متأثر ہیں مگر تشریح کا رنگ ڈھنگ ان سے مختلف ہے آپ سائنس کی بات سائنسی زبان میں کرنے پر پوری دسترس رکھتے ہیں۔ میری ان سے جان پہچان نہیں ہے ذریعۂ اتصال قرآن دوستی یا ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر سالار کی آہنگ پر حرکت کرنے میں مضمر ہے ہم اللہ کے سپاہی ہیں خدمتِ قرآن اور خدمتِ خلق ہمارا شعار ہے۔ ہمارا حوالہ قرآن ہے اور قرآن ہی ہماری سانسوں میں بسا ہوا ہے فرقہ بندی سے ہم نفرت کرتے اور تعصب سے ہمیں چڑ ہے۔ ہمارے نزدیک اگر کوئی غیر مسلم۔ اللہ اکبر کی صدا بلند کرتا ہے تو ہم دنیا کے کسی بھی قانون کی رُو سے اُسے۔ اللہ اکبر کہنے سے نہیں روک سکتے۔ یہاں فقہِ ملاں کی بات نہیں فلسفہ اور

قاضی عزیز احمد خوشابی

حکمتِ قرآن کی بات ہے۔

عزیز احمد نے ''حکمۃ القرآن'' کے عنوان سے غالباً چار جلدیں لکھ کر اپنے فرضِ منصبی سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔اور میں انہیں پڑھ کر نہیں چاہتا کہ جو صاحب۔قرآن کی جوہری خدمت سرانجام دے چکا ہو اور مزید دے رہا ہو اُسے دانشورانِ قرآن میں شامل نہ کروں۔ بلاشبہ آپ نے دانشِ قرآن سے بہرہ وافر پایا ہے اور سائنسی علوم کے تمام مناہج سے پوری آگاہی رکھتے ہیں۔ میں اُسے خاکساری سلیوٹ پیش کرتے ہوئے سفیرانِ قرآن کی رہنمائی کا اہل سمجھتا ہوں۔

بلاشبہ عزیز احمد اور ضیا کرمانی مرحوم قرنِ اول سے لے کر چوتھی صدی ہجری کے عرصہ میں اگر ہوتے تو معتزلہ کے قدآور علما میں شمار ہوتے کہ ان دنوں ہر دانشورانِ قرآن کو کسی نہ کسی مدرسۂ فکر سے نسبت دی جاتی تھی تاہم ہزار سال بعد یعنے آج نسبت کا وہ رواج بھی ختم ہو چلا ہے۔اب نہ ارتکازِ فکری (تقلید) کا دور ہے نہ حاجتِ نسبت ناگزیر۔ ہر شخص قرآن اور عقل کو اپنا امام بنا کر وحیِ قرآن سے روشنی حاصل کر سکتا ہے۔

عزیز احمد نے خاکساری وطیرے کو کمال ہوشمندی سے دہرایا اور تعصب کی تمام برائیوں کو جھٹکتے ہوئے پروفیسر عبدالسلام جو سرائیکی علاقے کے مایۂ ناز سپوت ہو گذرے ہیں انہیں شاگردانِ قرآن میں شمار کیا ہے۔عبدالسلام پہلے پاکستانی بلکہ ایشین سائنسدان ہیں جنہوں نے ایٹم توڑنے کے تمام مراحل کو قرآن سے کشید کیا ہے اور پوری توانائی سے دنیا کو قائل کر لیا ہے کہ قرآن سے کشید کیا معانی رکھتے ہیں۔رہی یہ بات کہ وہ ہماری طرح کے مسلمان نہیں ہیں تو اس سے کیا ہوتا ہے ہم نے رسول اللہ سے کئے ہوئے کون سے عہد و پیمان اُستوار کئے ہیں؟ اللہ نے کہا کہ **وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسول**

یہ محمدؐ اللہ کے رسول ہی تو ہیں اگر موت انہیں گھیر لیتی ہے یا کسی طرح رگِ حیات کٹ جاتی ہے تو یہی معاملہ آپ سے پہلے کے لوگوں کو بھی پیش آتا رہا ہے۔

اس آیت میں بطورِ خاص جو بات نوٹ کرنے کی ہے وہ یہ ہے کہ سابقہ انبیاء۔ پر ''خلت'' کا صیغہ استعمال ہوا ہے یعنے سب'' گذر چکے'' ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہا۔اس ''خلت'' کے آگے ''قد'' کا اضافہ کر کے مزید مؤکد کیا ہے یعنے قد خلت . نے ہمارے رسولؐ سے پہلے کے تمام رسولوں کے گذر جانے کو سہ آتشہ بنا کر پھر ذہن نشین کرایا ہے کہ۔ ہمارے پیارے رسول جب تشریف لائے تو کائناتِ بشری زندہ رسولوں سے خالی ''خلت'' تھی_____ اتنی واضح اور روشن خبر کے باوصف ہمارے اکابر قرآن کی اس وضاحت کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ۔ مسیح زندہ ہیں قد خلت . کا وار ان پر نہیں چل سکتا اور وار بہا کھر بہا

سالوں تک زندہ رہ کر ۔حی و قیوم ۔کا روپ دھارتے رہیں گے ۔

اسی طرح ہم خاتم النبیین ۔کی وضاحت کو بھی نہیں مانتے اور قد خلت کے توانا مشاہدہ کو بھی نہیں مانتے پس جب ہم خود ہی انتظار کے جعلی عقیدے کی وجہ سے رسولؐ انام ۔کی خاتمیت کے عقیدے اور عمل سے منحرف ہیں تو کسی دوسرے کو دوش دینے کا ہمیں کیا حق پہنچتا ہے؟ کیا رسولؐ اللہ ہماری اس منافقت پر خوش ہونگے کہ ہم آپ ؐکو خاتم النبیین بھی کہیں اور آپ کے بعد رسولوں کی آمد کا سلسلہ جاری بھی تسلیم کر لیں؟

مسیح نے بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں دو مقاصد لے کر تمہارے پاس آیا ہوں ۔ایک تو تمہاری اصلاح کے لئے دوسرا یہ بتلانے کہ میرے بعد احمد نامی رسولؐ آئے گا اس کا ساتھ دینے کی تاکید کرنے ۔مسیح کی اس پیشگی اطلاع سے لے کر نبی اکرمﷺ کے تشریف لانے یعنے پورے چھ سو سال تک کسی نبی کے آنے کا سُراغ نہیں ملا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۔خلت ۔خاتم النبیین اور من بعدی ۔ایک ہی حقیقت کے دو رُخ ہیں کہ آپؐ اس وقت ہی تشریف لے آئے جب کوئی زندہ نبی موجود نہیں تھا ۔اس کے باوجود ہمارا عقیدہ ہے کہ مسیح مرے نہیں اور قربِ قیامت میں ظہور فرماویں گے ۔کیا یہ رسولؐ اللہ سے دھوکہ نہیں ۔فرض کرو کوئی غیر ۔قرآنِ محکم کے حق میں کلمہِ خیر کہتا بھی ہے تو مذہب کے کس قانون کی رو سے ہم اسے حمایت و تائید قرآنی سے روک سکتے یا اس کا نام حذف کر سکتے ہیں؟ ❁

387 پرویز (24فروری 1985م)

غلام احمد پرویز (1985م) ایک عہد آفرین اور تاریخ ساز شخصیت تھے ۔تمام عمر قرآن پاک کی تفہیم میں کھپا دی ۔تفہیم کے لئے قدرت نے آپ کو جن صلاحیتوں سے نوازا تھا وہ منفرد بھی تھیں اور حالات کے مطابق بھی ۔آپ درجنوں کتابوں اور سینکڑوں علمی مقالات کے مصنف تھے ۔زبردست سکالر اور حاضر جواب عالم تھے ۔شاہکار رسالت ۔آپ کی وہ یادگار تصنیف ہے جو صدیوں تک یاد رہے گی ۔''معراجِ انسانیت'' عقیدت و احترام کا وہ مرقع ہے جو انہوں نے دربارِ رسالت میں پیش کر کے زندگی کی بہت سی کج ادائیوں کی تلافی کر دی ہے ۔آپ زبردست خطیب تھے ۔انشا پرداز تھے ادیب تھے ۔سخن سنج اور سخن طراز تھے ۔تاہم انسان تھے معراجِ انسانیت میں آپ نے حضرت خدیجہؓ کی بوقت شادی چالیس سال عمر لکھی ہے جو آپ جیسے محقق سے تسامح کا غماز ہے اہلِ تحقیق نے 28 سال لکھی ہے نیز علامہ تمنا عمادی (70م) نے 1969 . میں مجھے خط لکھا تھا جس میں پرویز مرحوم کے اصطلاحات کے ترجمہ کرنے پر اظہارِ خفگی کیا تھا کہ اس سے اصطلاحات کی آبرو ختم ہو کر رہ گئی ہے ۔

❁

غلام احمد پرویز

388

عمر احمد عثمانی (1991م)

فقیہ الامت، فقیہ القرآن دانائے رموزِ قرآن علامہ عمر احمد عثمانی (3 نومبر 1991م) اپنے عہد کے نابغہ تھے بیشمار علمی مقالات کے مصنف اور فقہ القرآن کے خالق تھے آپ نے اس تشنگی کا ازالہ کردیا ہے کہ سرسیدؒ سے لے کر آج تک جتنے بھی سکالر اور اہلِ تحقیق ہو گذرے ہیں انہوں نے فقہی باب بندی کر کے ۔ قرآنی استدلالات کو اُجاگر نہیں کیا ۔ علامہ جیراجپوری اس میدان کے شہسوار تھے مگر یہ بات ان کے ذہن میں بھی نہیں آئی کہ ایک گوشہ ایسا بھی ہے جس پر کسی نے بھی نظر نہیں ڈالی ۔ اور پھر ایسا ہوا کہ اللہ کے بندے عمر احمد عثمانی کے دل میں خود قرآن ہی نے یہ بات ڈال دی کہ مجھے فلاں زاویۂ نظر سے بھی دیکھو ۔ بلاشبہ ۔ فقہ القرآن اسلامی احکام کا ایک انسائیکلو پیڈیا ہے اور ہم کسی بھی مرحلے پر قرآنی احکام و مسائل کی معلومات سے مستغنی نہیں ہو سکتے عثمانی صاحب رسول اللہ ﷺ کے ایک نواسے حضرت عمرو بن عثمان ذی النورین کی اولاد میں سے ہیں ۔ اسے ذہن نشین کرنے کے لئے ذیل کی تفصیل ملاحظہ ہو ۔ آپؐ کی بڑی صاحبزادی سیدہ زینب جو ربیع بن عاص سے بیاہی گئی تھیں ان کے بطن سے علی اور اُمامہ پیدا ہوئے یہ امامہ ۔ جب دیکھتیں کہ نانا ابو ﷺ نماز میں حالتِ سجدہ میں ہیں تو دوڑ کر گردن پر بیٹھ جاتیں پھر جب تک اپنی مرضی سے اُتر نہ پاتیں آپؐ سجدے میں پڑے رہتے ۔ اسی طرح سیدہ رقیہ بنتِ رسول اللہ ﷺ کے دو بیٹے تھے عبداللہ بن عثمان جس کی نسل افریقہ میں پھیلی اور عمرو بن عثمان ذی النورین جن سے عمر احمد عثمانی کا تعلق ہے ۔ (تفصیل آرہی ہے) اسی طرح سیدہ فاطمہؓ کے بطن سے حسن و حُسین اور بی بی زینب پیدا ہوئے ہمارے عمر احمد بی بی رقیہ بنتِ رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے عمرو بن عثمان ذی النورین کی 46 ویں پشت کے نامور عالمِ قرآن تھے حضرت عمرو بن عثمان کی 9 ویں پشت میں عبدالرحمان گاذرونی ہند میں وارد ہوئے پانی پت کے حضرت جلال الدین کبیر ان ہی گاذرونی کی 12 ویں پُشت سے وابستہ تھے ۔ ادھر حضرت رقیہؓ کے بطن سے حضرت عثمان کے دوسرے بیٹے عبداللہ بن عثمان (نواسۂ رسول) تھے جو مسعودی (957م) کے مطابق 76 سال کی عمر میں فوت ہوئے ۔ (مروج الذھب طبع مصر 1964م جلد 341/2) اور بقول ابن تیمیہ عبداللہ مذکور حضرت امام حسین کے صاحبزادے علی زین العابدین کے اتالیق تھے ۔ (مھاج السنۃ طبع مصر 1321 ہجری جلد 123/2)

ادھر حضرت زکریا ملتانی کے پوتے اور شاہ رکن عالم ملتانی کے نانا ۔ حضرت شیخ جمال فرغانی ان ہی عبداللہ بن رقیہ کی نسل سے تھے ۔

(مرأة المناقب شیخ عماد المدین نبیرہ۔حضرت بہاؤالحق زکریا)(دیباچہ فقه القرآن جلداول)

علامہ عمر احمد عثمانی اپنے وقت کے ایک بہترین عالمِ قرآن تھے صائب رائے تھے 1952 میں ان سے اور اُن کے توسط سے علامہ طاہر سورتی مرحوم سے کراچی میں تعارف ہوا تھا۔

❀

389 علامہ ابو الخیر اسدی (2001م)

ملتان کی مٹی بڑی نم ہے اس میں گرمی ،شوخی اور تاؤ کھانے کی بہت کم صلاحیت ہے گذشتہ صدی کے نصف اول سے رہتک، حصار اور میوات سے ہجرت کر آنے والے لوگوں کی شہروں کے حساس علاقوں میں یکجائی سکونت اور نقل مکانی نے یہاں کے دیرینہ مزاج میں تلخی ضرور گھول دی ہے لیکن اس کے باوجود قدیم باشندوں کی بہت سی آبادی آج بھی اپنے قدیمی مزاج کی آئینہ دار ہے ایسے ہی لوگوں میں ہمارے ابوالخیر اسدی رحمہ اللہ بھی شامل تھے شرافت ونجابت آپ کی گھٹی میں شامل تھی وضع اتنی سادہ کہ آپ کو دیکھ کر یقین کر لینا مشکل ہو جاتا کہ آپ نے ملتان کے ایمرسن کالج سے گریجوایشن کیا بھی ہوگا؟ آپ نے الازھر۔کا جائزاتی مطالعہ کیا بھی ہوگا؟ بغداد کی ''آلـوسـی'' یونیورسٹی سے فلسفہ الٰہیات پر تخصص (Ph.D) کیا بھی ہوگا؟ نیز روشن خیالی اور خرد افروزی نے آپ کے دل تک آسانی سے رسائی حاصل کر بھی لی ہوگی؟ لیکن آپ مسلک کے پکے حنفی تھے پکے سے میری مراد ہے اُس ابوحنیفہ کے پیروکار کی ہے جو دین کا ماٴ خذ صرف قرآن کو مانتے تھے جو روایات کو مسترد نہ کرتے ہوئے بھی دین کی اساس میں شامل نہ سمجھتے تھے۔اُن کی سوچ کا ماٴ خذ صرف قرآن تھا اور یہی فکر و خیال ابوالخیر اسدی کی جانب منتقل ہوا تھا انہوں نے وحـدۃ الـوجـود ۔کے بارے میں اپنے دیوبندی اکابر کی کُھل کرنفی کی۔وہ انتظاری عقیدے کے مفاسد سے بخوبی آگاہ تھے اور آمدِ مسیح ومہدی کو برملا جھٹلاتے تھے ان کی ختمِ نبوت کی عجمی تفسیر بلاشبہ رواں صدی کی نادر تصنیف ہے ۔۔۔۔کی عجمی تشکیل دوسری نادرہ تھی۔آپ مخدوم گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔مگر خانقاہی معیشت کو لقمۂ حرام سمجھتے تھے۔ ملتان کے جنوب مشرق میں چند میل کے فاصلے پر مخدوم رشید کا مشہور قصبہ ہے آپ اسی کے باسی تھے 21 مارچ 2001ء آپ کا سالِ وفات ہے

وہ نابغہ تھے علماء بازریں میں سے تھے ایسے لوگ بار بار پیدا نہیں ہوتے صلاۃ پر طلوعِ اسلام میں شائع شدہ میرے مقالات کا اپنے حلقۂ ارباب میں اکثر ذکر فرماتے جس سے خود طلوعِ اسلام کی پوزیشن مضبوط

ہوتی تھی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

❁

390 ڈاکٹر سید عبدالودود (2001م)

عمرِ خضر پانے والے ڈاکٹر سید عبدالودود صاحب بلا شبہ دورِ حاضر کے عظیم قرآنی سکالر ہیں آپ نے سائنسی آیات کو بطورِ خاص موضوع بحث بنایا اور بیشمار تحریریں اس غرض کے لئے ارزاں فرمائی ہیں کہ علوم سائنس کی اساس وحی قرآن فراہم کرتی ہے۔ آپ بھی میری طرح مسلمانوں کی غیر متعصب جماعت تحریکِ خاکساراں سے متعلق رہے ہیں وہ بھی ''مشرقی'' فلسفہ کے مطابق غلبۂ اسلام۔ یعنے سلامتی کے غالب کرنے کے متمنی تھے اور سلامتی کسی خاص فرقہ کا ورثہ نہیں کائناتِ بشری کا ہر فرد اس میں سہیم وشریک ہے یعنے اسلام کے غالب آنے سے سلامتی کا غالب آنا مراد ہے اور میں سمجھتا ہوں اس سے اونچا مقصد نہ ہوسکتا تھا اور نہ کوئی ہدف اعلےٰ وارفع۔ ڈاکٹر صاحب چونکہ زیادہ تر انگریزی میں لکھتے ہیں للہٰذا اُردو والوں میں بہت کم متعارف ہیں لیکن انگریزی تحریروں کے باعث آپ نے بڑی شہرت پائی اور بڑے علمی حلقوں میں شناسا اور متعارف ہوئے۔ اس طرح گویا آپ سائنسی زاویہ سے قرآن کے ایک عظیم اسکالر ہیں۔ ذیل کی آپ کی مایۂ ناز تحریریں ہیں:

I. **"Phenomena of Nature and The Quran"** 1971 میں لکھی

II. **"The Heaven, The Earth and The Quran"** 1986 میں لکھی

III. **"Conspiracies against the Quran"**

IV۔ ''مظاہرِ فطرت اور قرآن'' اُردو میں لکھی

مؤرخہ 18 جنوری 1986ء پروفیسر عبدالسلام نوبل لاریٹ نے مصنف کو لکھا کہ I اور II کی تلخیص تیار کرو چنانچہ مظاہرِ فطرت لکھی گئی۔ نومبر 2001ء میں فوت ہوئے۔

ڈاکٹر سید عبدالودود

حریفانِ قرآن

یہاں تک قرآنِ محکم کے اُن دانشوروں کا تذکرہ تھا جو قرآن کی حاکمیت پر دل کی گہرائیوں سے ایمان رکھتے تھے۔ آخر میں ایک دو ایسے کج فکر لوگوں کا ذکر ہوگا جن کی نوکیلی زبان سے سینۂ قرآن ہر وقت چھلنی رہا۔ یہ تھے مجتہد۔۔۔ سلف کے مایۂ ناز بزرگ امام عبدالرحمان بن عمرو بن یُحمد الاوزاعی (774م) جن کی لوگ بادشاہ سے زیادہ عزت کرتے تھے۔ اُنہیں جسٹس بننے کی پیشکش کی گئی مگر اُنہوں نے ٹھکرا دی۔ بااین ہمہ وہ عقیدے کے فاسق بھی تھے اور فاجر بھی۔ قرآنِ محکم کی حاکمیت، بالادستی اور سپریم حیثیت کو تسلیم نہ کرتے تھے اور کہتے تھے الکتاب احوج الی السنۃ من السنۃ الی الکتاب.

قرآن ہمہ پہلو حدیث کا محتاج ہے اس کے برعکس حدیث بے نیاز ہے۔

(بحوالہ جامع بیان العلم ابنِ عبدالبر طبع مصر 19/2۔ الموافقات للشاطبی طبع مصر 10,8/4)

اُن سے کہا گیا کہ قرآن۔ کتابِ محفوظ ہے وہ کس طرح سنت کی محتاج ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب اُن سے خامشی کے سوا کیا ہو سکتا تھا_____ اسی طرح اُن کے حلیف یمامہ کے محدثِ اعظم یحیٰ بن کثیر (747م) بھی کہتے تھے کہ السنۃ قاضیۃ علی الکتاب ولیس الکتاب بقاضٍ علی السنۃ

حدیث کو قرآن پر فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے اس کے برعکس قرآن کو یہ اتھارٹی نہیں ہے۔

(کتاب الاعتبار حازمی (1188م) طبع مصر 1346ھ صفحہ 17 . سنن دارمی طبع دمشق 1349ھ جلد 1 صفحہ 145)

یعنی دو سلفی اوزاعی اور یحیٰ بن کثیر اور دو ملحد جعد اور جہم قرآن کی فیصلہ کن حیثیت کو نہیں مانتے تھے۔

❀

عبد الرحمان الاوزاعی